جسے وسعتیں بھی نہ پا سکیں

وہ نبی کا پاک مقام ہے

سیرت مبارکہ

رسالتمآب صلعم

حصہ اول

یعنی

محدث جلیل علامہ سید جمال حسینی کی شہرۂ آفاق نادر روزگار کتاب
روضۃ الاحباب تالیف ۹۰۰ھ کا ترجمہ بے مثل اور جدید ترتیب فکر افروز
فقیہانہ حواشی کے ساتھ سیرت پاک پر قابل صد تحسین کارنامہ۔

از قلم

مفتی عزیز الرحمن صاحب

ناشر

چند اہل خیر حضرات

سول ایجنٹ

مدنی دار التالیف بجنور (یوپی)

نام کتاب	سیرت رسالتمآب صلعم
مترجم و محشی	مفتی عزیزالرحمن صاحب
قیمت غیر مجلد	
قیمت مجلد (ہردو جلد)	تیس ۳۰ روپے
تعداد	پانچ سو ۵۰۰
سن طباعت	۱۹۷۶ء

ملنے کے پتے

مدنی دارالتالیف بجنور۔ یوپی

مکتبہ تجلی۔ دیوبند

مکتبہ برہان۔ جامع مسجد دہلی

کتب خانہ انجمن ترقی اردو جامع مسجد دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائی باتیں

الحمد للہ علی توفیقہ واحسانہ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ
وآلہ واصحابہ - اما بعد

زیر نظر کتاب "سیرتِ مبارکہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم" میری اس خواہش اور آرزو کی حسین ترین صورت ہے کہ جو زاد المعاد کے ترجمہ اور اس پر حواشی کے بعد پیدا ہوئی کہ سیرت مبارک پر کچھ کام کرنا چاہئے اور ایسا جو اب تک نہ ہو سکا ہو۔ چاہتا تھا کہ میں خود لکھوں لیکن روضۃ الاحباب از علامہ سید جمال حسینی، میرا مرکزِ آرزو ثابت ہوئی، اس لئے تالیف کے بجائے اُس کے ترجمہ کو اختیار کیا اور ایک بڑے کے دامن میں پناہ لینے ہی میں عافیت اور خیر و برکت پائی، اس لئے ۲۸ جمادی الاول ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۰ جولائی ۱۹۷۲ء روز دوشنبہ وقتِ چاشت کو زاد المعاد کے ترجمہ اور حواشی کے ساتھ "روضۃ الاحباب" کا ترجمہ اور اس پر حواشی کا کام شروع کر دیا اللہ تعالیٰ کی عنایت کردہ برکت اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے تصرفات ہی ہو سکتے ہیں کہ دونوں ترجمون مدرسہ عربیہ مدینۃ العلوم کا تعمیری اور تعلیمی کام، فراہمی زر، مدنی دار الافتاء کی فتاویٰ نویسی اور تبلیغی اسفار برابر چلتے رہے اور کسی چیز میں ذرہ برابر فرق نہ آیا اور بہت کم مدت میں اتنا عظیم الشان کام ہو گیا وللہ الحمد -

اللہ اگر توفیق دے انسان کے بس کا کام نہیں

روضۃ الاحباب "روضۃ الاحباب" کے مصنف نویں صدی ہجری کے محدثِ جلیل علامہ سید جمال حسینی ہیں جو دو واسطوں سے صاحب مرقاۃ ملا علی قاری کے استادِ جلیل اور محدثِ جلیل

علاّمہ میرکشاہ کے والدِ بزرگوار ہوتے ہیں اُن کے حالات کے بارے میں، مَیں نے قدرے تجسس سے کام لیا لیکن کامیابی نہ ہُوئی، مزید تفتیش کے لئے نہ میرے پاس وقت تھا اور نہ کتابیں۔

روضۃ الاحباب کی پہلی جلد ۸۸۸ھ میں زبانِ فارسی میں لکھی گئی تھی، یہ زمانہ افغانستان میں امیر علی شاہ کی حکومت کا تھا۔ ہندوستان میں یہ کتاب ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء میں بڑے سائز کے ایک ہزار سے زائد صفحات پر طبع ہُوئی تھی اور اس کے بعد نایاب ہو گئی اور بہت سے اہلِ علم اس کے نام سے بھی واقف نہ رہے، اس کے مستند ہونے کے لئے اس قدر کافی ہے کہ مرقاۃ میں مُلاّ علی قاری نے نہایت فخر کے ساتھ جگہ جگہ اس کا حوالہ دیا ہے اور دلیل میں پیش کیا ہے۔

علاّمہ نے اپنی اس کتاب کو سنین کے اعتبار سے مُرتّب کیا ہے ایک ہی سن میں جس قدر واقعات ہوئے ہیں اُن کو ترتیب سے لکھ دیا ہے، بہت سی سورتوں اور آیتوں کو بھی بقیدِ سن لکھا ہے اور بہت سے ارشادات یعنی احادیث النبی صلعم کو بقیدِ سن ضبط کیا ہے۔ اس سے آیات اور سورتوں کا شانِ نزول، احادیث کا پس منظر اور ان میں سے ناسخ و منسوخ کے معلوم ہونے میں بے حد آسانی ہُوئی ہے۔ علاّمہ کے نزدیک جو قول یا حدیث، راجح اور قوی تھا اس کو تفصیل سے اور بقیہ کو اختصار سے لکھا ہے لیکن احادیث کا مخرج ذکر نہیں کیا اور نہ اس کی حیثیت بیان کی۔

علاّمہ اپنی اس ترتیب اور تالیف میں ایسے ہی منفرد ہیں جیسا کہ علاّمہ ابنِ قیّم زاد المعاد میں منفرد ہیں، علاّمہ نے نقلِ مسالک میں بھی انصاف سے کام کیا ہے اور کسی مسئلہ میں تنقید نہیں کی، راقم الحروف نے کتاب کی ترتیب کو بدستور رکھا ہے۔ اسی کے ساتھ قدرے حسن اور جدّت سے کام لیا ہے۔ اس لیے جس طرح علاّمہ کی ترتیب منفرد ہے اسی طرح "سیرت رسالتمآب" کی ترتیب اُردو لٹریچر میں منفرد ہے ایسی کہ جس کا جی چاہے سیرت کا مفصلاً مطالعہ کرے اور جس کا جی چاہے چند منٹ میں دریافت کرے کہ کس وقت کیا ہوا ہے۔ وللہ الحمد

"سیرت رسالتمآب" کے حواشی پر جو محنت اور کاوش میں نے کی ہے: مستقل تالیف سے زیادہ قیمتی ہے، کم علم لوگوں کے لئے تو کچھ نہیں لیکن اہلِ علم و نظر کے لئے سب کچھ ہے۔ حواشی ہی میں مَیں نے یہ بھی کوشش کی ہے کہ موجودہ حالات کے مطابق سیرت کے مطالعہ کا رُخ متعین کیا

جائے اور موجودہ فساد اور بگاڑ اور اس کا سبب اور اس کا علاج بتلایا جائے۔ میں نے زمانہ قدیم کے مباحث کی طرف تقریباً بالکل توجہ نہیں کی ہے۔

یہ بھی عرض کر دینا مناسب ہے کہ یہ کتاب نہ لفظی ترجمہ ہے اور نہ تلخیص، بلکہ درمیان کی راہ ہے۔ جس میں شمہ برابر بھی کوئی چیز ترجمہ سے نہیں رہی ہے البتہ ابتدائی ۶۸ صفحات کا ترجمہ میں نے بالکل نہیں کیا ہے۔ اسی طرح عربی فارسی اشعار اور قصائد کو ترک کر دیا ہے۔

زیر نظر کتاب کا زیور طبع سے آراستہ ہو جانا، میرے مخلص احباب کا کرم ہے جنھوں نے میری اس علمی کاوش کو قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا اور مبلغ سو سو روپیہ کی ممبری قبول فرمائی خاص طور سے میرے مخلص ترین دوست جناب سیٹھ محمد مصطفٰے صاحب اور جناب سیٹھ رفیع الدین صاحب (احمد آباد) کی قدر دانی کی کہ انھوں نے اچھی خاصی رقم بطور اعانت مرحمت فرما کر کتاب کی طباعت میں حصہ لیا۔ میں اپنے ان سب احباب اور مخلصین کا تہ دل سے شکر گذار ہوں اور ان کے لئے دعائے فلاح دارین کرتا ہوں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین

فقط

والسلام

عزیز الرحمٰن غفرلہ

مدنی دارالافتا

مدرسہ عربیہ مدینۃ العلوم بجنور۔ یوپی

۱۵ ردسمبر ۱۹۷۵ء

۱۱ رذی الحجہ ۱۳۹۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حالات

از ولادت تا ۳۵ ولادت

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیلؑ اور نویدِ مسیحا

(حالیؔ)

ترتیب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حالات

از ولادت باسعادت تا ۳۵ ولادت

ولادت باسعادت | جمہور اہلِ سیر و تاریخ اس پر متفق ہیں کہ سرورِ کائنات فخرِ موجودات حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم سالِ فیل میں پیدا ہوئے، ولادتِ باسعادت سے ۵۵ یوم یا ۵۰ یوم بعد یہ واقعہ پیش آیا اور آپ کے قدموں کی برکت سے یہ مصیبت دفع ہوئی، ایک قول یہ ہے کہ واقعہ فیل ہی کے دن آپؐ تولد ہوئے اور بعض کا قول یہ ہے کہ واقعہ فیل سے تیئس ۲۳ سال بعد پیدا ہوئے لیکن یہ قول ضعیف ہے اور پہلا قول صحیح ہے[1]۔

مشہور قول یہ ہے اور بعض علماء نے اسی پر اتفاق کیا ہے کہ آپ ربیع الاول کے مہینہ میں پیدا ہوئے اور وجہ یہ بیان کی ہے کہ باتفاق علماء آپ ٹھیک نو ماہ رحمِ مادر میں رہے اس طرح نطفۂ محمدیہ رحمِ مادر میں عشرۂ حج میں عرفہ کو داخل ہوا۔ لیکن اس کا جواب یہ دیا ہے کہ کفارِ مکہ محترم مہینوں کو لوند لگا کر مقدم اور مؤخر کرتے رہتے تھے اس وجہ سے اس سال کا حج ماہِ دیگر میں تھا۔

حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے۔

إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ
بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا
وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِيُوَاطِئُوا عِدَّةَ
مَا حَرَّمَ اللَّهُ[2]

یہ لوند بڑھائی بات ہے اہلِ کفر کی گمراہ
ہوتے ہیں اس کو کفار کہ حلال کر لیتے ہیں اس کو
ایک سال اور حرام کر دیتے ہیں اس کو دوسرے
سال تاکہ پوری کر لیں تعداد اس کی جسکو حرام کیا اللہ نے

---

[1] یعنی ۵۵ یوم قبل والا قول۔ اس قول کے مطابق ۲۷ محرم کو یہ واقعہ ہوا اسلئے بعد ۵۵ یوم ۱۲ ربیع الاول کو ہوتے ہیں یہی حضرت ابن عباس کی روایت جسکو ابو نعیم نے حلیہ میں روایت کیا ہے۔ منقول از خلاصۃ السیر صفحہ ۳۴۱ و زاد المعاد ج ۱۰

[2] یہ آیت مبارکہ سورۂ توبہ میں ہے اس کی بہترین تفسیر ابن کثیر نے کی ہے۔

اس حساب سے ولادت کا ماہ ذی الحجہ حقیقۃً جمادی الثانی ہیں ہوا نب ۱۲ ربیع الاوّل کو نو ماہ پورے ہوتے ہیں۔ ۱۲ ربیع الاوّل مشہور تاریخِ ولادت ہے اور اکثر علماء ۸ ربیع الاوّل بتلاتے ہیں اور امام باقر رضؓ نے ۱۰ ربیع الاوّل بیان فرمائی ہے[۱]۔ بعض نے ربیع الاوّل کا پہلا دوشنبہ بتلایا ہے اور یومِ دوشنبہ کے یومِ ولادت ہونے کے بارے میں علماء کا اتفاق ہے۔ حضرت ابو عامر فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی نے دوشنبہ کے روزے کے بارے میں آپؐ سے دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا

"میں دوشنبہ کو پیدا ہوا اور دوشنبہ ہی کو پہلی وحی مجھ پر نازل ہوئی"

حضرت ابنِ عباسؓ روایت فرماتے ہیں کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"روز دوشنبہ کو میں پیدا ہوا اور دوشنبہ ہی کو مجھ پر وحی نازل ہوئی۔ اور حجرِ اسود اپنی جگہ پر دوشنبہ ہی کو رکھا گیا اور دوشنبہ ہی کو ہجرت ہوئی اور دوشنبہ ہی کو مدینہ میں آمد ہوئی۔ اور دوشنبہ ہی کو وفات ہوئی"[۲]

اِن اُمورِ عظام کے واقعہ ہونے کا مقتضا یہ ہے کہ آپ کی وفات کسی دوسرے دن ہونی چاہئے کیونکہ یومِ وفات کو مکروہ سمجھتے ہیں۔

وقتِ ولادت صبح صادق کا وقت ہے۔ رُومیوں کے حساب سے یہ دن ماہ نیسان کی ۲۰ یا ۲۸ یا چار رات تھی۔ نوشیرواں عادل کی حکومت کو جب چالیس سال پورے ہوئے تو آپ پیدا ہوئے۔ صاحبِ جامع الاصول نے بیان کیا ہے کہ سکندر رومی کو آٹھ سو سال سے زیادہ ہو چکے تھے اور حضرت عیسیٰؑ کو چھ سو سال گزر چکے تھے کہ آپ پیدا ہوئے۔ ماہر نجومی ابو المعشر بلخی نے بیان کیا ہے کہ طالعِ آنحضرت صلعم بیس درجہ جدی ہے کہ اس وقت زحل اور مشتری عقرب میں تھا۔ اور مریخ اپنی جگہ تھا الخ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس جگہ پیدا ہوئے مکہ معظمہ میں سرائے محمد یوسف کے نام سے مشہور ہے اس کی زیارت کی جاتی ہے اور اس محلہ کا نام زقاق المولد ہے اور یہ شعب بنی ہاشم میں ہے۔ یہ مکان آپ کو میراث میں ملا تھا لیکن آپ نے اس کو عقیل بن ابی طالب کو بخش دیا تھا۔

---

[۱] صحیح روایت ۹ ربیع الاوّل کی ہے اور ان روایات میں تطبیق ممکن ہے ۱۲

[۲] آخری جملہ راوی کا اضافہ ہے۔ ۱۲

اور اُن کی اولاد نے محمد بن یوسف کو فروخت کر دیا تھا اور اُس نے اس مکان کو اپنی سرائے میں داخل کر لیا تھا اس کو سرائے "بیضاء" بھی کہتے ہیں۔ ہارون رشید کی والدہ جب حج کو آئیں تو اُنھوں نے اس مکان کو سرائے سے علیحدہ کر کے مسجد تعمیر کرا دی[1] واللہ اعلم۔

عجائبات ولادت

حضرت عثمان بن ابی العاص اپنی والدہ فاطمہ بنت عبداللہ سے روایت کرتے ہیں۔ فرماتی ہیں کہ جب وضع حمل کا وقت آیا تو میں بی بی آمنہ رضؓ کے پاس تھی میں نے دیکھا کہ آسمان کے ستارے اسقدر قریب ہو گئے ہیں کہ میرے سر پر گر پڑیں گے۔ جب وضع حمل ہو چکا تو اُن کے جسم سے ایسا نور جدا ہوا کہ جس سے پورا گھر روشن ہو گیا اور بجز اس نور کے کچھ نہ دکھائی دیا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اپنی والدہ شفا کی روایت بیان کرتے ہیں کہ اُنھوں نے فرمایا میں اس رات بی بی آمنہ رضؓ کی دایہ تھی جب آپ پیدا ہوئے تو میں نے اپنے کان سے آواز سُنی۔

یرحمک ربک — اللہ تجھ پر رحمت نازل کرے

اور مشرق سے مغرب تک زمین نورانی ہو گئی اور میں نے اس روشنی میں شام کے محلات کو دیکھا ہے اور ایک نور ظاہر ہوا اور بچہ کو ساتھ لے گیا۔ کسی نے کہا کہاں لے جاتا ہے جواب ملا مغرب کے مقامات متبرکہ کی سیر کراؤں گا اور تھوڑی دیر کے بعد واپس لے آیا، پھر ایک نور ظاہر ہوا اور بچہ کو لے گیا اور کہا کہ مشرق کے مقامات کی سیر کراؤں گا اور حضرت ابراہیمؑ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد واپس لے آیا اور برکت و طہارت کی دُعا کی۔ حضرت شفا کہتی ہیں کہ یہ بات میرے ذہن میں تھی اور اسی وجہ سے میں سب سے پہلے مسلمان ہوئی[2] بی بی آمنہ فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا ہے کہ تین جھنڈے نصب کئے گئے ہیں، ایک مشرق میں اور ایک مغرب میں اور ایک بیت اللہ کی چھت پر۔ تفاسیر کی کتابوں میں ہے کہ ابلیس مردود نے چار مرتبہ گریہ کیا ہے۔ ایک تو جب اُس پر لعنت کی گئی، دوسری مرتبہ جب اُس کو جنت سے نکالا گیا۔ تیسری مرتبہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اور چوتھی مرتبہ جب سورۂ فاتحہ نازل ہوئی۔

اہلِ سیر اور تواریخ کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ مختون اور ناف بریدہ پیدا ہوئے علماء نے

---

[1] زرقانی شرح مواہب صفحہ ۱۳۶ جلد ۱

[2] حضرت شفا نے یہ اپنے اعتبار سے فرمایا ہے ورنہ عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ ایمان لائیں۔

کہا ہے اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ کوئی مخلوق آپ کی خلقت میں داخل نہ ہو سکے گی اور کوئی عیب آپ کو لاحق نہ ہو سکے گا۔ حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔

"میری کرامت یہ ہے کہ میں مختون پیدا ہوا ہوں[1] اور کسی نے میرا ستر عورت نہیں دیکھا"

اس حدیث کو ابن جوزی نے وفا میں اور شیخ زرندی نے اعلام میں ذکر کیا ہے لیکن بعض محدثین نے اس کی اسناد میں طعن کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر کسی محدث نے اس حدیث کے ضعف کو بیان نہ کیا تو اس سے قیامت میں سوال ہو گا۔ بعض متاخرین اہل سیر نے کہا ہے کہ حضرت جبرئیل ؑ نے شق صدر کے وقت آپ کا ختنہ کیا ہے

آپ کے دادا عبد المطلب کہتے ہیں میں اس شب کو خانہ کعبہ میں تھا کہ اس کی چاروں دیواریں گر پڑیں اور سر بسجود ہو گئیں اور پھر اپنی اصلی حالت پر آ گئیں۔ حضرت حسان بن ثابت رضؓ کہتے ہیں کہ میں اس وقت سات سال کا تھا کہ میں نے ایک بلندی پر صلا بینہ منورہ میں ایک یہودی کو کہتے سُنا کہ "محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ستارہ آج کی رات طلوع ہو گیا ہے"۔ میں نے اس رات کو یاد رکھا جب آپ مدینہ تشریف لائے تو میں نے حساب لگایا تو یہ وہی رات تھی جس دن آپ پیدا ہوئے۔

حضرت عروۃ بن زبیرؓ فرماتے ہیں۔ قریش کا ایک بُت تھا سال میں ایک مرتبہ اس کے پاس جمع ہوتے اور معتکف[2] رہتے، اونٹ ذبح کرتے، گوشت اور شراب سے ضیافت کرتے اور اسی دن کو عید مناتے جس دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے یہ وہی دن تھا، قریش اس بُت کے گرد بیٹھے تھے کہ وہ سر کے بل گر پڑا، اُنھوں نے اُٹھا کر پھر سیدھا کر دیا مگر وہ پھر گر پڑا اور تین مرتبہ گرا۔ چوتھی مرتبہ قریش نے اس کو باندھ کر کھڑا کیا اور بہت زیادہ ملول و مغموم ہوئے۔ شیخ زرندی نے کتاب "اعلام" میں تحریر فرمایا ہے۔

"آپ کی پیدائش کے وقت عظیم واقعات میں سے یہ بھی ہے کہ کسریٰ کا محل پھٹ پڑا اور وہ ہمارے زمانہ تک اسی حال میں باقی ہے یعنی ۷۳۶ھ تک۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کب تک اس حالت پر باقی رہے گا۔"

---

[1] منجملہ خصوصیات کے ایک جزوی خصوصیت یہ بھی ہے۔ حاکم نے مستدرک میں ذکر کیا ہے کہ اس بارے میں آثار متواتر موجود ہیں۔ ہم نے پوری بحث اس مسئلہ میں سیرت خیر العباد میں کی ہے۔ زرقانی صفحہ ۱۴۰ جلد ۱

[2] اسی قبیل سے مزارات پر اعتکاف کرنا پایا گیا ہے۔ اس کی تفصیل آئندہ ملاحظہ فرمائیں۔

بیان کیا گیا ہے کہ ایک دریا ساوہ یا سماوہ جو ہزار سال سے خشک تھا جاری ہو گیا۔ کسریٰ کے محل میں لرزہ آ گیا اور اس کے چودہ کنگرے گر پڑے، بادشاہ بہت خوفزدہ ہوا لیکن اپنی دلیری کی وجہ سے کسی پر ظاہر نہ کیا جب دربار میں آیا کہ وزراء سے مشورہ کرے تو آتشکدہ کے محافظین کی طرف سے رپورٹ پیش کی گئی کہ وہ آتشکدہ جو ہزار سال سے جل رہا تھا ٹھنڈا پڑ گیا۔ اس سے کسریٰ کو اور بھی زیادہ صدمہ ہوا۔ موبدان شہر (قاضی القضاۃ) نے بھی کسریٰ سے آ کر کہا۔ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ عربی اونٹ اور گھوڑے دریائے دجلہ کو پار کر کے ہمارے ملک میں داخل ہو گئے ہیں۔ تب کسریٰ نے کہا کسی ماہر فن کو تلاش کیا جائے (حالانکہ کسریٰ خود ماہر فن تھا) نعمان بن منذر نے اس کو اطلاع دی کہ میں عبدالمسیح بن عمر غسانی کو بھیجتا ہوں۔ عبدالمسیح اس فن کا ماہر تھا وہ آیا اور کسریٰ نے تمام احوال اس کے سامنے بیان کئے عبدالمسیح نے کہا میں اس کا جواب دینے سے قاصر ہوں البتہ ملک شام میں "سطیح" نامی ایک کاہن ہے وہ بتلا سکتا ہے۔ کسریٰ نے کہا تو جا اور دریافت کر۔

سطیح ایک کاہن تھا، قبیلہ بنی ذہب سے متعلق تھا اس کے جسم میں ہڈیاں بالکل نہ تھیں صرف سر کی کھوپڑی تھی، اٹھنے بیٹھنے پر طاقت نہیں رکھتا تھا جب غصہ آتا تو اٹھ بیٹھتا تھا گویا گوشت کا ایک تختہ تھا جب اس کو لے جانا چاہتے تو کپڑے کی طرح لپیٹ کر لے جاتے اس کا سر سینہ پر تھا، گردن بالکل نہیں تھی، اہل تاریخ نے کہا ہے وہ جابیہ کا رہنے والا تھا۔ سیل ارم کے زمانہ میں پیدا ہوا تھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ولادت تک زندہ رہا اس کی عمر چھ سو سال کی ہوئی۔

کہتے ہیں جب اس سے کچھ دریافت کرنا ہوتا تو اس کو اس طرح ہلاتے جس طرح چھاچھ کو برتن میں ڈال کر ہلاتے ہیں تب وہ غائب کی باتیں بتلاتا۔ وہب بن منبہ نے روایت کیا ہے کہ سطیح سے دریافت کیا گیا تجھے علم کہانت کیسے حاصل ہوا، جواب دیا میرا ایک دوست جن ہے وہ آسمان کی خبریں سنتا ہے حضرت حق تعالیٰ شانہ نے جب موسیٰ علیہ السلام سے طور پر تکلم فرمایا تھا اس نے سب سن رکھی تھیں اور مجھ سے بیان کی تھیں، وہی مجھ سے آ کر کہتا ہے اور میں لوگوں کو بتلاتا ہوں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ عبدالمسیح جس وقت اس کے پاس پہونچا تو وہ عالم نزع میں تھا اس وقت عبدالمسیح نے چند ابیات دردناک پڑھیں سطیح نے ان ابیات کو سن کر جواب دیا۔

عبدالمسیح تو اونٹ پر دور دراز کا سفر کر کے اس وقت آیا ہے

کہ میں لبِ گور ہوں۔ تیرا بادشاہ نوشیرواں پریشان ہے کہ اس کے محل میں زلزلہ آگیا اور اُس کے کنگرے گر پڑے! آتشکدہ ٹھنڈا ہوگیا اور موبذان نے دیکھا کہ عربی اُونٹ اور گھوڑے اُن کے ملک میں داخل ہو گئے۔ اے عبدالمسیح اب تلاوتِ قرآن" کا وقت پیدا ہوگیا ہے اور صاحبِ عصا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہو چکے ہیں دریائے سماوہ جاری ہوگیا ہے اور بابل کا آتشکدہ ٹھنڈا ہوگیا ہے۔ یعنی فارسیوں کی حکومت کا زمانہ ختم ہوگیا ہے اور میں بھی دُنیا سے رخصت ہو رہا ہوں اور مُلکِ شام میں علمِ کہانت باقی نہ رہیگا اور جسقدر کنگرے گرے یعنی چودہ تو ابھی چودہ آدمی اس خاندان کے حکومت کریں گے۔ اس کے بعد اس ملک کے عورتوں کو اور مردوں کو عظیم حوادث کا سامنا کرنا پڑیگا!!

اسقدر بات کرنے کے بعد سطیح کا انتقال ہوگیا۔ عبدالمسیح کسریٰ کے پاس آیا اور سب حال بیان کیا۔ کسریٰ نے کہا ابھی چودہ نسلوں کو بہت وقت لگے گا، لیکن دس بادشاہ چار سال میں ختم ہوگئے اور چار کی حکومت حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ تک رہی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے ہاتھوں اس مُلک کو فتح کرا دیا۔ اس وقت یزدجرد بادشاہ تھا وہ لشکرِ اسلام سے بچکر بھاگ گیا تھا، لیکن خراسان میں حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں گرفتار ہوا اور قتل کر دیا گیا اور یہ واقعہ سنہ ۳۱ھ کا ہے۔

فنِ سیر اور تاریخ کے محققین فرماتے ہیں کہ سطیح کے مرنے ہی دُنیا سے علمِ کہانت رخصت ہوگیا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی کی تائید ہوتی ہے۔

لَا کَہَانَۃَ بَعْدَ النُّبُوَّۃِ — نبوت کے بعد کہانت نہیں ہے[1]

لیکن اس کے ساتھ حدیث شریف میں موجود ہے

---

[1] زاد المعاد ابن قیم

من اتی کاھنًا او عرافۃ فصدّقہٗ فقد کفر بما انزل علی محمد لے

جو کاہن اور عرافہ کے پاس گیا اور اُس کی باتوں کی تصدیق کی تو گویا اس نے وحی کی تکذیب کی جو جناب رسول اللہ صلعم پر نازل ہوئی۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کہانت نبوت کے بعد بھی رہے گی، لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ حقیقی کہانت ختم ہو جائے گی اور جھوٹی باقی رہے گی، جھوٹی کہانت کی تصدیق گویا رسولؐ کی تکذیب ہے جو کفر ہے۔ جب حقیقی کہانت کو اللہ نے اُٹھا لیا تو جھوٹی کہانت ہی باقی رہی۔

ایامِ رضاعت | سب سے پہلے آپؐ کو آپ کی والدہ ماجدہ نے دودھ پلایا اور بعد سات دن کے ابو لہب کی باندی ثوبیہ نے آپؐ کو دودھ پلایا۔ اس کا لڑکا جو آپ کا دودھ شریک تھا مسروح تھا اس واسطہ (ثوبیہؓ) سے حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ، ابو سلمہ مخزومیؓ۔ عبداللہ بن جحش اسدی رضاعی بھائی ہوئے۔ حلیمہ سعدیہؓ نے آپ کو دودھ پلایا۔ کتب سیر و تواریخ میں بہت سی روایات موجود ہیں، لیکن ہم اس جگہ صرف ایک روایت ذکر کریں گے جو بہت سے فوائد پر مشتمل ہے اور دیگر روایات کی طرف اشارہ کریں گے۔ یہ روایت حضرت عبداللہ عباس کی ہے۔ فرماتے ہیں۔

شرفاءِ مکہ کا دستور تھا کہ وہ اپنے بچوں کو "مراضع" (دودھ پلانے والیاں) سے دودھ پلایا کرتے تھے تاکہ اُن کی ازواج اُن کے لئے فارغ رہیں اور اولاد بھی زیادہ ہو اور تندرست رہے[۲] اور بچوں کی نشو و نما بھی خوب ہو، کیونکہ دیہات کی آب و ہوا شہروں کے مقابلہ میں صحت کے لئے زیادہ مفید ہوتی ہے اور فصاحت اور بلاغت بھی زیادہ بہتر حاصل ہو کیونکہ اس وقت دیہات کی زبان زیادہ فصیح شمار ہوتی تھی اور تندرست بچہ بہ نسبت کمزور بچوں کے زیادہ فصیح ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

انا اعربکم من قریش واسترضعت فی بنی سعد بن بکر ۳

میں تم میں سب سے زیادہ عرب (فصیح) ہوں میں قریش سے ہوں اور میں نے بنی سعد بن بکر کا دودھ پیا ہے۔

لے ایضاً ابو داؤد نے اس حدیث کے ایک جزو کو روایت کیا ہے ۲ جارج کونسٹان نے یہی وجہ تحریر کی ہے عرب کے دیہات کی زبان شہروں کے مقابلہ میں زیادہ اچھی تھی اور وہاں کی آب و ہوا بھی زیادہ صحت بخش تھی ۳ شرح مواہب صفحہ ۱۴۲

یہ قبیلہ صحت اور آب وہوا کے اعتبار سے پورے عرب میں مشہور تھا۔ اسی وجہ سے اس قبیلہ کی عورتیں سال میں دو مرتبہ ربیع اور خریف کے موسم میں مکہ آتیں اور بچوں کو لے جاتیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آدمیوں کے علاوہ تمام مخلوق مرغان وابر وغیرہ میں منازعت ہوئی کہ وہ دودھ پلائیں[1]، اس وجہ سے کہ جب آپ پیدا ہوئے تو اہل غیب نے اُن کو نظر مادر سے غائب کر دیا اور تمام روئے زمین شرق اور غرب کی سیر کرائی اور منادی نے ندا دی کہ "یہ محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں"۔ وہ پستان مبارک جس سے آپ نے دودھ پیا، وہ ہاتھ مبارک جن سے آپ کی پرورش ہوئی، وہ گھر مبارک جہاں آپ رہے!! جب یہ آواز سُنی تو تمام مخلوق نے اسکی آرزو کی لیکن یہ نعمت حلیمہ بنت ذویب سعدیہ کی قسمت میں لکھ دی گئی تھی۔

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ حلیمہ سعدیہ نے فرمایا کہ آپ کی ولادت کا سال ہمارا قبیلہ سختی اور قحط میں مبتلا تھا، ہمارے پاس ایک نہایت ہی کمزور دراز گوش اور ایک بڈھا اُونٹ تھا کہ چلنے کی طاقت نہ رکھتے تھے، ان دنوں میں حاملہ تھی۔ سات دن سے اور بروایت دیگر تین دن سے کھانا نہیں کھایا تھا۔ جب وضع حمل ہوا۔ میں نہیں جانتی کہ یہ میری شور و فریاد کا اثر تھا یا وضع حمل کا اثر کہ میں بے ہوش ہو گئی مجھے زمین و آسمان کچھ نہ دکھلائی دیتا تھا، بچہ بھوک کی وجہ سے سوتا نہیں تھا، میں نے اسی حالت میں ایک خواب دیکھا کہ ایک آدمی نے مجھ کو اُٹھا کر ایک نہر کے کنارے بٹھا دیا کہ جس کا پانی بہت سفید تھا اور غوطہ دیا، اور کہا اس سے خوب پانی پی لے تاکہ دودھ زیادہ ہو اور بچے کو خیر و برکت حاصل ہو۔ میں نے خوب پیا اور وہ کہتا تھا اور پی اور پی، اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا تھا۔ وہ آدمی بولا مجھے شناخت کرتی ہے؟ میں نے کہا نہیں، اُس نے کہا میں وہ شکر ہوں جو مشقت کے زمانہ میں تو کیا کرتی تھی اور دیکھ تو مکہ میں جا وہاں تیری روزی کشادہ ہوگی اور تو وہاں سے ایک چمکدار نور لائیگی۔ بجز ممکن اس حال کو پوشیدہ رکھنا، اور میرے سینہ پر ہاتھ مارا جب میں بیدار ہوئی تو اپنے اندر ایک عجیب توانائی تھی میرے پستان دودھ سے لبریز تھے، میرے اہل قبیلہ بھی اسی سختی میں تھے اور ہر طرف نالہ و بکا کی آوازیں سُنائی دیتی تھیں، عورتوں نے مجھ سے دریافت کیا۔ حلیمہ یہ عجیب حال ہے، کل تو تو ایسی نہ تھی مگر میں نے اسی امر کی وجہ سے حال بیان نہ کیا

[1] اس روایت کو صوفیا نے روایت کیا ہے مختار اور محمد غنی نے نہیں روایت کیا صفحہ ۱۴ جلد ۱

ہم سب نے طلبِ معاش میں مکہؔ کا ارادہ کیا میں بھی اُن کے ساتھ ہو گئی - ہمارا قافلہ جب مکہ کے قریب پہونچا تو میں نے ایک غیبی آواز سنی

"آگاہ ہو جاؤ! اس سال مکہ کی عورتوں کے لڑکیاں ہی پیدا ہوئی ہیں ایک بچہ قریش میں دن کا آفتاب اور رات کا ماہتاب پیدا ہوا ہے۔ وہ پستان خوش نصیب جو اس کو دودھ پلائے۔ بنی سعد کی عورتوں جلدی کرو!

جب عورتوں نے یہ آواز سنی تو سب کام بھول گئیں اور اپنے مردوں سے کہا اور متوجہ بسوئے مکہؔ ہوئیں حلیمہ کا دراز گوش بہت لاغر تھا حلیمہ نے اپنے شوہر سے کہا میں ہر چند ہانکتی ہوں یہ چل نہیں پاتا جلد ی کرنا چاہئے اور میں نے ہر طرف سے یہ آواز سُنی "حلیمہ مبارک ہو! حلیمہ مبارک ہو - ! اچانک میں نے پہاڑ کے درمیان میں ایک شگاف دیکھا کہ اُونٹ کے برابر تھا اور اس سے ایک آدمی نورانی نیزہ ہاتھ میں لئے آیا اور میرے دراز گوش کے مارا اور کہا کہ میں نے تجھ سے اثر شیاطین کو دور کر دیا ہے - میں نے اپنے شوہر سے کہا جو کچھ میں نے دیکھا یا سُنا ہے آپ کو خبر ہے؟ بولا نہیں، میں نے تجھ کو حیران و پریشان تو دیکھا ہے اور کچھ نہیں دیکھا، بہر حال میں نے جلدی کی اور مکہؔ سے دو فرسنگ پر قیام کیا۔ ایک رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک نہایت ہی سبز اور سایہ دار درخت نے مجھ پر سایہ کیا ہے، اُس میں ایک درخت کھجور کا بھی، اور کھجوریں اُس پر لگی ہیں۔ قبیلہ کی عورتیں میرے گرد جمع ہیں۔ ناگاہ ایک خرما میری گود میں گرا وہ ذائقہ میں شہد سے زیادہ میٹھا تھا۔ بیدار ہونے پر میں نے اس واقعہ کو کسی سے نہ کہا اور سوچا کہ اگر خدا نے خیریت کی تو خود ہی ظاہر ہو جائیگا۔ میرے قبیلہ کی عورتوں نے مکہ کے سردارو ں کی اولاد کو لے لیا اور میں تمام روز گشت لگاتی پھری۔ مجھے کوئی بچہ دستیاب نہ ہوا۔ میں اپنی آمد پر افسوس کرتی ہوئی ایک جگہ بیٹھی تھی کہ اچانک ایک شریف آدمی نظر آئے میں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا "عبد المطلب" ہیں آواز دے رہے ہیں، عورتو! تم میں سے کوئی دودھ والی عورت ہے جس نے کوئی بچہ نہ لیا ہو! حلیمہ کہتی ہیں دوڑ کر عرض کیا میں ہوں۔ بولے تیرا نام کیا ہے؟ میں نے کہا، میں بنی سعد کی حلیمہ ہوں۔ فرمایا مرحبا مرحبا تیرے اندر دو خوبیاں ہیں۔ سعد اور حلم۔

فیھا عز الدھر وعز الابد — ان ہی میں دُنیا کی اور ہمیشہ کی عزت ہے

اور فرمایا حلیمہ میرے پاس ایک بچہ ہے "نام محمدؐ" ہے یتیم ہے اس کو کسی عورت نے قبول نہیں کیا ہے

اے حلیمہ کیا تو قبول کرے گی، اس کی برکت سے خدا تجھ کو غذا بخشے گا۔ میں نے کہا مجھے مہلت دیجئے تاکہ میں اپنے شوہر سے مشورہ کر لوں۔ فرمایا کوئی بُرائی نہیں ہے۔ میں آئی اور اپنے شوہر سے کہا۔ میرے شوہر کے دل میں خدا نے یہ بات ڈالی جو کہہ دیا جلدی جا اور اس بچہ کو لے کر آ۔ مگر میرے بھائی نے کہا "قبیلہ کی تمام عورتیں صاحبِ پدر بچوں کو لے جا رہی ہیں تو یتیم کو لینے جاتی ہے۔ میں اس قول سے اگرچہ متزلزل سی ہو گئی مگر میرے دل میں خدا نے بات ڈالی" اگر اس یتیم کو چھوڑا فلاح نہ پائے گی" میں نے اس کی بات پر کوئی توجہ نہ کی میں لوٹ کر عبدالمطلب کے پاس آئی اور کہا۔ لائیے! یہ سُن کر وہ خوش ہو گئے اور سر سجدہ میں گرا دیا اور آسمان کی طرف سر اُٹھا کر کہا "خدایا محمد صلعم کو سعادت دیئے والا بنا" اور مجھ کو گھر لے آئے۔ میں نے بی بی آمنہ آپ کی والدہ ماجدہ کو دیکھا کہ نہایت ہی باجمال خاتون ہیں۔ نور ان کی پیشانی کے خطوط سے چمک رہا تھا۔ عبدالمطلب نے ان سے میرا نام اور تمام حال بیان کیا۔ بی بی آمنہ نے فرمایا "اَھْلاً وَّسَھْلاً" اور میرا ہاتھ پکڑ کے اس گھر میں لے گئیں جہاں "محمد صلعم" آرام فرما رہے تھے اور صوف کے کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے کہ مشک سے بہتر خوشبوئیں پھوٹ رہی تھیں اور سبز کپڑا اُن پر پڑا تھا، آرام فرما رہے تھے جب میں نے اُن کے منھ سے کپڑا اُٹھایا اور جمال دیکھا سو جان سے اُن پر عاشق ہو گئی۔ میں نے ان کے سینہ پر ہاتھ رکھا تاکہ بیدار ہو جائیں۔ تبسم فرمایا اور آنکھیں کھول دیں۔ دونوں آنکھوں سے ایسا نور نکلا کہ آسمان تک چلا گیا۔ میں حیران رہ گئی اور گود میں لیا اور داہنی پستان دہنِ مبارک میں دی، آپ نے دودھ نوش فرمایا۔ پھر بائیں دی تو منھ پھیر لیا۔ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے یہ آپ کی جانب سے پہلا عدل و انصاف[۱] تھا۔ حضرت حلیمہؓ کہتی ہیں آپ نے ہمیشہ دائیں پستان کا دودھ پیا اور بائیں پستان اپنے رضاعی بھائی میرے لڑکے کے لئے چھوڑ دی اور یہ بھی پہلی کرامت تھی جب آپ دودھ سے سیر ہو جاتے اس کے بعد میرا لڑکا مانگتا میرے لڑکے نے کبھی آپ سے پہلے دودھ نہیں پیا۔

حضرت حلیمہؓ فرماتی ہیں کہ میں جلد سے جلد اپنے شوہر کو یہ نعمت دکھلانا چاہتی تھی۔ عبدالمطلب نے کہا حلیمہ مبارک ہو، یہ پسر سعید! میں لڑکے کو لے کر اپنے شوہر کے پاس آئی۔ حضرت آمنہؓ نے فرمایا حلیمہ جب تو مکہ سے رخصت ہو تو میرے پاس آنا میں اس بچہ کے بارے میں ایک خواب تجھے بتلاؤں گی

---

[۱] اس طویل بحث کو شرح مواہب میں ابو نعیم، بیہقی وغیرہ محدثین سے روایت کیا ہے صفحہ ۱۴۲ جلد ا

اور کچھ وصیت کروں گی، بوقت رخصت اُنھوں نے مجھ سے فرمایا دو روز قبل میں نے خواب دیکھا تھا کہ کسی نے کہا " اپنے بچہ کو قبیلہ سعد کی عورت جو ابی ذویب کے ساتھ نسبت رکھتی ہے، کو دینا"۔ مَیں نے کہا بی بی یہ کنیت تو میرے شوہر اور میرے باپ کی ہے اور نیز اخواب سچا ہے۔

میرے شوہر نے جب بچہ کو دیکھا تو سجدۂ شکر بجا لایا اور بولا ایسا بچہ میں نے آدمیوں میں نہیں دیکھا ہے" ہم چند روز مکہ میں رہے۔ ایک شب میں نے دیکھا اُن کے گرد نور کا ہالہ ہے اور اُن کا سبز کپڑا سرہانے رکھا ہے میں نے شوہر کو بیدار کیا۔ میرے شوہر نے کہا حلیمہ خاموش! کسی سے نہ کہنا۔ "یہ لڑکا عظیم ہو گا" حلیمہ کہتی ہیں ہم تین روز بروایت دیگر سات روز مکہ میں رہے۔ میں روز بی بی آمنہ کے پاس آتی اور وہ مجھ سے عجائباتِ زمانۂ حمل اور ولادت کا ذکر فرماتیں۔ ایک دن ہم بی بی آمنہ سے رخصت ہوئے اور قبیلہ بنی سعد کی طرف آئے اور اس "دراز گوش" پر سواری ہوئی، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سامنے بٹھایا وہ جانور نہایت چست اور چالاک ہو کر چلا اور خوشی کے ساتھ کعبہ کی طرف متوجہ ہُوا اور تین بار سر کو سجدہ میں رکھا۔ تمام عورتوں کو تعجب ہوا، بولیں حلیمہ! یہ دراز گوش وہ نہیں ہے؟ اس کی تو شان ہی عجیب ہے۔ حلیمہ کہتی ہیں میں نے دراز گوش کی زبان سے سُنا وہ کہتا تھا " میری بڑی شان ہے، اللہ تعالیٰ نے مجھے دوبارہ زندگی اور فربہی عطا کی"۔ حلیمہ کہتی ہیں جس منزل میں ہم نے پڑاؤ کیا وہ سرسبز اور شاداب ہو گئی۔[۱]

حلیمہؓ کہتی ہیں جب ہم گھر آئے تو ہمارا گھر برکتوں سے بھر گیا، ہماری بھیڑوں نے خوب بچے دیئے اور خوب دودھ دیا اور وہ خوب فربہ ہو گئیں۔ قبیلہ کی عورتوں نے اپنے چرواہوں سے کہا تم بھی وہیں اپنی بکریاں چراؤ۔ غرضکہ ہم خوب مالدار ہو گئے اور جو بھی جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا آپ پر فریفتہ ہو جاتا، میں اُن کی بہت نگرانی کرتی تھی جب اُنہوں نے بولنا شروع کیا تو عجیب عجیب باتیں فرمانے لگے، میں نے آپؐ کو کہتے سُنا ہے

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ	اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے تمام تعریف اللہ رب العالمین کے لئے ہے

اور کبھی ارشاد فرماتے

---

[۱] شرح مواہب صفحہ ۱۴۸ جلد ۱

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قد وسا قد وسًا نامت العیون وَ الرَّحمٰن لا تاخذہ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْم [1]	خدا کے سوائے کوئی معبود نہیں وہ مقدس ہے مقدس ہے، آنکھیں سوتی ہیں مگر رحمٰن کو اونگھ تک نہیں آتی۔

حلیمہ فرماتی ہیں آپ نے کبھی کپڑے پر بول و براز نہیں کیا۔ وقتِ معین پر بول و براز کرتے اس کے خلاف نہ کرتے، اگر میں کبھی منہ دھلانا چاہتی تو غیب سے کوئی دھلا دیتا، اگر ستر عورت ظاہر ہو جاتا تو اُس وقت تک مضطرب رہتے جب تک ڈھک نہ دیا جاتا، اور جب قبیلہ کے بچے آپ کے پاس کھیلنے کو آتے تو آپ منع فرما دیتے کہ ہم کھیلنے کے لئے نہیں آئے ہیں۔

حضرت حلیمہ کہتی ہیں کہ آپ کی نشو و نما اس طرح ہوئی کہ کوئی مخلوق مثال میں نہیں آسکتی۔ مجھے تعجب تھا، روایت ہے کہ آپ ایک روز میں اتنے ہو جاتے کہ دوسرے سال بھر میں ہوتے، جب دو سالہ ہوئے تو جوان سے معلوم ہونے لگے۔ آپ میں کوئی بد خصلت نہیں تھی، کوئی چیز بائیں ہاتھ سے نہ پکڑتے اور ہر چیز کو بسم اللہ کہہ کر پکڑتے۔

حضرت حلیمہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دن ایک بکری آئی اور آپ کے سامنے سجدہ ریز ہو گئی اور آپ کے سرِ مبارک کو بوسہ دیا اور چلی گئی، روایت ہے کہ دو مرغ بروایتِ دیگر دو مرد سفید لباس روزانہ آتے اور چلے جاتے، ایک دن آپ نے فرمایا اماں! ہمارے بھائی دن میں کہاں جاتے ہیں میں نے کہا میری جان فدا ہو! وہ دن کو بکریاں چرانے جاتے ہیں اور شام کو آتے ہیں، آپ نے فرمایا صبح کو ہم بھی جائیں گے جب صبح ہوئی میں نے لباس پہنایا اور بالوں میں شانہ کیا اور "حرز یمانی" نظرِ بد کے ڈر سے گلے میں ڈالا [2]۔ آپ نے اُتار پھینکا اور فرمایا میری حفاظت وہ کرتا ہے جو میرے ساتھ ہے اور اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ قریب کے جنگل میں گئے

---

[1] اسی قسم کی روایات کو حلبی، بیہقی، ابنِ عساکر۔ واقدی نے بیان کیا ہے جن کے الفاظ مختلف ہیں۔ مہد یا گود میں بچے کے کلام کے بارے میں بیان کیا ہے کہ یہ صرف حضورؐ ہی کے خصائص میں سے نہیں ہے بلکہ بعض غیر انبیاء نے بھی گہوارہ میں تکلم کیا ہے مثلاً ابنِ ماشطۃ بنت فرعون شاہد یوسف علیہ السلام۔ صاحب جریج، اصحاب الاخدود کا بچہ وغیرہ رواہ حاکم و مواہب صفحہ ۱۴۷ جلد ۱

[2] اس بات سے ثابت ہے کہ عورتوں کا ضعیف العقیدہ ہونا زمانہ قدیم سے ہے۔

واقعہ شقِ صدر

جب آدھا دن ہوا تو میرا لڑکا حمزہ دوڑا ہوا آیا، پسینہ اس کی پیشانی سے ٹپک رہا تھا۔ اور بولا اے ماں اے ماں" ہمارے بھائی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر لو! دو آدمی آئے اور ان کو پہاڑ پہ اٹھا لے گئے اور ان کا سینہ چاک کر دیا اور میں کچھ نہیں جانتا معلوم نہیں اب ان کا کیا حال ہے؟ میں نے اور میرے شوہر نے جب یہ سنا تو پریشان حال پہاڑ پر پہونچا تو دیکھا کہ آپ سرِ کوہ پر بیٹھے ہیں۔ ہمیں دیکھ کر تبسم فرمایا، میں نے آپ کے سر و چشم کو بوسہ دیا اور دریافت کیا، فرمایا میں اپنے بھائیوں کے درمیان بیٹھا تھا کہ دو آدمی آئے اور بروایتِ دیگر تین آدمی سفید لباس پہنے ہوئے آئے، ایک کے ہاتھ میں چاندی کا لوٹا تھا اور دوسرے کے ہاتھ میں زمرد کا طشت تھا، وہ مجھے اٹھا کر پہاڑ پر لائے۔ نہایت نرمی اور مہربانی سے پیش آئے اور میرا سینہ ناف تک چاک کر دیا کہ مجھے کچھ بھی درد نہ معلوم ہوا اور پھر میرے پیٹ میں سے آنتوں کو نکال کر برف کے پانی سے دھویا پھر وہیں رکھ دیا اور پھر میرے دل کو نکالا اور اس کو دھویا اور اس میں جو سیاہ داغ تھا اس کو دور کیا اور کہا۔

هذا حظ الشيطان منك	اے اللہ کے دوست یہ آپ کے اندر
يا حبيب الله [1]	شیطان کا حصہ تھا۔

اور اس کے بعد دل کو ویسے ہی رکھ دیا اور نور کی ایک مہر لگا دی گئی، اس کی خوشی میں رگ و پے میں محسوس کرتا ہوں [2]

دلم خزانۂ اسرار بود و دست قضا
درش بہ بست و کلیدش بدلستانی داد

اور میرے سینہ پہ ہاتھ پھیرا کہ وہ بدستور ہو گیا اور میرے سر و چشم کو بوسہ دیا اور اڑ گئے، اور دیکھو! آسمان میں داخل ہونے کی جگہ ان کی وہ ہے! حلیمہؓ کہتی ہیں میں آپ کو گھر لائی، میری قوم کی عورتوں نے کہا جن کا اثر معلوم ہوتا ہے، کاہن کے پاس جانا چاہئے، آپ نے فرمایا میں بالکل صحیح و سالم ہوں، لیکن آپ کو کاہن کے پاس لے جایا گیا۔ کاہن نے کہا بچہ کو خود اپنا حال بیان کرنا

---

[1] اس کو امام احمد اور مسلم نے بروایت حضرت انسؓ ذکر کیا ہے [2] شرح مواہب صفحہ ١٥١ جلد ١

[3] آپ کا شقِ صدر اور قلبِ مبارک کے دھونے کے بارے میں علامہ ابن جریر طبری اور علامہ ابن کثیر نے بیان کیا ہے کہ یہ صرف آپ ہی کے لئے خاص نہیں تھا اور انبیا کے ساتھ بھی ہوا ہے اور استدلال میں سدی کی روایت پیش کی ہے شرح مواہب صفحہ ١٥٢ جلد ١

چاہیئے۔ آپ نے سب حال بیان کیا۔ حالات سُن کر وہ کود پڑا اور گر پڑا اور حضورؐ کو اپنے سینہ سے لگا لیا اور شور مچایا "اے قومِ عرب! اس بچہ کو قتل کر دو! یہ تمہارے دین کو مٹائیگا تمہارے عاقلوں کو بے وقوف بتلائے گا" حلیمہ نے جب یہ بات سُنی تو کاہن سے کہا تو دیوانہ ہے[۵] اور آپ کو ہاتھ میں سے لے لیا اور گھر لائیں۔ قبیلہ بنی سعد کا کوئی گھر ایسا نہ تھا کہ مشک کی خوشبو اس گھر میں نہ پہونچی ہو۔

مکہ کو واپسی

حلیمہؓ کہتی ہیں جب یہ واقعہ ہو چکا تو میرے شوہر اور قبیلہ والوں نے کہا اس بچہ کو عبدالمطلب کے پاس پہونچا دینا چاہیئے۔ پس ہم نے مکہ کا ارادہ کیا جب مکہ کے قریب آئی تو شہر کے بڑے دروازے کے قریب میں نے آپ کو بٹھایا اور قضائے حاجت کے لئے گئی جب واپس آئی تو میں نے آپؐ کو نہ دیکھا جو بھی وہاں موجود تھا دریافت کیا کسی نے نہ بتلایا۔ میں بہت پریشان ہوئی تو ایک بوڑھا آدمی آیا اور میری پریشانی کا حال دریافت کیا۔ میں نے سب واقعہ بیان کیا۔ اُس نے کہا میں ایک طریقہ بتلاتا ہوں وہ یہ ہے کہ "بُتِ ھُبل" جو بہت بڑا عالی مقام ہے اور سب کچھ جانتا ہے، اس کو جاکر کہو وہ اگر چاہے گا تو تجھے پتہ بتلادیگا میں نے کہا "تیری ماں تجھے نہ پائے" تو نہیں جانتا اُن کی ولادت کے وقت ان بُتوں کی کیا حالت ہوئی تھی۔ بوڑھے نے کہا تو پاگل ہے۔ پریشانی کی وجہ سے تیری سمجھ میں بات نہیں آتی، میں جاتا ہوں اور دریافت کرتا ہوں۔ وہ گیا اور بُتوں کے سات چکر لگائے اور دریافت کیا۔ ھُبل نے یہ سُنا اور گر پڑا اور تمام بُت سرنگوں ہو گئے اور بولے ہمارے نزدیک "محمد صلی اللہ علیہ وسلم" کا نام مت لے، وہ ہمارا ہلاک کرنے والا ہے۔ بُت پرستوں سے جاکر کہو، سب سے بڑی قربانی یہ ہے کہ وہ "محمد صلعم" کو قربان کر دیں تاکہ خلاصی مل جائے۔ حلیمہؓ کہتی ہیں وہ بوڑھا لرزیدہ باہر آیا مُنہ کھُلا تھا۔ لاٹھی اُس کے ہاتھ سے گر پڑی اور بولا، اے حلیمہ! تیرا خدا "محمد صلعم" کو ضائع نہ کرے گا۔ حلیمہ بہت پریشان ہو کر عبدالمطلب کے پاس آئیں اور ماجرا بیان کیا۔ عبدالمطلب نے فرمایا اطمینان رکھ۔ اور صفا پہاڑ پر جاکر آواز دی، آلِ غالب! آلِ غالب! سب لوگ سُن کر حاضر ہوئے۔ آپ نے کہا میرا بیٹا

۵؎ اہلِ عرب کی عادت تھی کہ وہ اپنے اہم امور کے بارے میں کاہنوں کی طرف رجوع کرتے تھے اور ان کے مذہبی قبضہ سے وہی اُن کے پیشوا تھے (کما سیاتی)۔ واقعہ شقِ صدر اس وقت پیش آیا تھا جب آپ کی عمر شریف چار سال کی تھی (شرح مواہب ج۱ ص۱۵۰)

"محمد صلعم" گُم ہو گیا جس طرح ممکن ہو پتہ لگاؤ اور خود مسجدِ حرام میں پہونچے اور طواف کیا اور دُعا کی، ندا آئی تمہارا فرزند محفوظ ہے، دریافت کیا کہاں ہے؟ جواب ملا وادی تہامہ میں ایک درخت کے سایہ میں بیٹھے ہیں۔ جناب عبد المطلب یہ سُن کر دوڑے ہوئے گئے تو دیکھا کہ ایک لڑکا بیٹھا ہے، دریافت کیا تو آپ نے فرمایا میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں۔ عبد المطلب نے فرمایا میں تیرا دادا ہوں اور اپنے سامنے زین پر بٹھا کر لائے ۔[۱]

حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں جب عبد المطلب نے آپ کو پا لیا تو بہت سا زر و جواہر صدقہ کیا اور حلیمہ پر بہت انعام و اکرام فرمایا اور قبیلہ بنی سعد کی طرف واپس کیا۔

روایت ہے کہ جب آپکی مدتِ رضاعت قبیلۂ بنی سعد میں دو سال پوری ہو گئی تو حلیمہ آپ کو آپ کی والدہ کے پاس لائیں لیکن آپ کے قدوم کی برکت کی بہت زیادہ حریص تھیں، آپ کی والدہ سے کہا۔ مکہ کی بیماری سے مجھے پریشانی ہے ابھی کچھ عرصہ ہمارے پاس اور چھوڑ دو، آپ کی والدہ اس پر امنی ہو گئیں، اور دو یا تین سال کی مدت تک آپ کو قبیلہ بنی سعد میں رہنا پڑا اور شقِ صدر کا واقعہ اسی دوسری مرتبہ کی آمد کے بعد پیش آیا تھا[۲] غرض کہ اس واقعہ کے بارے میں روایات مختلف ہیں کہ پہلی مرتبہ کا یہ واقعہ ہے یا دوسری مرتبہ کا۔ ایک روایت یہ ہے کہ شقِ صدر چھٹے سال میں ہُوا اور دس سال کی بھی روایت ہے اور صحیح احادیث میں وارد ہے کہ شقِ صدر شبِ معراج میں واقعہ ہوا تھا، انشاء اللہ اس کی تفصیل آجائے گی۔ مجموعہ روایات سے اس قدر حاصل ہے کہ واقعہ شقِ صدر متعدد بار پیش آیا ہے[۳]

حالات سنہ ۶ ولادت

جب حلیمہؓ نے آپ کو بی بی آمنہ کے پاس پہونچا دیا تو اُمِّ ایمنؓ جناب عبد اللہ کی باندی جو ترکہ پدری سے آپ کو ملی تھیں آپ کی نگہداشت اور پرورش پر مامور ہوئیں۔ اُمِّ ایمنؓ کہتی ہیں آپ نے بھوک اور پیاس کی کبھی شکایت نہیں کی جب

---

[۱] ان واقعات سے ظاہر ہے کہ اعلانِ رسالت سے قبل خواصِ مکہ اچھی طرح سے جانتے تھے کہ محمد صلعم عظیم الشان اور رفیع القدر انسانوں میں سے تھے لیکن اعلان کے بعد انہی بزرگوں نے سب سے پہلے انکار کیا، یہ کسی خاص سبب کی طرف نشاندہی کرتا ہے، وہ یہ کہ کاہنوں اور راہبوں کے اثر سے اُن کا ذہن رسولوں کے بارے میں رہبانی تصور رکھتا تھا۔ اسی وجہ سے انہوں نے کہا تھا مالِ ھٰذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق) اور دوسری وجہ ماعلیہ وجدنا آبائنا پر ان کو اصرار تھا۔ تفصیل آئے گی۔

[۲] غالباً چوتھے سال جیسے کہ گذر چکا ہے [۳] شقِ صدر چار مرتبہ ہوا۔ حلیمہ سعدیہ کے یہاں۔ بارہ سال کی عمر میں۔ نزولِ وحی سے قبل معراج کے وقت اور ایک مرتبہ چار سال اور ۱۲ سال کے درمیان اور پانچ مرتبہ کی بھی روایت ہے۔ واللہ اعلم۔ شرح مواہب صفحہ ۱۵۳ جلد

شام ہوتی ایک گھونٹ آب زمزم نوش فرماتے اور پوری رات کچھ نہ طلب فرماتے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ چاشت کے وقت آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا جاتا اور آپ فرما دیتے مجھے خواہش نہیں ہے" جب آپ کی عمر ۶ سال یا سات سال ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ امِ ایمن کے ہمراہ مدینہ منورہ آئیں، وہاں قبیلہ بنو النجار میں اُن کے بھائی تھے اور اسی جگہ جس کو "نابغہ" کہتے ہیں ایک ماہ قیام فرمایا۔ پھر مکہ واپس آئیں جب مقام "ابوا" پہونچیں تو بی بی آمنہ کی وفات ہوگئی اور وہیں آپ کو دفن کردیا گیا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ بی بی آمنہ کی قبر مکہ میں ہے، علماء کی ایک جماعت نے اس طرح مطابقت کی ہے کہ پہلے ابواء میں دفن کیا گیا ہوگا اور بعد میں لاش کو منتقل کرکے مکہ میں دفن کیا گیا[1]۔

حالات بعد ولادت

منقول[2] ہے کہ جب مقام "ابوا" میں بی بی آمنہ کی وفات ہوگئی تو امِ ایمن رضی نے آپ کو عبد المطلب کے سپرد کردیا اُنہوں نے گود میں اُٹھایا اور انتہائی شفقت اور محبت سے پیش آئے۔ آپ کے بغیر کبھی دسترخوان پر نہیں بیٹھے۔ حضور صلعم تنہائی میں اور مجلس میں عبد المطلب کے تخت پر بیٹھ جاتے تھے۔ خواجہ عبد المطلب کے بعض خواص ادب کی رعایت سے منع کرتے تو خواجہ عبد المطلب منع کرتے "میرے بیٹے کو رہنے دو منع نہ کرو! اس کی بھی شاہی شان ہے"

روایت ہے کہ ایک حجرہ میں خواجہ عبد المطلب کا مخصوص مسند تھا اس پر کوئی نہیں بیٹھ سکتا تھا ایک روز آپ اس پر بیٹھ گئے ایک آدمی نے آپ کو منع کیا آپ اس سے بہت ملول ہوئے اور آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ جب خواجہ عبد المطلب نے یہ حال دیکھا تو بولے "میرے بیٹے کو بیٹھنے دو یہ بھی اس مسند پر بیٹھ کر اپنی شرافت محسوس کرے گا" مجھے امید ہے کہ عرب میں اس سے بڑے مرتبہ کا کوئی[3] نہ ہوگا

کہتے ہیں کہ بنی مدلج فنِ قیافہ میں بہت شہرت رکھتے تھے عبد المطلب سے بولے کہ ان صاحبزادہ کی حفاظت فرمائیے ہم نے ان کے قدم حضرت ابراہیم کے مشابہ پائے ہیں اور اس کا اثر مقام ابراہیم میں ہے۔ خواجہ عبد المطلب نے ابو طالب سے کہا سنتے ہو! یہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ اسی روز سے ابو طالب

---

[1] شرح مواہب صفحہ ۱۶۴ جلد ۱ [2] روایت ہے کہ بی بی آمنہ مدینہ میں ایک ماہ رہیں وہاں یہودیوں نے کہنا شروع کردیا کہ یہ اس امت کا نبی ہوگا اور آپ کے قتل کے درپے ہوگئے۔ اسی خوف سے بی بی آمنہ واپس ہوگئی تھیں۔ ۶۴

[3] جارج کونشان نے نقل کیا ہے کہ عبد المطلب آپ کو دار الندوہ ساتھ لے جایا کرتے تھے اگرچہ وہاں چالیس سے کم عمر لوگوں کا داخلہ بند تھا، لیکن وہاں بھی آپ کی نمایاں حیثیت رہتی تھی۔

آپ کی بہت نگہداشت کرنے لگے اور عبدالمطلب نے اُمِّ ایمنؓ سے کہا کہ "فرزندِ ارجمند کی پرورش میں کوتاہی نہ برتنا، کہتے ہیں کہ یہ پیغمبر ہو گا [۵۱]

اسی سال خواجہ ابو طالب چند اشرافِ قریش کے ساتھ یمن کی طرف "سیف بن ذی یزن" کو مبارکباد دینے گئے، اُنہوں نے عبدالمطلب کو اُن کی نسل میں پیغمبر ہونے کی بشارت دی [۵۲]۔ تفصیل اس قصّہ کی اسی کتاب "فضائلِ پیغمبر علیہ السلام" میں مذکور ہوگی، انشاء اللہ۔

اس سال میں دوسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ عبدالمطلب نے آپ کے توسط سے بارش کی دعا کی۔ رقیقہ بنت ابی صیفی سے مروی ہے کہ چند سال سے قریش قحط اور تنگی میں مبتلا تھے، زمین پر گھاس نہ تھی جانور لاغر ہو رہے تھے، میں نے اُسی زمانہ میں ایک خواب دیکھا کہ کوئی ندا دیتا ہے اے اہلِ مکہ تمہارے درمیان ایک پیغمبر ہونے والا ہے، اُن کے توسط سے بارش طلب کرو۔ دیکھو تمہارے درمیان ایک شخص دراز قد (عبدالمطلب کی طرف اشارہ ہے) اس سے کہو اور تمہارا ہر قبیلہ غسل کر کے خوشبو لگائے اور طواف کعبہ کرے اور رکنِ یمانی کو بوسہ دے اور پھر سب کوہِ ابو قبیس پر آئیں۔ وہ آدمی دعائے بارش کرے اور سب اس پر آمین کہیں" کہتی ہیں جب میری آنکھ کھلی تو اس کا تذکرہ کیا۔ وہ نشانات عبدالمطلب میں پائے۔ سب نے مل کر ان سے التجا کی اور سب نے ویسا ہی کیا جو ہدایت تھی۔ خواجہ عبدالمطلب نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوش پر بٹھایا اور اُن کے توسط سے دعا کی، راوی کا بیان ہے قسم خدا کی ابھی لوگ پہاڑ سے اُترے بھی نہیں تھے کہ ایک بادل بیت اللہ کی طرف سے اُٹھا اور خوب برسا اور سب نالے بہہ نکلے اور سب لوگوں نے مل کر کہا

ھَنِیئًا لَکَ یَا اَبَا البَطحَا	بطحا کے سردار مبارک ہو

---

[۵۱] مندرجہ واقعات سے ثابت ہے کہ حضور صلعم کے رسول ہونے کے بارے میں کفارِ مکہ کو پہلے سے اندازہ تھا بلکہ اُن کے سامنے کچھ شواہد تھے اگر آپ اُن کے راہبانہ مخصوص ذہن کے ہوتے تو وہ انکار نہ کرتے لیکن آپ کو نبیِ آخرالزماں ہونے کی حیثیت سے زندگی کے تمام گوشوں میں انسانوں کی رہنمائی کرنی تھی، ان امور کی انجام دہی کی وجہ سے اُس رہبانی تصور کی تردید ہوتی تھی، اس سے اُن کو آپ کے اعلان کے بعد شک ہو گیا اور اُنہوں نے انکار کر دیا۔ اور بھی وجوہات ہیں جن کو ذکر کیا جائے گا۔

[۵۲] یہ بھی نہایت واضح دلیل ہے کہ عربوں کو آپ کے رسول ہونے کا علم تھا۔

رقیقہ جنھوں نے اس واقعہ کو بچشمِ خود دیکھا ہے فرماتی ہیں۔

بشیبۃ الحمد اسقی اللہ بلدتنا　　لما فقدنا الحیاء واجلوذ المطر[۱]

حالات از سنہ ۸ تا سنہ ۱۳ ولادت

اسی سال عبدالمطلب کی وفات ہوگئی اُنھوں نے مرتے دم خواجہ ابو طالب کو وصیت کی کہ "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم کی بے انتہا حفاظت کی جائے کہتے ہیں آخر عمر میں عبدالمطلب نابینا ہو گئے تھے اُن کی عمر ایک سو بیس [۱۲۰] سال کی ہوئی۔ ایک قول ۸۲ سال کا بھی ہے، اسی سال نوشیرواں اور اس کے بیٹے هرمز اور مشہور سخی حاتم طائی کی بھی وفات ہوئی۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا، کیا آپ کو اپنے دادا کی وفات یاد ہے؟ فرمایا اُس وقت میں آٹھ سال کا تھا، اُمِ ایمن رض سے مروی ہے کہ آپ عبدالمطلب کے جنازے کے پیچھے روتے ہوئے جا رہے تھے!!

حضور صلعم کو جو ابو طالب کے سپرد کیا گیا تو اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ دوسرے چچاؤں کے مقابلہ میں وہ آپ سے زیادہ محبت رکھتے تھے۔ یہ بھی روایت ہے کہ ابو طالب اور زبیر کے درمیان قرعہ اندازی ہوئی تھی اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ کو اختیار دیا گیا تھا، آپ نے ابو طالب کی کفالت کو پسند فرمایا تھا چنانچہ ابو طالب نے بھی نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد آپ کی بے انتہا حمایت اور حفاظت کی اور عبد المطلب کی طرح بغیر آپ کے کبھی دسترخوان پر نہیں بیٹھے، اپنے سامنے بٹھلا کر کھلاتے اور اپنے ساتھ دائیں پہلو میں سُلاتے اور اپنے ساتھ ہی باہر لاتے اور کسی وقت جُدا نہ کرتے۔ ابو طالب نے آپ کی شان میں بہت اشعار کہے ہیں، اُن میں سے ایک یہ بھی ہے

وشق لہ من اسمہ لیجلہ　　فذو العرش محمود وھذا محمد

اُس نے (خدا نے) اپنے نام سے اس کا نام بنایا تاکہ وہ بھی جلیل ہو جائے۔ صاحبِ عرش محمود ہے، اور یہ محمد ہے

حضرت حسان بن ثابت نے اس پر تضمین کہی ہے۔

---

[۱] شبیۃ الحمد "عبدالمطلب کا نام ہے" اللہ تعالیٰ نے عبدالمطلب کے طفیل سے ہمارے شہر کو زندہ کر دیا جبکہ ہماری زندگی ختم ہوگئی تھی اور پانی بھاگ گیا تھا" ان تمام اشعار میں صراحت موجود ہے کہ کفارِ مکہ اعلانِ نبوت سے قبل آپ کی عظمت پر اعتقاد رکھتے تھے لیکن اعلانِ نبوت کے بعد انکار کرنا یہ بھی عجیب ہے۔ بتفصیل آگے آئیگی۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ أَرْسَلَ عَبْدَهُ بِآيَاتِهِ وَاللّٰهُ أَعْلَىٰ وَأَمْجَدُ
وَشَقَّ لَهُ مِنِ اسْمِهِ لِيُجِلَّهُ

"کیا نہیں دیکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ کو آیات دے کر بھیجا اور اللہ تعالیٰ اعلیٰ اور بزرگ ہے اور اس نے اپنے نام سے اس کا نام بنایا تاکہ وہ بھی جلیل ہو جائے۔"

حالات از ۱۳ سنہ تا ۲۰ سنہ ولادت

اہلِ تواریخ و سیر بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف ۱۲ سال ۲ ماہ دس دن کی ہوئی تو ابو طالب نے ملکِ شام کی طرف بعزمِ تجارت ارادہ کیا، آپ نے ارشاد فرمایا چچا! میرے ماں باپ نہیں ہیں مجھے کس پر چھوڑ کر جاؤ گے، ابو طالب نے کہا جانِ پدر میں اپنے سے تجھے جُدا نہ کروں گا اور ساتھ لے چلوں گا۔ غرضکہ آپ ابو طالب کے ساتھ ملکِ شام کی طرف راہی ہوئے

جب آپ کا گذر "کفر" پر ہوا (یہ ایک گاؤں ہے کہ بصریٰ وہاں سے دو میل ہے) وہاں ایک راہب علمائے نصاریٰ میں سے رہتا تھا، نام اس کا "بحیرہ" تھا۔ اسی وجہ سے اس گاؤں کو "دیرِ بحیرہ" کہتے تھے۔ اس نے وہاں اپنا ایک عبادت خانہ بنا رکھا تھا، اُس نے "انجیل" اور دیگر کتب سماویہ میں پڑھا تھا کہ اس جگہ سے ایک قافلہ قریش کا گزرے گا کہ اس میں "پیغمبر آخر الزماں" ہوں گے اور علامت اُن کی یہ ہوگی کہ فلاں درخت کے سایہ میں ٹھیریں گے۔ چنانچہ جب کوئی قافلہ قریش کا وہاں سے گذرتا "راہب" اپنے عبادت خانہ کی چھت پر چڑھتا جب کوئی علامت نہ پاتا تو واپس عبادت خانہ میں آجاتا اور بغیر قافلہ والوں سے ملاقات نہ کرتا۔ ایک دن ابو طالب کا قافلہ بھی وہاں سے گذرا راہب نے حسبِ دستور دیکھا تو معلوم ہوا ابر کا ایک ٹکڑا آپ کے سر پر سایہ کئے ہوئے چلتا ہے جب ٹھہر جاتے ہیں وہ بھی ٹھہر جاتا ہے، اس سے اُس کو تعجب ہوا اور سمجھ لیا کہ میرا مقصود اسی قافلہ میں ہے۔

روایت ہے کہ جب بحیرہ اپنے عبادت خانہ کی چھت پر چڑھا تو ہر جانب سے اس نے یہ آواز سُنی "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ" اور جب وہ قافلہ اس درخت کے نیچے آیا اور ٹھہرا تو وہ بادل اس درخت کے اوپر آکر ٹھہر گیا۔ اور وہ درخت بہت زیادہ سبز اور سایہ دار ہو گیا۔[۵۲] یہ دیکھ کر راہب نے اپنے مریدوں

---

۵۲ یہ بھی خصائص النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے۔ اس کو ابن اسحٰق نے روایت کیا ہے شرح مواہب صفحہ ۱۹۲/۱ ۔ ۵۳ بحیرہ راہب کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا۔ ابنِ مندہ اور ابونعیم نے اسکو صحابہ کی فہرست میں داخل کیا ہے (شرح مواہب صفحہ ۱۹۵/۱)

اور خادموں کو قافلہ کے پاس بھیجا کہ ہماری دعوت قبول کرلی جائے۔ قافلہ والوں نے کہا، "ابو عامر[1] یہ طریقہ آپ کا خلافِ عادت ہے، بولا گذری ہوئی بات کو رہنے دو اور رفقاء دعوت قبول کرو غرضیکہ سب لوگ "صومعہ" میں کھانے کے لئے آئے۔ بحیرہ اوپر چڑھا اور دیکھا کہ ابر بدستور موجود ہے دریافت کیا تم میں سے کوئی باقی ہے؟ کہا ہاں، ایک لڑکا ہے جو سامان کے پاس ہے، بولا براہِ کرم اسے ضرور بلائیے، غرضیکہ آپ تشریف لائے اور اپنے چچا کی برابری میں بیٹھ گئے۔

یہ بھی روایت ہے کہ بحیرہ پیشوائی کے لئے خود حاضر ہوا اور آپ کا ہاتھ پکڑا اور کہا "یہ اللہ کے رسول ہیں، یہ سید العالمین ہیں یہ "رحمۃ للعالمین" ہیں۔ بڑے بوڑھوں نے دریافت کیا آپ کو کس طرح معلوم ہوا؟ بولا اور تمام علامات جو دیکھی تھیں بتلائیں اور کہا کہ میں پیغمبر آخر الزماں کی علامات شناخت کرتا ہوں کہ اُن کے دونوں شانوں کے درمیان "بقدرِ سیب" "مہرِ نبوت ہوگی" اس کے بعد واپس ہوا اور دعوت کی فکر کی۔

بحیرہ نے بعد فراغتِ طعام ابوطالب سے کہا، بزرگ محترم! میں آپ سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جوان آپ کے کیا ہوتے ہیں؟" فرمایا۔ میرا فرزند۔ کہا غلط۔ اس لڑکے کے ماں باپ اور دادا زندہ نہ ہوں گے۔ ابوطالب نے کہا سچ ہے وہ میرا برادر زادہ ہے۔ بحیرہ بولا خبردار یہود سے بہت زیادہ حفاظت رکھنا وہ اُن کے قتل کے درپے ہیں، اگر اُن کو معلوم ہوگیا تو وہ ہلاک کردیں گے اس کے بعد جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغرضِ امتحان بولا، میں آپ کو لات وعزیٰ کی قسم دیتا ہوں کیا آپ کے دونوں شانوں کے درمیان فلاں علامت ہے؟ آپ نے فرمایا تو مجھے بتوں کی قسم نہ دے میں اُن کا سب سے بڑا دشمن ہوں۔ بحیرہ نے کہا آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں، آپ نے فرمایا آ۔ بحیرہ نے وہ علامت دیکھکر آپ کے سر و چشم کو بوسہ دیا اور کہا کہ "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ رسولِ برحق ہیں"۔ اور آپ کے قدموں کو بوسہ دیا، قریش نے آپس میں کہا راہب کے نزدیک "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا مقام معلوم ہوتا ہے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ ملکِ شام سے تین کاہن یہودیوں کی جماعت جن کا نام "دریس، نرویہ، شمام تھا" بحیرہ کے پاس آئے اور کہا ہمیں کتبِ سماویہ کے مطالعہ سے معلوم ہوا ہے

---

[1] ابو عامر ابو داؤد چھوڑے ہیں ایک یہی اور ایک وہ راہب جو طائف کے علاقہ میں رہتا تھا مناسب مقام پر اسکا ذکر آئیگا۔

کہ آج کی تاریخ یہاں "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم قافلہ کے ساتھ منزل کریں گے۔ ہم اُن کے قتل کے ارادہ سے آئے ہیں۔ بحیرہ نے کسی طرح اُن کو دفع کیا اور ابوطالب سے کہا آپ اپنا سامان یہاں بصرہ میں مناسب نفع سے فروخت کر کے واپس ہو جائیں، اس جوان کے قتل کا اندیشہ ہے۔ روایت ہے کہ خواجہ ابوطالب نے یہیں سے آپ کو چند آدمیوں کے ساتھ روانہ کر دیا اور خود ملکِ شام کی طرف گئے۔ واللہُ اعلم۔

جب آپ کی عمر شریف ۱۷ سال کی ہوئی تو زبیر بن عبدالمطلب نے اور بروایت دیگر حضرت عباس رضؓ نے خواجہ ابوطالب سے کہا آپ ہمارے ساتھ محمد صلعم کو یمن کی طرف بھیج دیجئے۔ ہم بھی ان کی برکتوں سے مستفید ہونا چاہتے ہیں۔ خواجہ ابوطالب نے مان لیا اور آپ اپنے چچا کے ساتھ یمن تشریف لے گئے۔

حالات از سنہ ۲۰ تا سنہ ۲۵ ولادت

جب آپ کی عمر شریف ۲۰ سال ہوئی تو فرشتے آپ کو دکھلائی دینے لگے، آپ نے اپنے چچا سے فرمایا چچا! تین آدمی اس شباہت کے میرے پاس آئے اور مہربانی سے میری طرف دیکھا اور کہا "ابھی ان کے ظہور میں وقت ہے" اور دوسرے دن آئے اور میرے سینہ پر ہاتھ رکھا اور میرا دل نکالا اور کہا "پاک جسم میں پاک دل ہے" اور پھر ویسا ہی کر دیا۔ خواجہ ابوطالب یہ سُن کر سمجھے کہ ممکن ہے اثرِ آسیب[۱] ہو اور مکہ میں ایک کاہن کے پاس لائے کہ ہمیشہ طبابت بھی کرتا تھا۔ اُس نے بغور آپ کے تمام اعضاء کو دیکھا اور کہا۔ ابوطالب! ان پر جن کا اثر ممکن نہیں ہے اور کوئی مرض بھی نہیں ہے، ہو نہ ہو یہ "ملائکہ کرام" ہیں" کہ ان کے دل کا معائنہ کرتے ہیں کیونکہ نبوت کا گمان ہے"[۲]

حالات سنہ ۲۵ ولادت

علمائے سیر فرماتے ہیں سنہ ۲۵ ولادت میں آپ نے ملکِ شام کی طرف سفر تجارت کیا، نفیسہ بنت الیہ کہتی ہیں اس سال بوجہ تنگی اور فقر خواجہ ابوطالب نے آپ سے کہا "خدیجہ بنت خویلد ایک سرمایہ دار خاتون ہیں لوگوں کو مضاربت پر مال دے کر بھیجا کرتی ہیں، اگر تم اُن کے پاس جاؤ اور کہو تو تمھیں بھی کچھ مال عطا کر دیں گی، ممکن ہے اس سے نفع حاصل ہو" آپ قبل اس کے کہ بی بی خدیجہ کے پاس جا کر فرماتے اُنھوں نے ایک آدمی آپ کے پاس بھیجا

[۱] اثرِ آسیب کا تخیل زمانہ جاہلیت میں بہت تھا، اس قسم کے واقعات آئیں گے [۲] علاماتِ نبوت کے لئے کتنی بڑی شہادت ہے!

"اگر آپ شام جائیں تو میں اور لوگوں سے زیادہ منافع آپ کو دوں گی" بی بی خدیجہ آپ سے زیادہ کسی کو امین نہیں جانتی تھیں، آپ نے اس کو قبول کر لیا۔

روایت ہے کہ جب خواجہ ابو طالب نے یہ سُنا تو کہا "یہ خدا کی جانب سے عطا ہے۔" آپ نے سامانِ سفر کیا اور خدیجہؓ کے غلام "میسرہ" کو ساتھ لیا اور روانہ ہوئے۔ یہ بھی روایت ہے کہ بی بی خدیجہؓ کے رشتہ دار "خزیمہ" جو آپ کے دوست بھی ہوتے تھے کو ہمراہ کیا۔ روایت ہے کہ خدیجہ کے دو اُونٹ راستہ میں تھک گئے اور سفر سے عاجز ہو گئے، آپ نے اُن کے پیروں پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی، پھر تو یہ حال ہُوا کہ قافلہ میں سب سے آگے رہے۔ خزیمہ نے جب یہ دیکھا تو دل میں کہا "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان عظیم ہے"۔

منقول ہے کہ جب آپ "دیرِ بحیرہ" پہونچے اُن دِنوں وہاں کا راہب نسطورا" تھا تو آپ نے اُسی درخت کے نیچے قیام فرمایا، نسطورا نے کہا اس درخت کے نیچے بجز رسول کے اور کوئی قیام نہیں کر سکتا۔ نسطورا صومعہ سے باہر آیا اور آپ کی خدمت میں پہونچا اور بغرض امتحان لات و عزیٰ کی قسم دی، آپ نے فرمایا دُور ہو اس سے زیادہ بارِ خاطر کلمہ میرے نزدیک دوسرا نہیں ہے"۔ نسطورا کے ہاتھ میں اُس وقت "صحیفہ" تھا، پڑھا اور کہا بخدا یہ وہی "پیغمبر" ہیں جن کا ذکر انجیل میں ہے"۔ خزیمہ نے جب یہ سُنا تو جانا کہ یہ راہب آپ کے ساتھ کوئی مکر کرنا چاہتا ہے، فوراً ہی تلوار میان سے کھینچ لی اور "یا آلِ غالب" کہہ کر پکارا۔ سب قافلہ والے جمع ہو گئے۔ راہب اپنے صومعہ میں ڈر کی وجہ سے جا گھسا اور دروازہ بند کر لیا اور چھت کے اوپر چڑھ کر مخاطب ہوا۔ "او لوگو میری بات سُنو اور اس کو راز میں رکھو! یہ شخص جو تمہارے ساتھ ہے "پیغمبر آخر الزماں" ہے"۔ عالم میں اس کا غلبہ ہو گا اور کوئی بھی اس سے مقابلہ کی تاب نہ لا سکے گا۔ خزیمہ نے یہ بات سُنی، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، لوگ آپ سے بہت محبت کرتے ہیں، اپنا مال یہیں بصرہ میں فروخت کر کے واپس ہو جائیے! چنانچہ تمام مال وہیں فروخت کر دیا اور بہت نفع کمایا اور واپس ہو گئے۔

جس وقت آپ "مکہ" میں داخل ہو رہے تھے دوپہر کا وقت تھا۔ خدیجہ عورتوں کے ساتھ بالاخانہ پر بیٹھی باتیں کر رہی تھیں کہ ناگاہ اُن کی نظر قافلہ پر پڑی کہ ایک مرغ آپ پر سایہ کئے ہوئے ہے۔

یہ حال عجیب سب نے دیکھا، اتنے ہی میں میسرہ داخل ہوا اور منافع کی اطلاع دی۔ خدیجہ نے مرغ کے سایہ کے بارے میں دریافت کیا تو کہا یہی حال یہاں سے روانہ ہونے سے ہے اور بہت سے عجائبات ذکر کیے۔

حضرت خدیجہؓ سے عقد حضرت خدیجہؓ کا قلب یہ باتیں سُن کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مائل ہوا۔ نفیسہ بنت امیہ کہتی ہیں کہ بی بی خدیجہؓ نہایت خوب رو اور صاحب جمال خاتون تھیں اور قریش میں سب سے زیادہ شریف گھرانے کی تھیں، بہت مال اُن کے پاس تھا اور تمام اہل قریش اُن کے خواہشمند تھے لیکن خدیجہؓ نے قبول نہ کیا تھا، مگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھیجا اور آپ کا خیال معلوم کرنا چاہا۔ نفیسہ کہتی ہیں کہ میں نے آپؐ سے دریافت کیا تو فرمایا "میں گنجائش دار نہیں ہوں کہ اُن کے ساتھ شادی کر سکوں"۔ لیکن جب یہ مرحلہ بھی طے ہو گیا اور نکاح کا وقت مقرر ہو گیا خدیجہ کی طرف سے اُن کا چچا زاد بھائی عمرو بن اسد تھے اور آپ اپنے چچا ابو طالب و حمزہ اور دوسرے خاندان والوں کو لے کر خدیجہ کے یہاں پہونچے۔ منقول ہے کہ جو خطبۂ عقد ابو طالب نے پڑھا تھا وہ یہ تھا ل

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَنَا مِنْ
ذُرِّیَّةِ اِبْرَاهِیْمَ وَزَرْعِ اِسْمٰعِیْلَ
وَضِئْضِئِ مَعَدٍّ وَمُضَرَ وَجَعَلَنَا حَضَنَةَ
بَیْتِهٖ وَسُوَّاسَ حَرَمِهٖ وَجَعَلَ لَنَا بَیْتًا
مَحْجُوْجًا وَحَرَمًا اٰمِنًا وَجَعَلَنَا الْحُکَّامَ عَلَی
النَّاسِ۔ اَمَّا بَعْدُ

تعریف اُس خدا کی جس نے ہمیں ابراہیم
کی اولاد، اسمٰعیل کی کھیتی معد اور مضر کی
اصل بنایا اور اپنے گھر کی نگہبانی اور اپنے حرم
کی نگہداشت کے لئے ترجیح دی اور بیت اللہ
کو حج اور حرم اور امن کی جگہ بنایا اور ہمیں لوگوں پر
حاکم بنایا۔ اما بعد

ل مراسم نکاح یعنی گواہ، خطبۂ نکاح، مہر وکیل وغیرہ اب بھی بدستور اسلام میں ہیں، اور رسمِ ختنہ۔ عقیقہ، ولیمہ غسلِ میت، جنازہ، دفن کرنا۔ مناسکِ حج، اصلاح کے بعد اب بھی موجود ہیں۔ طریقۂ عبادت (نماز) کے علاوہ بہت سی چیزیں زمانۂ جاہلیت میں تھیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل مکہ مشرک ضرور تھے لیکن لامذہب نہ تھے۔ جو بھی اُن کا دین تھا اُسی کے بارے میں وہ کہا کرتے تھے

"ما علیہ وجدنا آباءنا"

فَاِن ابن اخی ھٰذا محمد بن عبد اللہ فتیً یوزن بہ رجل من قریش وَاِن کان فی المال قل۔ فان المال ظل زائل وامر حائل ومحمد قد عرفتم قرابتہ بکم وقد خطب خدیجۃ بنت خویلد وبذل لھا من الصداق ماآجلہ وعاجلہ عشرون بکرۃً من مالی وھو واللہ لعبد ھٰذا بناء عظیم وخطر جلیل۔

میرے بھائی کا بیٹا۔ محمد بن عبد اللہ، جوان ہے کہ قریش میں اُن کی برابری کا نہیں ہے اگرچہ مال کم ہے بیشک مال ختم ہونے والا ہے اور ایک امر حائل ہے اور تم جانتے ہو کہ محمدؐ کو تم سے جو قرابت ہے۔ اُنھوں نے خدیجہؓ کو پیغام دیا اور اُن کے لئے مہر مؤجل اور معجل کا جو خرچ کیا وہ میرے مال میں سے بیس اُونٹ ہے۔ قسم خدا کی وہ اس کے بعد شانِ عظیم اور امرِ بزرگ پائیں گے۔ لہ

جب ابوطالب نے خطبہ پورا کیا اور اُس کے بعد ورقہ بن نوفل نے خطبہ پڑھا (جس میں حمد وثنا کے بعد قبیلۂ ابوطالب کی بزرگی وغیرہ اور اپنی شرافتِ نسبی کا ذکر تھا) اس کے بعد کہا اے گروہِ قریش! گواہ رہو کہ میں نے خدیجہ بنت خویلد کو محمدؐ بن عبد اللہ کی زوجیت میں دیا، اور چار سو مثقال سونا مہر مقرر کیا۔ ابوطالب نے کہا "میں چاہتا ہوں کہ عمرو بن اسد بھی کہیں، اُنھوں نے بھی کہا میں گواہ ہوں اور میں نے خدیجہ بنت خویلد کو محمدؐ بن عبد اللہ کی زوجیت میں دیا۔ اس طرح طرفین کی طرف سے ایجاب وقبول متحقق ہوا۔

صحیح روایت یہ ہے کہ اس وقت خدیجہ بنت خویلد کے والد حیات نہ تھے، روایت ہے کہ خدیجہ نے اپنی باندیوں سے کہا کہ دف بجائیں اور کہا اے محمدؐ "صلعم اپنے چچا سے فرمایئے کہ اپنے اونٹوں میں سے ایک کو ذبح کریں اور لوگوں کو کھانا کھلائیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، اُسی روز شب عروسی ہوگئی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بہت خوشی ہوئی اور خواجہ ابوطالب بھی

لہ الفاظِ خطبہ سے مترشح ہے کہ مشرک ہونے کے باوجود اہلِ مکہ میں دینِ ابراہیمی کے کچھ نقوش موجود تھے۔ زمانۂ جاہلیت کا غالباً دستور یہ ہوگا کہ طرفین کی طرف سے خطبۂ نکاح پڑھا جاتا ہوگا جس میں فخرِ نسب وشرافتِ خاندان کا تذکرہ تھا، اسلام جب آیا تو اس نے خطبہ میں حمد وثنا و تقویٰ وغیرہ امور کو تعلیم فرمایا۔

بہت خوش ہوئے اور کہا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی اَذْھَبَ عَنَّا الْکُرَبَ وَدَفَعَ عَنَّا الْھُمُوْمَ

تعریف اس خدا کی جس نے ہم سے مصیبتوں اور غموں کو دُور کر دیا۔

خطبہ ابوطالب سے معلوم ہوتا ہے کہ مہر ۲۰ اونٹ تھا اور خطبہ نوفل سے معلوم ہوتا ہے کہ چار سو مثقال سونا تھا اور کتب سیر میں روایت ہے کہ پانچسو درہم مہر تھا اگر ان تینوں روایتوں کی صحت کو تسلیم کر لیا جائے تو مطابقت کی صورت یہ ہے کہ اس وقت قیمت ۲۰ اونٹ برابر چار سو مثقال سونا برابر پانچسو درہم ہوگی، راوی نے اسی کی روایت بالمعنی کی واللہ اعلم[1]

حالات ۳۵ ولادت

اسی سال خانہ کعبہ کی تعمیر جدید ہوئی کہ بنائے قدیم بوسیدہ ہو گئی تھی۔ محمد ابن اسحٰق نے کہا ہے کہ خانہ کعبہ "سنگِ چند" سے تعمیر تھا، قد اس کا بقدر قامت تھا اور چھت نہیں تھی، قریش نے جب تعمیر کیا تو اس کو اونچا بھی کیا اور چھت سے پاٹ دیا۔

بیت اللہ کی تعمیر کا سبب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس کے اندر ایک کنواں تھا، اس میں بیت اللہ کا مال محفوظ رہتا تھا، اتفاق سے ایک شب چور اس کو لے گئے۔ یہ بھی روایت ہے کہ اس سال بارش شدید ہوئی تھی جس کی وجہ سے بیت اللہ کی دیواریں شق ہو گئیں۔

اسی زمانہ میں ساحل کے کنارے رومیوں کی ایک کشتی تباہ ہو گئی تھی، ولید بن مغیرہ قریش کی ایک جماعت لیکر مالکانِ کشتی کے پاس گیا اور اس کی لکڑی خریدی اور ان پر اپنا ارادہ ظاہر کیا اور مکہ آنے کی دعوت دی، انھوں نے قبول کر لیا، ان میں ایک رومی بھی تھا جو تعمیر کے فن سے خوب واقف تھا وہ بھی آیا اور پتھر جمع کئے جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم بھی ڈھونے والوں میں شریک تھے حضرت عباسؓ نے جب آپ کو یہ مشقت اٹھاتے دیکھا تو آپ کا ازار کھول کر کاندھے پر رکھ دیا[2] جس سے آپ بیہوش ہو کر گر پڑے اور اسی وقت آپ نے آواز سُنی

حمس عورتک — اپنا ستر چھپایئے

یہ پہلی آواز تھی جو آپ نے سُنی فوراً ہی ازار باندھ دیا گیا، جب آپ سے وجہ بیہوشی دریافت کی تو فرمایا

[1] شرح مواہب صفحہ ۲۰۳ ج ۱ علامہ قسطلانی نے بھی مندرجہ بالا خطبہ کو نقل کیا ہے۔ صفحہ ۲۰۳ ج ۱ [2] شرح مواہب صفحہ ۲۰۵ ج ۱

نَهيت ان امشي عرياناً   مجھے ننگا پھرنے کے لئے منع کیا گیا ہے[۵]

راوی کا بیان ہے آپ کو کسی نے ننگا نہیں دیکھا۔ عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے اس خبر کو پوشیدہ رکھا اور کسی سے نہ کہا۔

استوادِ حجرِ اسود بیت اللہ کی تعمیر میں تمام قبائل شریک تھے جب حجرِ اسود کے رکھنے کا وقت آیا تو نزاع کھڑا ہو گیا اور ہر قبیلہ مدعی اس کا ہوا کہ اس سعادت کو خود حاصل کرے اور اس کے لئے جنگ کی نوبت آنے کو ہو گئی۔ ابو امیہ جو عمر میں سب سے بڑا تھا اُس نے کہا کل صبح جو آدمی سب سے پہلے حرم میں داخل ہو وہ اس معاملہ میں حکم ہے اُس کے قول پر عمل کیا جائے سب نے اس رائے پر اتفاق کیا۔ صبح ہوتے ہی سب سے پہلے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ کیا کہ اپنی چادر مبارک بچھائی اور اس کے درمیان حجرِ اسود کو رکھ دیا اور فرمایا کہ ہر قبیلہ کا ایک آدمی آئے اور اس چادر کا کنارا پکڑ کے لے چلے جب دیوار کے قریب پہونچے تو آپ نے اپنے دستِ مبارک سے اُٹھا کر اس کو جگہ پر رکھ دیا۔[۶]

منقول ہے کہ رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ کو ہموار کرنے کے لئے ایک پتھر طلب کیا تو قبیلہ نجد کے آدمی نے پتھر پیش کیا۔ حضرت عباسؓ نے اس کو منع فرمایا اور خود ایک پتھر اُٹھا کر آپؐ کو دیا، اس سے اس نجدی کو غصہ آگیا، آپ نے فرمایا۔

لیس یلیني معنا في البیت   بیت کی تعمیر میں ہمارے ساتھ

الّا منّا   ہمارا ہی آدمی ہو گا۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے سب سے پہلے خانہ کعبہ کو حضرت آدمؑ نے بنایا، پھر اُن کی اولاد میں سے حضرت شیث علیہ السلام نے مٹی اور پتھر سے تعمیر کیا، یہ بناء طوفانِ نوحؑ میں غرق ہو گئی اور اس کی جگہ ایک سُرخ ٹیلہ ظاہر ہو گیا۔ پھر حضرت ابراہیمؑ نے اس کو تعمیر کیا، پھر ان کے بعد قوم عمالقہ نے ان کے بعد قبیلہ جرہم نے اور اُن کے بعد قبیلہ قریش نے تعمیر کی اور اس کے بعد عبد اللہ بن زبیرؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں تعمیر کی، اس وجہ سے کہ حضرت عائشہؓ نے اُن سے فرمایا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[۵] شرح مواہب صفحہ ۲۰۱ج۱ [۶] ایضاً۔ معلوم ہوا کہ اعلانِ نبوت سے قبل آپ کے فیصلوں کا احترام کیا جاتا تھا لیکن اس کے باوجود اعلان ہونے پر سب نے انکار کر دیا۔

مجھ سے ارشاد فرمایا تھا

لولا ان قومک حدیث عهد	اگر تیری قوم عہدِ کفر سے قریب نہ ہوئی ہوتی
بالکفر لنقضت الکعبة ورددتها	تو میں کعبہ کو گرا کر اس کو بنائے ابراہیم پر تعمیر کرتا
علی قواعد ابراهیم وجعلت لها	اور میں مشرقی دروازہ اور ایک مغربی دروازہ
بابًا شرقیًا وبابًا غربیًا ؎	رکھتا۔

اس وجہ سے حضرت عبداللہ بن زبیر نے بنائے قریش کو گرا کر جدید تعمیر کی۔ جب عبدالملک بن مروان کو ابنِ زبیر پر کامیابی حاصل ہوئی تو اُس نے حجاج کو امر کیا کہ کعبہ کو منہدم کر کے اسی طرح کیا جائے جیسا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا، یہ تعمیر ابھی تک بدستور باقی ہے۔

منقول ہے کہ ہارون رشید نے چاہا تھا کہ اس کو منہدم کر کے ابنِ زبیرؓ کی بنیاد پر تعمیر کرے، اور امام مالکؒ سے مشورہ کیا۔ اُنھوں نے کہہ دیا، امیرالمومنین! بیت اللہ کو بازیچۂ ملوک نہ بنایا جائے چنانچہ وہی بنائے کعبہ ابھی تک بدستور ہے۔ رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

یخرب الکعبة ذوالسویقتین	کعبہ کو ایک حبشہ کا رہنے والا
من الحبشة ؎	برباد کرے گا۔

بعض روایات میں اس طرح ہے۔

یجیئ الحبشة فیخربونه خرابًا	حبشی آکر اس کو برباد کر دیں گے اور پھر
لا یعمره بعده ابدًا	کوئی قیامت تک اس کو تعمیر نہ کر سکے گا ؎

؎ ؎ ؎ یہ احادیث مشہور ہیں مشکوٰۃ شریف کی طرف رجوع کیا جائے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حالات

سنہ ولادت تا سنہ نبوی

نزولِ قرآن

اور

دعوتِ اسلام

یہ چالیسویں سال لطفِ خدا سے
کیا چاند نے کھیت غارِ حرا سے

اُتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلادی

(حالی)

ترتیب

حالات سنہ ۴۱ ولادت تا سنہ ۴ نبوی

ابتدائے نزولِ وحی | جب آپ کی عمر شریف پورے چالیس سال کی ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو پوری کائنات کی رسالت مرحمت فرمائی اور قبل نزولِ وحی آپ پر علامات اور آثار ظاہر ہونا شروع ہوئے حضرت جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں میں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ نے فرمایا چند روز پیشتر میں جس درخت یا پتھر کے پاس سے ہو کر گزرتا وہ نہ کہتا ہو "السلام علیک یا رسول اللہ"[۱]

وحی نازل ہونے سے پہلے آپؐ ایک راستے سے گزر رہے تھے کہ کسی شخص کی آواز سنائی دی آپ نے دیکھا تو کوئی نہ تھا خوف معلوم ہوا اور حضرت خدیجہؓ سے جا کر حال سب بیان کیا - بی بی خدیجہؓ نے تسلی دی اور کہا کوئی نیک خبر ظاہر ہوگی - یہ بھی روایت ہے کہ وحی کے نازل ہونے سے پندرہ سال پہلے آپ نے آواز سُنی تھی اور کسی کو نہ پایا تھا اور سات سال پہلے آپ پر روشنی ظاہر ہونا شروع ہوگئی تھی حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں شروع شروع آپ کو بالکل سچے خواب دکھلائی دیئے -

وکان لا یریٰ رؤیا الا	آپ جو خواب بھی دیکھتے (اس کی تعبیر)
جاءت مثل فلق الصبح[۲]	مثل صبح صادق کے ظاہر ہوتی -

اس کے بعد آپ کو گوشۂ تنہائی محبوب رہنے لگا اور آپؐ نے غارِ حرا میں خلوت اختیار کی، جب اہلِ خانہ کا شوقِ ملاقات غالب آتا تو آپ گھر بھی واپس آجاتے - خدیجہ کو دیکھتے اور زادِ راہ لے کر چلے جاتے اسی درمیان میں آپ پر وحی نازل ہوئی -

یہ بھی روایت ہے کہ آپ کی یہ عادت شریفہ تھی کہ سال میں ایک بار مکہ سے باہر آتے اور غارِ حرا میں خلوت گزیں ہوتے اور خدا کی عبادت میں مشغول ہوتے اور بعد ایک ماہ کے مکہ میں آتے اور سات مرتبہ بیت اللہ کا طواف کرتے، پھر گھر جاتے، آپ کا ہر سال یہی معمول تھا، جب چالیسواں سال ہوا تو حسبِ دستور آپؐ غارِ حرا میں تشریف لے گئے -

---

[۱] شرح مواہب صفحہ ۱۵/۱۷۰ [۲] رواہ بخاری [۳] ایضاً شرح مواہب

مروی ہے آپ نے فرمایا، میں غار میں بیٹھا تھا اور بروایتِ دیگر پہاڑ کے اوپر بیٹھا تھا کہ اچانک ایک آدمی مجھ پر ظاہر ہوا اور کہا مبارک ہو! میں جبرئیل ہوں، اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس مجھے بھیجا ہے "آپ رسول اللہ ہیں" اور کہا اِقْرَأْ (پڑھ) میں نے کہا میں پڑھنا نہیں جانتا، انھوں نے مجھے خوب بھینچا کہ میری جان سی نکلنے لگی اور پھر کہا پڑھ۔ میں نے کہا میں پڑھنا نہیں جانتا جب تیسری بار بھینچا اور چھوڑ کر کہا۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ	اپنے رب کے نام کے ساتھ پڑھ جس نے پیدا کیا
خَلَقَ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔	پیدا کیا انسان کو علق سے، پڑھ اور تیرا رب وہ
اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ	ہے جس نے کرم کیا اور قلم کے ذریعہ وہ سکھایا جو
بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ	نہیں جانتا تھا لہ

یہ بھی روایت ہے کہ آپ غارِ حرا میں تکیہ لگائے بیٹھے تھے کہ پیچھے کی طرف سے حضرت جبرئیل علیہ السلام ظاہر ہوئے اور آپ بیٹھ گئے اور دائیں بائیں دیکھا۔ جب کوئی نہ دیکھا تو جبرئیل علیہ السلام پھر ظاہر ہوئے اور کہا "اے محمد صلعم بیٹھ جایئے!" آپ نے دیکھا کہ سامنے ایک آدمی جاتا ہے آپ اُس کے پیچھے پیچھے چلے جب وہ آدمی صفا اور مروہ کے درمیان پہونچا، اُس کے پیر زمین پر تھے اور سر آسمان پر تھا اور جسامت سے مشرق تا مغرب بھرا ہوا تھا، پیر زرد رنگ کے اور بال سبز رنگ کے تھے، پیشانی پر جلال تھا، رخسار نورانی، سر کے بال سُرخ اور دانت بالکل سفید تھے۔ اور اُس کی پیشانی پر لکھا تھا۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ

جب آپ نے یہ ہیئت دیکھی تو خوفزدہ ہوگئے اور دریافت کیا۔

مَنْ اَنْتَ رَحِمَکَ اللہُ فَاِنِّیْ لَمْ	اللہ آپ پر رحم کرے، آپ کون ہیں، میں
اَرَ شَیْئًا قَطُّ اَعْظَمَ مِنْکَ	نے اتنی بڑی اور اتنی حسین کوئی مخلوق
خَلْقًا وَّلَا اَحْسَنَ مِنْکَ وَجْھًا۔	نہیں دیکھی۔

لہ بعض محدثین نے ان آیات کے نزول سے استدلال کیا ہے کہ بچوں کو پڑھانے وقت پانچ پانچ آیات کا سبق دینا چاہئے۔ اس بارے میں بیہقی نے حضرت عمر کی روایت نقل کی ہے۔ بعض محدثین نے اشکالات کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ آپ حضرت جبرئیل سے پانچ پانچ آیات اخذ کیا کرتے تھے۔ شرح مواہب صفحہ ۲۰۸ جلد ۱

اور حضرت جبرئیل نے جواب دیا "میں الروح الامین" ہوں۔ رسولوں کی طرف بھیجا جاتا ہوں۔ اِقْرَأْ یَا مُحَمَّد، اے محمد پڑھیئے! آپ نے فرمایا میں کیا پڑھوں؟ اور میں پڑھنا نہیں جانتا ہوں حضرت جبرئیلؑ نے ایک سبز ریشمی پارچہ لکھا ہوا دیا اور کہا پڑھ الخ[۱]

اس کے بعد حضرت جبرئیل نے زمین پر پیر مارا اور اس سے چشمہ جاری ہو گیا اور وضو کیا اور بعد فراغت وضو جبرئیلؑ نے ایک چلو پانی لیا اور آپ کے چہرے پر چھڑک دیا اور آگے کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھائی اور کہا نماز اس طرح پڑھی جاتی ہے۔

مروی ہے کہ جب جبرئیل چلے گئے تو آپ خوفزدہ گھر تشریف لائے کہ خوف کی وجہ سے آپ کے مونڈھوں کے درمیان کا گوشت پھڑک رہا تھا اور آپ نے فرمایا "زملونی، زملونی" اور دوسری روایت ہے "دثرونی، دثرونی، مجھے پہناؤ، مجھے پہناؤ۔ آپ کو کپڑا پہنایا گیا جب کافی دیر کے بعد آپ کو اطمینانِ خاطر ہوا تو حضرت خدیجہؓ سے فرمایا، مجھے اپنی جان کا خوف ہے حضرت خدیجہؓ نے کہا آپ خوف نہ کریں، خدا آپ کو ہلاک نہیں کرے گا۔

اس لیے کہ آپ صلہ رحمی فرماتے ہیں۔ عیال کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور کسب کرتے ہیں، مہمان نوازی فرماتے ہیں، مصیبت زدوں کی امداد کرتے ہیں[۲]

اور ایک روایت یہ بھی ہے۔

"آپ خوفزدہ نہ ہوں اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ خیر ہی کرے گا، کیونکہ آپ مہمان نواز ہیں، سچ بولتے ہیں، امانت دار ہیں۔ مصیبت زدوں کی امداد کرتے ہیں۔ مسافروں اور یتیموں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں[۳]

اور ایک روایت میں یہ ہے۔

---

[۱] تفسیر ابن کثیر بروایتِ احمد [۲] یہ تفاصیل بخاری، مسلم اور تفسیر ابن کثیر میں موجود ہیں۔ حدیث میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ کھلاتے ہیں الخ معلوم ہوا کسبِ معاش کے ذریعہ پرورشِ عیال، غرباء پروری، مہمان نوازی کرنا انتہائی اعلیٰ وصف ہے ایسے لوگوں کو خدا ضائع نہیں کرتا جس سے ثابت ہے کہ یہ اعلیٰ درجہ کی دینداری ہے۔ لیکن کفار مکہ اس قسم کے طرز عمل کو کرتے ہوئے بازاروں میں آمدورفت رہتی ہو منصبِ رسالت کے خلاف جانتے تھے جیسا کہ گذر چکا ہے۔ ہندوستانی مسلمان غور فرمائیں کہ ان کے دینی تصورات کیا ہیں؟ [۳] شرح مواہب از علامہ قسطلانی صفحہ ۲۱۲ جلد

"آپ کا خدا آپ کو ہلاک نہ کرے گا، کیونکہ آپ حسین ہیں، اچھے اخلاق کے مالک ہیں، آپ کی ادا، قول و فعل، ہیئت سب حسین ہیں۔"[1]

غرض کہ حضرت خدیجہؓ نے آپ کو تسلی دی اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل سے جاکر کہوں، ورقہ زمانۂ جاہلیت ہی سے دینِ قریش سے برگشتہ ہوگئے تھے اور نصرانی اور مواحد بن گئے تھے، انجیل کے عالم تھے اور اس کی عربی میں کتابت کرتے تھے، اور ایک روایت ہے کہ عبرانی میں کتابت کرتے تھے، اس وقت بوڑھے اور نابینا ہوگئے تھے۔ خدیجہؓ ان کے پاس گئیں اور کہا مجھ کو جبرئیلؑ کے بارے میں بتلائیے: کہا "قدوس قدوس" اور ایک روایت میں ہے "سبوح سبوح"، اُس وقت اس بت پرست ماحول میں لوگ جبرئیل کو پیغمبر اور خدا کے درمیان "امین" کہتے تھے[2] خدیجہؓ نے کہا کہ محمد صلعم فرماتے ہیں کہ جبرئیل مجھ پر نازل ہوتے ہیں اور اس کی کیفیت بھی بتلاتے ہیں۔ ورقہ نے کہا اگر جبرئیلؑ اس زمین پر اترے ہیں تو اللہ تعالیٰ بہت خیر و برکت اس زمین پر نازل کریگا اور اے خدیجہؓ یہ "ناموسِ اکبر" ہے جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ پر نازل ہوئے ہیں ورقہ نے حضرت خدیجہؓ سے یہ بھی کہا تھا جہاں محمد صلعم نے ان کو دیکھا تھا وہیں جاؤ پھر آئیں گے، جب آئیں تو سر کھول لینا تو وہ پھر نہ دکھلائی دیں گے۔ خدیجہؓ نے یہ سب کچھ حضرت سے جاکر عرض کردیا۔ اور آپ کا سر اپنی داہنی ران پر رکھا تو جبرئیلؑ دکھائی دیئے، پھر بائیں ران پر رکھا تب بھی دکھائی دیئے، پھر اپنا سر کھول لیا اور دریافت کیا تو فرمایا اب نہیں دکھائی دیتے۔ خدیجہؓ نے کہا مبارک ہو وہ فرشتہ ہے۔ پھر ورقہ کے پاس آئیں اور حال بیان کیا جواب دیا وہ بلاشبہ "ناموسِ اکبر" ہیں اور چند ابیات حضورؐ کی شان میں کہے۔

روایت ہے کہ ورقہ نے خدیجہؓ سے کہا آپ محمد صلعم کو میرے پاس بھیجدیں وہ خود ہی حکایتِ حال کریں گے۔ جب آپ تشریف لے گئے تو ورقہ نے کہا "ابشر یا محمد البشر" میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ

---

[1] شرح مواہب صفحہ ۲۱۲ حدیث کے الفاظ سے ثابت ہے کہ مصلحت خیر کی وجہ سے آدمی کے منھ پر اس کی تعریف جائز ہے بشرطیکہ مادح کو اپنے ممدوح کے بارے میں اطمینان ہو ورنہ جائز نہیں ہے۔ آجکل استقبالیہ جلسوں میں قصیدہ خوانی محلِ نظر ہے

[2] اس روایت میں کس قدر واضح دلیل ہے کہ مشرکین کہ جبرئیل سے ناواقف نہیں تھے اور نفسِ رسول سے بھی نا آشنا نہ تھے بلکہ اختلاف اُن کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے تھا کیونکہ آپ مشرکین کے تصور کے مطابق رسول نہ تھے۔

رسول ہیں اور عیسٰی علیہ السّلام نے آپ کی بشارت دی ہے کہ میرے بعد جو مبعوث ہوں گے اُن کا نام "احمد" ہوگا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ "احمد" ہیں اور رسولِ خدا ہیں ۱؎ کاش کہ جسدن آپ کو کفار کے ساتھ "جہاد" کا امر کیا جائیگا میں جوان ہوتا اور آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا، اور ایک روایت یہ ہے،

"کاش میں اُس دن زندہ ہوتا جبدن آپ کی قوم آپ کو نکالے گی" ۲؎

آپ نے فرمایا، کیا میری قوم مجھے نکالے گی؟ ورقہ نے کہا آپ جیسے لوگوں کے لوگ ہمیشہ دشمن رہے ہیں یہ کہا اور فوراً ورقہ کی وفات ہو گئی ۳؎ اور جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے ظہور کا زمانہ نہ پایا۔ آپ نے ورقہ بن نوفل کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے

رأیت القس فی الجنۃ علیہ	میں نے ورقہ کو جنت میں دیکھا ہے وہ
ثیاب خضر لانہ آمن بی و	سبز لباس میں ہیں اسلئے کہ وہ مجھ پر ایمان
صدقنی ۵؎	لائے اور میری تصدیق کی۔

منقول ہے اس کے بعد وحی آنا بند ہو گئی۔ کہتے ہیں زمانہ فترتِ وحی ۳ سال ہے، لیکن اس مدّت میں جبرئیل ع آپ کے پاس آتے رہتے تھے اور تسکین دیتے تھے، اس زمانہ میں آپ بہت پریشان اور غمگین رہتے تھے چند مرتبہ ارادہ کیا کہ پہاڑ کی چوٹی سے گرا کر خود کو ہلاک کر لیں اور ہر مرتبہ جبرئیل ع آئے اور تسلی دی اور کہا اے محمدؐ! آپ بیشک خدا کے رسول ہیں" یہ بھی روایت ہے کہ جبرئیل ع کہتے ہیں "محمدؐ کہاں جاتے ہو میں تمہارا دوست اور تمہارا بھائی ہوں" اس سے آپ کو تسکین ہو جاتی۔

زہری نے ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن سے اور اُنھوں نے حضرت جابرؓ انصاری سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے،

"زمانہ فترت میں، میں ایک راستہ پر جا رہا تھا کہ میں نے اچانک آواز سُنی، میں نے سر اُٹھایا تو دیکھا کہ جو فرشتہ مجھ پر غار میں آیا تھا

۱؎ یہ پوری تفصیل شرح مواہب میں موجود ہے۔ ورقہ کی جانب سے تصدیقِ رسالت تو پائی گئی ہے لیکن اسمیں اختلاف ہے کہ ان کا انتقال دعوت سے پہلے ہوا یا بعد میں تاہم صحابی کی تعریف اُن پر صادق آتی ہے واللہ اعلم صفحہ ۲۲۱/ج ۱ ۲؎ رواہ بخاری و مسلم ۳؎ یہ سُن کر وطن کی جدائی آپ کو شاق معلوم ہوئی، اسی وجہ سے یہ فرمایا شرح مواہب صفحہ ۲۱۴/ج ۱ ۴؎ واقدی نے کہا ہے کہ آپ نے دعوت کا زمانہ پایا ہے لیکن یہ قول ضعیف ہے صفحہ ۲۱۴/ج ۱ ۵؎ رواہ القسطلانی فی المواہب اس سے ورقہ بن نوفل کا صحابی ہونا ثابت ہوتا ہے صفحہ ۲۲۲/ج ۱

وہ آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہے، اس سے

میں ڈرا اور گھبرا کر کہا - زملونی، زملونی [۱]

اُس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ وحی نازل فرمائی -

یَاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَ	اے کپڑوں میں چھپنے والے اُٹھ اور ڈرا
رَبَّکَ فَکَبِّرْ وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ	اور خدا کی کبریائی بیان کر اپنے
وَالرُّجْزَ فَاھْجُرْ [۲]	لباس کو پاک کر -

اس کے بعد سے وحی مسلسل نازل ہونا شروع ہوئی - یہ بھی منقول ہے اس وقت مکہ معظمہ میں "عداس" نامی ایک راہب رہتا تھا - حضرت خدیجہؓ ورقہ کے بعد پھر اُن کے پاس آئیں تاکہ مزید اطمینان خاطر ہو جائے علامہ ابنِ اثیر نے "جامع الاصول" میں اور ابن جوزی نے "وفا" میں تحریر کیا ہے کہ اول ابتدائے نبوت میں تین سال حضرت اسرافیلؑ حضورؐ کی خدمت میں رہے، پھر جبرئیلؑ نازل ہوئے جس زمانہ میں اسرافیلؑ آپ کے ہمراہ رہے آپ پر وحی نہیں آئی کیونکہ یہ خدمت جبرئیلؑ کے سپرد تھی -

شیخ مجد الدین "فیروز آبادی جو متاخرین محدثین میں بہت بڑے ہیں کتاب "صراطِ مستقیم" میں تحریر فرماتے ہیں

> اللہ تعالیٰ نے حضرت اسرافیلؑ کو امر فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلعم کی خدمت میں رہو - اُس وقت عمر شریف ۴۰ سال تھی، ۱۱ سال تک وہ رہے - اس کے بعد حضرت جبرئیلؑ کو امر فرمایا کہ اب تم ساتھ رہو، اور اس زمانہ میں ظاہر نہیں ہوئے -

بعض روایات میں یہ بھی ہے اسرافیلؑ چند مرتبہ ظاہر ہوئے ہیں اور آپ سے کچھ کہا بھی ہے -

محمد بن اسحٰق اور تمام اہلِ سیر اور ائمۂ فن اس پر متفق ہیں کہ آپؐ پر رمضان المبارک میں وحی نازل ہوئی کیونکہ قرآن پاک میں موجود ہے -

شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ	قرآن پاک رمضان میں نازل کیا گیا ہے -

---

۱؎ ترتیب نزول میں سورۂ اقراء کے بعد سورہ مدثر سنہ ۲ نبوی میں نازل ہوئی اور اسی سے انذار قوم اور دعوت کا حکم ہوا اتقان صفحہ ۲۴ جلد ۱

۲؎ بعض واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ سے باہر طائف کی طرف رہتا تھا۔ ورقہ کے دور سے حضرت خدیجہ کی پریشانی اور آپ کا والہانہ تعلق کا پتہ چلتا ہے -

اور دوسری دلیل یہ ہے

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ — ہم نے اس کو بزرگ رات میں نازل کیا

لیکن اکثر محدثین کا قول ہے ماہِ ربیع الاوّل اور ولادت کے اکتالیسویں سال میں آپؐ پر وحی نازل ہوئی کہ ربیع الاوّل کی تیسری یا آٹھویں تاریخ تھی اور "جامع الاصول" میں اس کے بارے میں تحریر ہے ۔

هٰذا هو الصحیح عند اهل العلم بالاثر و بالمعرفة بالتاریخ والسّیر — علمِ حدیث کے علماء اور سیرت اور تاریخ کے جاننے والے علماء کے نزدیک یہی قول صحیح ہے

ان حضرات نے مذکورہ بالا دونوں آیتوں کا جواب یہ دیا ہے کہ انزالِ قرآن رمضان المبارک سے مراد از لوحِ محفوظ ہے اور پھر آسمانِ دنیا پر حسبِ ضرورت نازل ہوتا رہا یا یہ مراد ہے رمضان المبارک وہ مہینہ ہے جس کی شان میں قرآن نازل ہوا ہے ۔

بعض علمائے متاخرین نے بیان کیا ہے کہ ابتدائے وحی ماہِ ربیع الاوّل میں حالتِ خواب میں نازل ہوئی اور رمضان المبارک میں ابتدائے وحی بحالتِ بیداری نازل ہوئی ۔

سب سے پہلی سورۃ

سابقہ تمام روایات سے ضمناً یہ معلوم ہوا کہ سب سے پہلے سورۃ اِقْرَاْ نازل ہوئی لیکن بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ "مدّثّر" ہونا چاہیے ۔ اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے سورۃ فاتحہ "نازل ہوئی ۔ چنانچہ روایت ہے کہ آپ نے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا جب میں تنہا ہوتا ہوں تو سنتا ہوں " یا محمدؐ یا محمدؐ " لیکن کہنے والے کو نہیں دیکھتا مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے اور میں بھاگ نکلتا ہوں ۔ حضرت خدیجہؓ نے یہ بات ورقہ بن نوفل سے کہی تو اُنھوں نے کہا کہ اگر اب ایسا ہو تو ٹھہر جائیں ۔ چنانچہ جب آپ تنہا ہوتے تو آواز آئی تو آپ نے فرمایا " لبیک " تو کہنے والے نے کہا کہیے !

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اور اس کے بعد کہا پڑھیے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اِلخ

ان تمام روایات کی جمع کی صورت یہ ہے کہ اولاً علی الاطلاق سورۂ اقراء نازل ہوئی، اور فترتِ وحی کے سب سے پہلے سورۂ "مدثر" نازل ہوئی اور روایت فاتحۃ الکتاب کا یہ مطلب ہے کہ سب سے پہلے جو سورت حضرت جبرئیلؑ نے آپ کو سنائی وہ سورۂ فاتحہ ہے اور یہ غارِ حرا سے پہلا واقعہ ہے بعض علماء نے یہ راستہ اختیار کیا ہے۔ اولیت نزولِ اقراء حقیقی ہے اور اولیت سورۂ مدثر اور سورۂ فاتحہ اضافی ہے، واللہ اعلم۔

کیفیت نزولِ وحی | وحی کا نزول جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر چند طرح ہوا ہے ایک تو خواب میں جیسا کہ گذر چکا ہے اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔

اوّل ما بدیٔ بہ رسول اللہ	سب سے پہلے جو آپ پر وحی ظاہر ہوئی وہ
صلی اللہ علیہ وسلم من الوحی الرؤیا	رویاءِ صالحہ اور ایک روایت میں رویاء
الصالحۃ وفی روایۃ الصادقۃ	صادقہ ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ حضرت جبرئیلؑ آپ کے دل میں کچھ القا کر دیتے تھے اور آپ حضرت جبرئیلؑ کو دیکھتے نہیں تھے۔ چنانچہ آیتِ مبارکہ میں ہے۔

نزل بہ الروح الامین علیٰ قلبک	اس کو روح الامین نے آپ کے قلب پر
لتکون من المنذرین	اُتارا ہے تاکہ آپ ڈرانے والے ہوں۔

حدیث صحیح میں مذکور ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا حضرت جبرئیلؑ نے میرے دل میں بات ڈالی ہے

لن تموت نفس حتیٰ تستکمل	جب تک رزق مکمل نہ ہو جائے
رزقھا فاتقوا اللہ واجملوا فی	کوئی نہ مرے گا، لہٰذا خدا سے ڈرو!
الطلب	اور طلب میں درمیانہ پن اختیار کرو۔

اور تیسری قسم یہ ہے کہ حضرت جبرئیل کسی آدمی کی شکل میں آتے اور آپ کو سناتے، اکثر و بیشتر دحیہ کلبیؓ کی صورت میں آتے اور کبھی کبھی بعض صحابہؓ نے بھی حضرت جبرئیلؑ کو دیکھا ہے [۱]

چوتھی قسم یہ ہے کہ آپ پر وحی نازل ہوتی اور مثل آواز سُنائی دیتی اور یہ قسم سب سے زیادہ سخت قسم ہے چنانچہ اس حالت میں، اگر آپ سواری پر ہوتے تو سواری بیٹھ جاتی اور اگر کسی کی ران وغیرہ پر تکیہ لگائے

---

[۱] مثلاً سنہ کے آخر میں۔ ملاحظہ فرمائیے حدیث ایمان و ارکانِ اسلام

ہوتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ ران ٹوٹ جائیگی اور جاڑے کے موسم میں بھی آپ کی پیشانی سے پسینہ رواں ہو جاتا۔[1]

پانچویں قسم یہ کہ حضرت جبرئیلؑ اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہوتے۔

چھٹی قسم یہ کہ شبِ معراج میں آسمانوں کے اوپر آپ پر وحی نازل ہوئی۔ اور

ساتویں قسم یہ کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے بلاتوسط آپ سے درپردہ کلام کیا جیساکہ احادیثِ معراج میں وارد ہے

آٹھویں قسم یہ ہے معراج میں بلاتوسط اور بلاپردہ تکلم فرمایا اور اس وقت آپ نے حق تعالیٰ شانہٗ کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا۔

اوّل ایمان لانے والے ارباب سیر اور تاریخ کہتے ہیں جب آپ پر دلائل کے ساتھ واضح ہو گیا کہ آپ رسول ہیں تو پہلا شخص جو آپ پر ایمان لایا بی بی خدیجہؓ ہیں علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ اور پھر ایک روز کے بعد یا بروایتِ دیگر اسی روز حضرت علیؓ مسلمان ہوئے کیونکہ وہ زیرِ پرورش بھی تھے۔ اور اس کا ثبوت بھی ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔

صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبْلَ النَّاسِ سَبْعًا	میں نے آپؐ کے ساتھ تمام لوگوں سے پہلے سات نمازیں پڑھی ہیں۔

حضرت علیؓ کے بعد زید حارثہؓ مسلمان ہوئے اُن کو حضرت خدیجہؓ نے آزاد کر دیا تھا اور اُن کے بعد حضرت ابوبکرؓ ایمان لائے۔ بعض اہلِ سیر روایت کرتے ہیں کہ حضرت خدیجہؓ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ ایمان لائے، اس پر تحقیقی کلام اسی کتاب میں آئندہ آئیگا کہ کون پہلے ایمان لایا۔

بدلالت ابی بکرؓ ایمان لانے والے جب ابوبکرؓ ایمان لے آئے تو اُنہوں نے اپنے سب دوستوں کو ایمان کی دعوت دی جنھوں نے اُن کی دعوت کو قبول کیا وہ عشرہ مبشرہ میں سے پانچ حضرات ہیں عثمان بن عفانؓ - زبیر بن عوامؓ - طلحہ بن عبید اللہؓ - سعد بن ابی وقاصؓ - عبد الرحمٰن بن عوفؓ - یہ سب حضرات حضورؐ کی مجلس میں آئے اور مشرف باسلام ہوئے۔ ان کے بعد عثمان بن مظعونؓ - ابو عبیدہ بن جراح ابو سلمہ بن عبد الاسد مخزومیؓ - ارقم بن ابی ارقمؓ حضورؐ کے پاس آئے اور مسلمان ہو گئے۔ ان کے بعد بتدریج حضرت بلالؓ - حضرت صہیبؓ - حضرت خباب بن ارتؓ - عمار بن یاسرؓ اور حضرت سمیہؓ - حضرت ابوبکرؓ کی

---

[1] فتح الباری [2] تفسیر سورہ نجم [3] قسطلانی نے مستقل باب میں یہ نام شمار کرائے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔ مواہب

صاحبزادی حضرت اسماءؓ۔ ابو عبیدہ بن حارثؓ۔ عبد اللہ بن مسعودؓ۔ خنیس بن حذافہؓ۔ جعفر بن ابی طالبؓ مسلمان ہوئے۔

شیاطین پر پابندی مروی ہے کہ جب آپ کی بعثت کو بیس یوم گزر گئے تو شیاطین کے استراقِ سمع پر پابندی لگ گئی۔ حضرت ابنِ عباسؓ روایت فرماتے ہیں ۱ کہ ظہورِ نبوت سے قبل شیاطین آسمان کی طرف جاتے اور چوری چھپے کچھ سن آتے اور ایک حق بات دس باطل باتوں میں ملا کر زمین پر شائع کر دیتے تھے۔ جب آپ مبعوث ہوئے تو ان پر کلیۃً پابندی عائد ہو گئی چنانچہ آیتِ مبارکہ میں ہے۔

اِنا لمسنا السّماء فوجدناھا ملئت	ہم نے ٹٹول دیکھا آسمان کو پس پایا ہم
حرسًا شدیدًا و شُہبًا و انّا کنّا نقعد	نے کہ وہ سخت پہروں سے بھرا ہوا ہے (پہلے)
منھا مقاعد للسمع فمن یستمع الآن	ہم سننے کی جگہوں پر بیٹھ جاتے تھے، پس اب
یجد شھابًا رصدًا ۲	جو بھی سنتا ہے پس تکے ہے اپنی گھات میں ایک انگار

اعلانیہ دعوت شروع میں آپ خفیہ دعوت دیتے اور ایک ایک دو دو آدمی آتا اور مسلمان ہو جاتا اسی طرح دعوت پر تین سال گزر گئے تب یہ آیت نازل ہوئی۔

فاصدع بِمَا تؤمر و اعرض عنِ	جس چیز کا آپ کو امر ہوا ہے اس کی اعلانیہ
المشرکین ۳	دعوت دیجئے اور مشرکین سے اعراض کیجئے۔

تب آپ نے اعلانیہ دعوت دی اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

وانذر عشیرتک الاقربین	اپنے قریبی خاندان والوں کو ڈرائیے
واخفض جناحک لمن اتّبعک مِن	اور اپنے تابع مومنین کے لئے بازوؤں کو
المؤمنین ۴	جھکائے رکھئے

---

۱ رواہ احمد۔ مواہب صفحہ ۳۰۲ ۔ ۲ یہ آیت سورۂ جن کی ہے جس میں وادی نخلہ میں جنات کی ملاقات کا ذکر ہے۔ یہ واقعہ آپ کو ۱۰ نبوی میں پیش آیا تھا۔ جارج گونشان نے اس کو معراج کے بعد کا واقعہ تحریر کیا ہے وہ غلط ہے۔ آکام المرجان صفحہ ۳۰ ۔ ۳ یہ آیت سورۂ حجر کی ہے اور آخر میں ہے۔ اعلانیہ دعوت کا حکم آپ کو تین سال کے بعد یعنی ۴ نبوی میں ہوا تھا لیکن سیاقِ آیت سے معلوم ہو رہا ہے کہ مشرکین کے اعتراضات، استہزاء وغیرہ شروع ہو چکے تھے، اس سورۃ کے شروع میں "سماعِ جنات" کا بھی ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ پاک کا پہلا سنہ نبوی کے آس پاس ہی میں نازل ہوا ہو گا۔ ۴ یہ آیت سورۂ شعراء کی ہے۔ مذکورہ دونوں سورتوں کو پڑھنے کے بعد یہ بات آسانی سے سامنے آ جاتی ہے کہ اعلانیہ دعوت کے بعد آپ کو کن اعتراضات کا سامنا کرنا پڑا۔ اسی کے ساتھ دونوں سورتوں کا زمانۂ نزول بھی آسانی سے متعین ہو سکتا ہے۔

اسی آیت کے نزول کے بعد آپ قریش کو لے کر کوہِ صفا پر تشریف لے گئے اور گروہِ قریش سے مخاطب ہوئے۔

اشتروا انفسکم من اللہ	اپنی جانوں کو خدا سے خرید لو اس اللہ سے
لا اغنی عنکم من اللہ شیئا یا بنی	تمہارے معاملہ میں کچھ بھی کفایت نہ کر سکونگا اے
عبد المطلب، لا اغنی عنکم شیئا	بنی عبد المطلب میں تمہاری بھی کفایت نہ کر سکونگا
یا فاطمۃ بنت محمد سلینی ما شئت	اور فاطمہ تو جو چاہے مجھ سے مال طلب کر لیکن اللہ کے
من مالی لا اغنی عنک من اللہ	یہاں میں کچھ کفایت نہ کر سکوں گا۔
شیئا	

اور اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں خبردار کرتا کہ اس پہاڑ کی پشت پر ایک لشکر چھپا ہے اور اچانک تم کو ہلاک کرنا چاہتا ہے، کیا تم میری تصدیق کروگے، بولے آپ صادق ہیں تو آپ نے فرمایا میں تم کو عذابِ شدید سے ڈراتا ہوں۔ تو ابولہب نے کہا۔

تبالک سائر الیوم لھذا	تیرے اوپر دن بھر تباہی ہو اسی کے لئے
جمعتنا۔	تو نے ہمیں جمع کیا تھا۔

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے سورۂ تبت نازل فرمائی[1]۔

مشرکین کی ایذا رسانی

فرشتے مبتلائے آزمائش ہوں تو چیخ اٹھیں
یہ انساں ہے جو دیتا جارہا ہے امتحاں اب تک

جب آپ نے دعوت دی اور معبودانِ باطل سے کوئی تعرض کیا تو قریش آپ کی طرف طرح طرح اشارہ کرتے۔ حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا، میں اپنے دو بدترین ہمسایہ کے درمیان تھا، یعنی ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط، وہ غلاظت جمع کرتے اور میرے راستے میں ڈال دیتے، جب آپ گھر سے باہر آتے تو نہایت نرمی اور مہربانی سے فرماتے یہ کیا حقِ ہمسائگی ہے؟ اور اس کو ہٹا دیتے۔

روایت ہے کہ موسمِ حج میں آپ نے اپنے کو لوگوں پر پیش کیا اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دی اور فرمایا لوگو! لا الٰہ الا اللہ کہہ لو، کامیاب ہو جاؤ گے، لیکن ابولہب پیچھے سے آپ پر پتھر پھینکتا ہوا

[1] اس سے معلوم ہوا کہ سورۂ تبت کا نزول اعلانیہ دعوت کے بعد سنہ نبوی میں ہوا اور ترتیب کے اعتبار سے انذر عشیرتک الخ اور فاصدع بما تؤمر الخ کے بعد ہوا۔

جاتا کہ آپ کی پنڈلیاں زخمی ہوگئیں اور کہتا لوگو! ان کی بات نہ سُننا یہ جھوٹے ہیں[1] اور جو کچھ آپ فرماتے اس کو سحر کہتے، کبھی شعر بتلاتے اور کبھی آپ کو مجنوں کہتے، لیکن اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ کو تسلی دی جاتی۔ چنانچہ سورۂ "ذاریات" میں ہے

کذالک ما اتی الذین من قبلھم من	اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کے پاس جو رسول
رسول الا قالوا ساحر او مجنون اتوا	آیا اس کو انھوں نے ساحر یا پاگل ہی کہا کیا ایک
صوابہ بل ھم قوم طاغون	دوسرے کو یہی وصیت کر مرے ہیں نہیں بلکہ یہ شریر لوگ ہیں

اور سورۂ طور میں ہے۔

فذکر فما انت بنعمت ربک	سمجھاد یجئے! آپ خدا کے فضل سے نہ کاہن اور نہ
بکاھن ولا مجنون ام یقولون	پاگل ہیں، کیا یہ لوگ شاعر کہتے ہیں کہ ہم اس کے گردش
شاعر نتربص بہ ریب المنون	زمانہ کا انتظار کرتے ہیں، فرمایئے انتظار کرو اور میں
قل تربصوا انی معکم من المتربصین[2]	بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں"

اور سورۂ نون میں ارشاد ہے۔

نٓ والقلم وما یسطرون	نٓ ۔ اور قلم جس سے لکھتے ہیں آپ اپنے
ما انت بنعمۃ ربک بمجنون[3]	رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں

حضرت سعید بن جبیرؓ روایت کرتے ہیں کہ جب آپ نے اعلانیہ دعوت دینا شروع کر دیا تو موسم حج کے

---

[1] کتنا عجیب سانحہ ہے کہ چالیس سال تک جس شخصیت سے بے انتہا گرویدگی تھی اسی کی اتنی سخت مخالفت کیونکہ حضورؐ ان کے عقیدے ما وجدنا علیہ آباءنا کی تردید فرما رہے تھے، اس سے عربوں کے اپنے عقیدے کے ساتھ عصبیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ [2] مذکورہ دونوں صورتوں میں اعتراضات میں یکسانیت ہے اور حضورؐ کو دلاسا دیا گیا ہے لیکن قدرے مشترک ایک اہم بات یہ ہے رجوع الی اللہ یعنی رات کی بیداری۔ دعا اور استغفار کی طرف آپ کو اور مومنین کو توجہ دلائی گئی ہے جس سے نہایت واضح اشارہ ہے کہ داعی الی اللہ کو دن میں دعوت کے اہتمام کے ساتھ رات کو ان امور کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔ [3] اس سورت میں شروع میں آپ کو تسلی دی گئی ہے اور کافروں کو نہایت سختی کے ساتھ ڈانٹا ہے۔ درمیان میں اس طرف بھی اشارہ فرمایا ہے کہ آپ جلدی نہ کریں۔ پوری سورت کے پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ حالات نہایت سخت ترین ہو گئے تھے۔

موقع پر ولید بن مغیرہ (جو رؤسائے قریش اور دانشمندانِ عرب میں سے تھا) سرداران قریش کو جمع کیا اور مشورہ کیا کہ حجاج یہاں آئیں گے اور محمد صلعم کی باتیں سُنیں گے تو اُن کا دین اختیار کرلیں گے کیا کرنا چاہیئے؟ تاکہ وہ بات کہی جائے اور حجاج اُدھر جانے سے رُک جائیں۔ سب نے اپنی اپنی رائے دی اور اُس نے سب کی آراء کو کاٹ دیا اور آخر میں خود ہی کہا "قسم خدا کی" محمد" صلعم کے کلام میں ایک حلاوت، ایک حُسنِ قبول، نور و ضیا ہے کہ وہ ہم سب پر غالب آجاتے ہیں اور کوئی اُن پر غالب نہیں آپاتا۔ "محمد صلعم" وہ انسان نہیں کہ جن کو لوگ نہ شناخت کرسکیں، اگر ہم کہیں کہ وہ مجہول ہیں تو یہ بھی غلط، وہ شرفاءِ عرب میں سے ہیں اور فصاحت و بلاغت میں کوئی اُن سے بڑھ نہیں سکتا۔ غرضکہ جو چیز بھی ہم اُن سے منسوب کریں گے لوگ ہمیں جھوٹا کہیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ اُن کو ساحروں کا اُستاذ مشہور کیا جائے کہ جو اُن کی بات سُنتا ہے، بیوی، شوہر، بھائی بھائی میں جُدائی ہوجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی ولید کے بارے میں نازل فرمایا۔

ذرنی ومن خلقت وحیداً و	چھوڑ دیجئے مجھے اور جس کو میں نے تنہا
جعلت له مالا ممدوداً و بنین	پیدا کیا اور اس کو بہت مال دیا اور بیٹے
شھوداً [1]	ہر وقت موجود مرحمت فرمائے۔

حضرت عروہ بن زبیرؓ نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے دریافت کیا جو ایذائیں حضورؐ کو دی گئی ہیں اور آپ نے دیکھی ہیں اُن میں کونسی زیادہ ہے، کہا ایک دن ہم سب مسجدِ حرام میں تھے اور آپ کا تذکرہ تھا، لوگ گالیاں دے رہے تھے کہ اتنے میں آپ آئے اور طواف شروع کیا تو لوگوں نے بُرا بھلا کہنا شروع کیا کہ کراہت کے آثار چہرہ مبارک سے عیاں تھے۔ تیسرے طواف میں آپ رُکے اور فرمایا

تسمعون معشر قریش اما	سُن لو اے قریشیو! جس کے قبضہ میں
والذی نفس محمد بیدہ	میری جان ہے، میں تمہارا قتل لے کر
لقد جئتکم بالذبح	آیا ہوں۔

جب یہ آپ نے فرمایا کافروں پر لرزہ طاری ہوگیا، آواز بند ہوگئی اور سب نے خوشامد شروع

---

[1] علامہ نے اپنی عبارت میں اوپر کے پس منظر کو بیان کیا ہے۔ آپ کی شخصیت کے بارے میں اس قدر یقین کے بعد دشمنی کرنا اسکو عناد ہی کہا جا سکتا ہے جو عام طور سے مخالفت میں شدت اختیار کرنے کے بعد پیدا ہو جاتا

کردی کہ معاف کر دیا جائے۔ آپ نے معاف کر دیا اور طواف پورا کیا، دوسرے دن جب آپ آئے تو سب نے یکبارگی آپ پر حملہ کر دیا اور ردائے مبارک (چادر) جو گردن میں پڑی ہوئی تھی اس کو اس قدر اینٹھا کہ آپ کا دم گھٹنے لگا۔ حضرت صدیق اکبرؓ موجود تھے رو دیئے اور کہنا شروع کیا۔

اتقتلون رجلاً ان یقول	کیا تم اس شخص کو قتل کروگے جو کہتا ہے
ربی اللّٰہ وقد جاءکم	میرا رب اللہ ہے اور تمہارے پاس تمہارے
بالبینات من ربکم ؎۱	رب کی نشانیاں لایا ہے۔

لوگوں نے رسول اللہ صلعم سے تو ہاتھ ہٹا لیا اور ابوبکرؓ پر ٹوٹ پڑے کہ سر اور چہرہ کو زخمی کر دیا اور وہ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ خاندان ابوبکر (بنو تمیم) کو جب معلوم ہوا تو آئے اور کافروں کے ہاتھ سے چھڑایا۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ روایت کرتے ہیں کہ جب قریش نے دیکھا کہ آپ کا دین روز بروز ترقی کرتا جا رہا ہے تو مشورہ کیا کہ تم میں شعر اور کہانت میں محمد" صلعم سے زیادہ کون ہیں تاکہ اس کو مقابلہ کے لئے بھیجیں چنانچہ عتبہ بن ربیعہ کا انتخاب کیا گیا حضور مسجد حرام میں ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے تھے عتبہ نے جا کر سوال کیا، محمد (صلعم) تو بہتر ہے یا عبداللہ؟ آپ نے کوئی جواب نہ دیا پھر کہا تو بہتر ہے یا عبدالمطلب؟ آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر عتبہ خود ہی بولا۔ اگر تیرا یہ خیال ہے کہ یہ بہتر تھے تو معلوم رہے کہ سب بت پرست تھے اور اگر تیرا خیال یہ ہو کہ تو بہتر ہے تو دلیل لائیے۔ تاکہ ہم سنیں۔

یہ بھی روایت ہے کہ عتبہ نے کہا "برادر زادہ" تیرا نسب ہمارے درمیان نمایاں ہے لیکن تو نے قوم قریش کے درمیان امر عظیم پیدا کر دیا، اپنی قوم کے معبودوں کی توہین شروع کر دی، آباء و اجداد کو کافر کہنا آغاز کر دیا، ہمیں تمام عرب میں ذلیل کر دیا اور رفتہ رفتہ قریش کے درمیان ساحر اور کاہن مشہور ہو گیا، اس کا باعث کیا ہے؟ اگر شہوت کی وجہ سے ہے تو قریش کی جو عورت بھی پسند ہو اس سے نکاح کر دیا جائے، اگر فقر ہے تو آپ کو اس قدر مال جمع کر دیا جائے کہ غنی ہو جاؤ گے، اگر بادشاہی مطلوب ہے تو ہم تجھے بادشاہ بنائے لیتے ہیں اور جس چیز کا دعویٰ تو کرتا ہے اگر کوئی آسیب کا اثر ہے تو تیرا علاج کر دیا جا

؎۱ سلسلہ سوانح نبوی کے حالات بیان کرنے میں علامہ سے تقدیم اور تاخیر ہو گئی ہے ورنہ واقعہ نمبر ۲ پہلے اور حضرت ابوبکرؓ کا واقعہ بعد میں ہونا چاہئے ادنیٰ سے غور کے بعد یہ حقیقت واضح ہو جائے گی۔

اس وقت سب کچھ سننے کے بعد فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حٰمٓ نازل کی گئی رحمٰن
حٰمٓ تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ	اور رحیم کی طرف سے کتاب کہ مفصل ہیں اس کی
کِتٰبٌ فُصِّلَتْ آیٰتُہٗ قُرْآنًا	آیات، قرآن عربی زبان میں جاننے والوں کیلئے
عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۔۔ تا	پس اگر اعراض کریں تو فرما دیجئے
فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ الخ	الخ

عتبہ نے یہ سُنا اور کہا "بس بس"، "تیرے پاس اس کے سوا کچھ نہیں ہے" اور یہ بھی روایت ہے کہ جب تک آپ نے آیتِ سجدہ تلاوت کی عتبہ کمر کے پیچھے ہاتھوں کا تکیہ بنا کر سنتا رہا۔ پھر آپ نے فرمایا عتبہ سُنا اب جہاں چاہے جا۔ عتبہ مجمع کے پاس آیا، لوگوں نے دیکھا کہ عتبہ بدلا ہوا ہے، بولے تجھ پر بھی جادو ہو گیا؟ عتبہ نے کہا قسم خدا کی میں نے ایسا سُنا ہے کہ اس جیسا سُنا نہیں ہے، اس کو شعر اور کہانت سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے، قسم خدا کی اس کلام کی شان عظیم ہے [1]

چنانچہ جب قریش نے دیکھا کہ آپ اپنے طریقہ میں ثابت قدم ہیں اور بتوں کو بُرا کہنے سے باز نہیں آئیں گے تو ایذا رسانی شروع کی [2] اور بعض نے اس میں درجہ کمال حاصل کر لیا۔ حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں لیکن آپ نے کسی کو بد دعا نہیں کی۔ مگر ایک دن واقعہ یہ ہوا کہ ابوجہل مسجد حرام میں بیٹھا تھا اور اس دن مسجد حرام سے باہر ایک اونٹ ذبح ہوا تھا، ابوجہل نے عقبہ بن ابی معیط کو بھیجا، وہ اونٹ کا معدہ اٹھا لایا اور جب آپ سجدہ میں گئے تو دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا اور خوب کھلکھلا کر ہنسے، ابن مسعودؓ کہتے ہیں اس دن مجھے آپ کی حالت پر ترس آیا، کسی نے بی بی فاطمہؓ کو جا کر خبر کر دی وہ آئیں اور قریش کو بُرا بھلا کہا اور اس اوجھ کو آپ کے اوپر سے ہٹایا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوگئے تو قریش کی طرف متوجہ ہوئے اور اس وجہ سے کہ انھوں نے نماز کی اہانت کی تھی تین مرتبہ فرمایا [3] "اَللّٰھُمَّ عَلَیْکَ بِقُرَیْشٍ"، جب قریش نے سُنا تو پریشان ہوئے وہ جانتے تھے کہ آپ کی دُعا قبول ہوتی تھی۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں، یہ تین مرتبہ اجمالی بد دعا تھی اور دو جماعتوں کو آپ نے نام بنام بد دُعا کی یعنی اَللّٰھُمَّ عَلَیْکَ بِاَبِیْ جَھْلِ بْنِ ھِشَامٍ "وعتبہ بن ربیعہ وشیبہ بن ر...

[1] اس پورے واقعہ کو علامہ بغوی نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے، علامہ جلال نے اس جگہ اس سورت کو سنہ نبوی کے تحت ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت ۵ سنہ نبوی میں نازل ہوئی، پوری سورت میں عتبہ کی گفتگو کا جواب ہے۔
[2] گویا ایذا رسانی کا سلسلہ ۵ سنہ نبوی سے ہوا اور اسی وقت سے اعلانیہ دعوت شروع ہوئی تھی۔ (طبقہ ...)

ولید بن عقبہ، عقبہ بن معیط، ابی بن خلف، عمارہ بن ولید" ابن مسعودؓ فرماتے ہیں، قسم خدا کی جن جن کو آپ نے بد دعا کی تھی وہ بدر کے دن قتل ہوئے اور اُن میں سے ہر ایک کو مُنہ کے بل گھسیٹ کر بدر کے گڑھوں میں ڈالا گیا اور ابی بن خلف کا جوڑ جوڑ علیحدہ کیا گیا۔

محمد بن اسحٰق کہتے ہیں کہ ابو طالب جب تک حیات رہے حضورؐ کو اُن کی وجہ سے اور کبار صحابہؓ کو اُن کے قبیلہ کی وجہ سے نہیں ستایا جاتا تھا لیکن اُن کے علاوہ جو غریب اور لاوارث مسلمان تھے اُن پر عذاب کیا جاتا، کسی کو بھوکا، کسی کو پیاسا رکھا جاتا، کسی کو زنجیروں میں باندھ کر دھوپ میں ڈالا جاتا، ان میں جو کمزور ایمان ہوتے اور تحمل سے زیادہ ستائے جاتے تو اپنی زبان سے کلمہ کفر بھی ادا کر دیتے تھے[۵۱] اور جن میں صبر زیادہ تھا وہ ایمان پر قائم رہتے، اُن میں سے بلالؓ ہیں کہ اُن کا مالک اُمیہ بن خلف روزانہ دوپہر میں اُن کو ریت میں ڈال دیتا اور پھر گرم پتھر سینہ پر رکھ دیا جاتا اور دین سے پھرنے کو کہتا یہ "احد، احد،" کہتے جاتے ایک دن حضرت ابوبکرؓ نے دیکھا تو اُمیہ کو منع کیا اس نے کہا کہ اگر یہی حمیت دینی ہے تو اس کو خرید لیجیے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فوراً ہی خرید لیا اور آزاد کر دیا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو فرمایا میں بھی شریک ہونا چاہتا ہوں حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا حضور! میں اس کو اسی دم آزاد کر چکا ہوں۔

رؤسائے قبیلہ بنی مخذوم، ہر روز حضرت عمارؓ، حضرت یاسرؓ، حضرت سمیہؓ کو انواع واقسام کی تعذیب کیا کرتے تھے، ایک دن آپ کا اُن کے پاس سے گزر ہُوا، اور آپ اُن کے پاس پہونچے اور فرمایا۔

صبراً یا آل یاسر موعدکم الجنۃ — آلِ یاسر صبر کرو جنت موعود تمہارے لئے ہے

حضرت ابن عباسؓ فرماتے مشرکین مکہ حضرت عمارؓ کو اُن کے باپ یاسرؓ اور ماں سمیہؓ کو اور حضرت صہیبؓ حضرت بلالؓ، حضرت خباب بن ارتؓ کو ایذائیں دیا کرتے تھے۔ مشرکین نے ایک دن بی بی سمیہؓ کو دو اُونٹوں کے درمیان باندھ دیا اور اُن کے اندامِ نہانی میں نیزہ داخل کر دیا جس سے وہ شہید ہوئیں، اسی طرح اُن کے والد یاسر کو قتل کر دیا۔ چنانچہ سب سے پہلے اسلام کے لئے یہی دو حضرات شہید ہوئے۔

مشرکین حضرت عمارؓ سے جو چاہتے کلمہ کفر کہلا لیتے تھے، اُنہوں نے جب حضورؐ سے جاکر کہا تو آپ نے فرمایا ایمان

(بقیہ حاشیہ ۵۰) معلوم ہوا شعائرِ اسلام کی اہانت قابلِ انگیز کسی حالت میں بھی نہیں ہے خواہ اقلیت ہی میں کیوں نہ ہو۔

۵۱ قرآن پاک کی آیت سے ثابت ہے کہ اگر قلب مطمئن ہو تو زبان سے کلمہ کفر ادا کر دینے کی رخصت ہے۔

۵۲ یہ حدیث صحاح ستہ میں موجود ہے

عمار کے رگ و پے میں سرایت کر چکا ہے"۔ مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ آیت مبارک اُن ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

من کفر باللہ بعد ایمانہ	جس نے ایمان کے بعد اللہ کا کفر کیا مگر وہ
الا من اکرہ وقلبہ مطمئن	جس کے ساتھ زبردستی ہوئی اور دل اس کا
بالایمان ۱	ایمان کے ساتھ مطمئن رہا۔

واقعہ ہجرت حبشہ ۵ نبوی جب کفار مکہ کی ایذا رسانی حد سے تجاوز کر گئی اور اس کا دفع کرنا آپ کے بس سے باہر تھا تو آپ نے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت مرحمت فرما دی اور فرما دیا اس ملک کا جو بادشاہ ہے وہ ظالم نہیں ہے۔ پس ماہ رجب ۵ نبوی میں گیارہ مرد چار عورتیں خفیہ طور سے مکہ سے باہر آئے اور پیدل ساحل تک پہونچے اور ایک کشتی ڈیڑھ دینار سونے میں کرایہ پر لی، اور روانہ ہوئے۔ اور حبشہ میں پہونچ کر مامون ہو گئے ۲

سب سے پہلے شخص جو ہجرت کے لئے مکہ سے باہر آئے وہ حضرت عثمانؓ بن عفان مع اپنی اہلیہ صاحبزادی محترمہ حضرت رقیہؓ ہیں، جب تک اُن کی خیریت نہ معلوم ہوئی آپ پریشان رہے۔ جب ایک عورت نے آپ کو اطلاع دی کہ میں نے بچشم خود ان کو سوار ہوتے دیکھا ہے تب آپ کو اطمینان ہوا، آپ نے ارشاد فرمایا۔

ان عثمان اول من ھاجر	عثمان سب سے پہلے ہیں جنہوں نے لوطؑ کے
باھلہ بعد لوط ۳	بعد مع اپنی اہلیہ کے ہجرت کی ہے

روایت ہے کہ آپ کو قریش کے ایمان قبول کرنے کی بہت حرص تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر تسکین قلب کے لئے وحی نازل فرمائی اور جو کچھ آپ پر نازل ہوتا آپ قریش کو سناتے تاکہ اُن کے قلوب نرم ہو جائیں۔ جب سورۃ النجم نازل ہوئی تو آپ نے مسجد حرام میں قریش کے مجمع میں اس کو پڑھا، آیتوں پر توقف فرماتے رہے تاکہ لوگ یاد کر لیں۔ جب اس آیت پر پہونچے۔

---

۱ علامہ کی تحریر کے مطابق اس آیت کا نزول سنہ ۴ نبوی کا ہے ۲ اکثریت کے مظالم سے بچنے کا یہ آسان طریقہ - لیکن اگر حالات ایسے ہوں تو پھر اپنی اجتماعیت کو برقرار رکھا جائے اور دعوت حق میں اس وقت تک مشغول رہا جائے کہ دین غالب آجائے

۳ ملی سورتوں میں چند جگہ اس کا ذکر ہے ۴ علامہ کی ترتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ النجم کا نزول سنہ ۵ نبوی - اور ہجرت حبشہ اولیٰ کے بعد ہوا۔

افرأیتم اللّٰت والعزّٰی وَ	تم دیکھو ، لات ، عزیٰ اور تیسرے مناۃ
مناۃ الثالثۃ الاخرٰی	پچھلے کو ۔

تو شیطان نے کافروں کے کان میں یہ بات اور ڈال دی (۱)

تلک الغرانیق العلٰی وان	یہ بہت بڑے مرتبہ والے ہیں ان کی شفاعت
شفاعتھن لترتجٰی (۲)	کی امید کی جاتی ہے ۔

تو کافروں کو اس سے بہت بڑی مسرت ہوئی اور مسلمانوں کے ساتھ سجدے میں گر پڑے ۔ چنانچہ مسجد حرام میں کوئی کافر ایسا نہ تھا جو سجدہ ریز نہ ہو ، مگر اُمیہ بن خلف ۔ عتبہ بن ربیعہ اور دوسری روایت میں ولید بن مغیرہ ، انہوں نے کبر کی وجہ سے صرف خاک ہاتھ میں لیکر ماتھے پر مل لی اور کافروں نے مجلس سے باہر آ کر پروپیگنڈہ شروع کر دیا ۔ اب "محمد" صلعم نے ہم سے صلح کر لی ہے اور اب وہ ہمارے معبودوں کو بھی تسلیم کرنے لگے ہیں ۔ یہ خبر منتشر ہو گئی اور اطراف حبشہ میں جا داخل ہوئی اور مہاجرین حبشہ نے اس کو سنا اور وطن کی طرف مراجعت کا ارادہ کر لیا ۔

جب حضرت جبرئیلؑ نے آپ کو شیطان اور کافروں کی کارروائی کی اطلاع دی تو آپ بہت رنجیدہ ہوئے ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب کی تسکین کے لئے نازل فرمایا ۔

وَمَا ارسلنا من قبلک من رسولٍ	جو بھی رسول یا نبی ہم نے آپ سے قبل بھیجا تو
ولا نبیٍ الّا اذا تمنّٰی القی الشیطان	شیطان خیال باندھنے لگا پس ملا دیا شیطان نے
فی امنیتہٖ فینسخ اللہ ما یلقی	اس کے خیال میں ۔ پس مٹا دیا اللہ نے القاء شیطان
الشیطان ۔ ثم یحکم اللہ اٰیاتہٖ	کو ، پھر محکم کر دیا اپنی آیات کو ، اور اللہ جاننے والا حکمت
وَاللہ علیمٌ حکیم (۳)	والا ہے ۔

---

(۱) آسان مطلب یہ ہے کہ ان بتوں کا نام آنے سے کافروں کے ذہنوں میں اُن کی الوہیت کے بارے میں جو تخیل تھا وہ اتنا اُبھرا کہ کافروں نے یہ محسوس کیا ، گویا آپ نے ارشاد فرمایا ہے اور مفسرین نے جو اس بارے میں قصے نقل کئے ہیں وہ درجۂ صحت کو نہیں پہونچے ۔ فوائدِ عثمانی صفحہ ۶۸۳ (۲) یاد رہے لات طائف والوں کا بُت تھا اور عزیٰ قریش والوں کا اور بنی کنانہ کا اور مناۃ جو اوس و خزرج کا اور مدینہ کے قریب تھا جسکا درجہ تیسرا تھا ، یہ کلمات یہ لوگ طواف کرتے ہوئے کہا کرتے تھے ۔ جو اس وقت بھی ذہنوں میں بسے تھے بس تنافیہ ملا دیا فوائدِ عثمانی صفحہ ۶۸۳ (۳) یہ بیانِ ہمارا نہیں علامہ نے اس جگہ یہی روایت کی ہے جس کو امام طبری ، علامہ بغوی نے روایت کیا ہے تفسیر مظہری صفحہ ۳۳۹ ج ۶ واللہ اعلم یہ آیت سورہ حج میں ہے جو مدنی ہے ۔ ممکن ہے یہ آیت سنہ نبوی میں نازل ہوئی ہو

جب کافروں نے یہ سُنا تو بکواس شروع کردی کہ "محمد صلعم اب نادم ہیں اور ہمارے معبودوں کا مرتبہ اُن کو نہیں بھاتا ہے ہم بھی صلح ختم کرتے ہیں۔ پہلی اطلاع پر مہاجرینِ حبشہ جب مکہ کے قریب پہونچے تو اُن کو اس خبر کا غلط ہونا معلوم ہوا اور ہر ایک مہاجر کسی نہ کسی کے جوار میں آکر مقیم ہو گیا۔ مگر حضرت ابنِ مسعودؓ کسی کے جوار میں نہ رہے[1]۔ اور حبشہ واپس تشریف لے گئے۔ اکثر اہلِ سیر اسی پر متفق ہیں۔[2] لیکن علامہ ابنِ حجرؒ نے فرمایا ہے "حضرت ابنِ مسعودؓ پہلی ہجرت میں داخل نہ تھے اور وہ دوسری ہجرت والوں میں تھے[3]۔ باقی مہاجرین بھی اذیت کی وجہ سے کہیں زیادہ نہ رہ سکے اور اجازت کے بعد حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ اور اس مرتبہ دوسرے حضرات بھی ... ... شریک ہو گئے۔ محمد ابنِ اسحٰقؒ نے کہا ہے کہ بچوں کے علاوہ اسّی سے زیادہ مرد اور گیارہ عورتیں اس مرتبہ ہجرت کر گئے تھے۔

حضرت ابنِ مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب کافروں کو یہ حال معلوم ہوا تو عمرو بن العاص اور عمارہ بن ولید کو تحائف دیکر نجاشی کے پاس بھیجا کہ مہاجرین کو واپس کر دیا جائے۔ جب وہ دربار میں حاضر ہوئے تو نجاشی کو سجدہ کیا اور تحائف پیش کئے اور عرض کی۔ النجاشی کو غصہ آگیا اور کہا جس نے ہماری پناہ لی ہم اُس کو واپس نہ کریں گے۔ اور حکم دیا کہ مسلمانوں کو لاؤ تاکہ وہ بھی حقیقتِ حال سے باخبر کریں۔ مہاجرین نے حضرت جعفرؓ کو اپنا امیر منتخب کیا[4] اور دربار میں آئے اور سلام کیا اور سجدۂ تعظیمی نہ کیا، اہلِ دربار نے بادشاہ سے چغلی کی کہ انہوں نے آپ کو سجدہ نہیں کیا ہے! حضرت جعفرؓ نے فرمایا "ہم مسلمان ہیں خدا کے علاوہ کسی کو سجدہ نہیں کرتے ہیں۔ ہمارے رسولؐ کی یہی تعلیم ہے۔ یہ بات نجاشی کے دل میں اُتر گئی اور کہا یہ اہلِ قریش تم پر فلاں فلاں جرم عاید کرتے ہیں۔ حضرت جعفرؓ نے جواب دیا۔

---

[1] عرب کے دستور کے مطابق بغیر کسی کے جوار میں آئے یا کسی قبیلہ میں منسلک ہوئے بغیر زندگی ناممکن تھی [2] حافظ ابنِ حجرؒ نے یہ تاویل اس وجہ سے کی ہے کہ حضرت ابنِ مسعودؓ نے حاضر ہو کر حضورؐ کو سلام کیا اس وقت آپ نماز میں تھے تو آپ نے سلام کا جواب نہیں دیا اور نماز کے بعد فرمایا کہ نماز میں کلام کی ممانعت ہو گئی ہے۔ حافظ صاحب کی یہ تاویل تاریخی اعتبار سے درست ہے مفصل بحث ملاحظہ فرمائیں۔ حاشیہ ترجمہ زاد المعاد از بندہ غفرلہٗ [3] اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ غیر مسلم حکومت میں مسلمانوں کو اپنا امیر منتخب کر کے رہنا چاہیے۔ [4] کسی بھی حال میں مسلمانوں کو اپنا شعار اور اپنا تہذیب نہ ختم کرنا چاہیے بلکہ غیر مسلم حکومت میں اپنی انفرادیت پر باقی رہنا چاہیے۔

"بے شک ہم ان لوگوں کے دین پر تھے کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آئے۔ وہ شریف النسب ہیں اُنھوں نے توحید پرستی کی تعلیم ہمیں دی اور ہم کو معروف کا امر کیا اور منکر کی نہی کی اور نماز، روزہ حج[1]، زکوٰۃ، صلہ رحمی اور اخلاقِ حسنہ کا امر فرمایا، اور تمام چیزیں دلائل اور معجزات کے ذریعہ ہم پر واضح ہوگئیں اور یہ لوگ اسی وجہ سے ہم کو اذیت دیتے تھے۔ ہم اجازت لیکر ہجرت کر کے یہاں آئے ہیں"

نجاشی نے کہا اُن پر جو کلام نازل ہوا ہے مجھے سُناؤ۔ حضرت جعفرؓ نے کھٰیٰعص کی قرأت کی۔ جب نجاشی نے اس کو سُنا تو اتنا رویا کہ اس کی ڈاڑھی تر ہوگئی[2]

اُس وقت نجاشی کے دربار میں نصرانی علماء اور پادری موجود تھے اور صحیفے کھولے ہوئے تھے وہ بھی اس قدر روئے کہ اُن کی ڈاڑھیاں اور صحائف تر ہوگئے۔ نجاشی نے کہا یہ کلام اور جو موسیٰ پر نازل ہوا ایک چراغ کی روشنی ہیں اور عمرو بن عاص اور عمارہ سے کہا "قسم خدا کی میں ان کو تمہارے سپرد نہ کروں گا" تو عمرو بن عاص نے دوسرا حربہ استعمال کیا اور کہا "یہ لوگ حضرت عیسیٰؑ کو نہیں مانتے۔ نجاشی نے حضرت جعفرؓ سے دریافت کیا تو انھوں نے بتلایا۔

"ہم حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بندہ اور رسول اور خدا کا وہ کلمہ مانتے ہیں جو مریم بتولؑ کی طرف القا کیا گیا اور اُس کی روح مانتے ہیں"

نجاشی نے تمام اہلِ دربار کی طرف متوجہ ہو کر کہا اور ایک تنکا زمین سے اُٹھایا کہ جو کچھ انہوں نے کہا ہے اس میں اور انجیل میں اتنا بھی فرق نہیں ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ خدا کے رسول ہیں حضرت عیسیٰؑ نے اُن کی بشارت دی ہے، اگر مجھے کارِ مملکت نہ ہوتے تو میں حاضر ہوتا اور اُن کے جوتے اُٹھاتا، اور اُن کے وضو کے پانی کو چہرے پر ملتا۔ کہتے ہیں نجاشی نے قریش کے سب ھدایا واپس کر دیئے، اور وہ ذلیل

---

[1] حضرت جعفرؓ کی تقریر میں ارکانِ خمسہ کا ذکر ہے حالانکہ اُن کی فرضیت ہجرتِ مدینہ کے بعد ہوئی ہے۔ ممکن ہے ہجرت سے قبل اُن کی ادائیگی نفلاً ہو واللہ اعلم [2] اس سے معلوم ہوا کہ سورۂ مریم کا نزول ۵ نبوی سے قبل ہوا، اس سورۃ میں حضرت مریمؑ حضرت عیسیٰؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ادریسؑ وغیرہ رسولوں کا ذکر فرمایا ہے فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشھوٰت الآیۃ اسکے بعد روئے سخن کفار کی طرف فرمایا ہے ہماری اس مختصر گزارش میں تو موں کے بگڑنے کی وجہ معلوم ہو جائیگی۔
عزیز الرحمٰن عفرلہٗ

ہو کر واپس ہوئے [1]

اسلام حمزہ و عمر ۶ ؁ نبوی

اس سال حضرت حمزہؓ مسلمان ہوئے اور سبب یہ ہوا کہ اُس دن ابو جہل نے آپ کو بہت گالیاں دیں اور بہت ستایا اور آپ نے اُس پر صبر کیا۔ عبد اللہ بن جدعان کی باندی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی، جب حضرتِ حمزہ شکار سے آئے اور کعبہ کے طواف سے فارغ ہوئے تو اس باندی نے سب کچھ بتلا دیا۔ حضرتِ حمزہ کو بہت غصہ آیا اور جہاں ابو جہل بیٹھا تھا پہونچے، آپ کے ہاتھ میں اُس وقت کمان تھی، اس زور سے اس کے سر میں ماری کہ سر کھل گیا اور فرمایا کافر مردود، تیری یہ ہمت لے میں مسلمان ہوتا ہوں اور حضورؐ کی خدمت میں آئے اور مسلمان ہو گئے۔ اس سے آپ کو بہت مسرت ہوئی اور مسلمانوں کو قوت حاصل ہوئی۔

اہلِ سیرت کہتے ہیں کہ حضرت حمزہؓ ۶ ؁ نبوی میں مسلمان ہوئے اور صاحب اسلام کا فرمانا ہے کہ ۵ ؁ نبوی میں مسلمان ہوئے۔ واللہ اعلم

اسی سال حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے، روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ	تم اور تمہارے معبود خدا کے علاوہ دوزخ کا
اللّٰہِ حَصَبُ جَہَنَّمَ اَنْتُمْ لَہَا وَارِدُوْن	ایندھن ہیں اور تم اس میں داخل ہوگے

جب ابو جہل نے یہ سُنا تو بہت غصہ ہوا اور کہا اے قریش! محمد (صلعم) تمہارے معبودوں کی بہت توہین کرتے ہیں اور تمہارے آبا کو دوزخ کا ایندھن بتلاتے ہیں یہ جو قابلِ برداشت نہیں ہے جو ان کو قتل کریگا اس کو سَو اُونٹ سرخ اور سیاہ بال کے دونگا اور ایک ہزار اوقیہ چاندی دوں گا۔ حضرت عمرؓ جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے کھڑے ہوئے اور کہا، ابو الحکم، سچ کہتے ہو؟ اس نے کہا بالکل سچ کہتا ہوں اور ہاتھ پکڑ کر بیت اللہ کے اندر لے گیا اور بُت کے سامنے قسم کھائی۔ عمر بن خطاب نے تلوار ہاتھ میں اور تیر، کمان کندھے پر رکھا اور

---

[1] سیرتِ نبویہ میں "مہاجرین حبشہ کا قیام" یہ نمونہ ہے کہ مسلمان غیر مسلم مملکت میں کس طرح رہیں، مکہ کا قیام غلبہ کفر میں رہنے کا نمونہ ہے اور مدینہ کا قیام اپنی حکومت میں رہنے کا نمونہ ہے، ان تینوں قیام میں موجودہ طرزِ فکر اور قومیت کے لئے ذرہ برابر گنجائش نہیں ہے بلکہ ملت کی انفرادیت پر سینکڑوں دلائل ہیں، جن لوگوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے قیام مصر اور مصری حکومت میں اشتراک اور فرعونی دستور کی پابندی کو لکھا ہے وہ غلطی پر ہیں کیونکہ قرآن پاک میں موجود ہے ما کان لیاخذ اخاہ فی دین الملک۔ الآیہ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں میری اور حضرت مجاہد ملت کی مراسلت۔ مجاہد ملت نمبر صفحہ ۲۰۲

جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستہ میں بنی زہرہ کے نعیم بن عبداللہ سے ملاقات ہوئی، اُنھوں نے دریافت کیا "عمرؓ! کہاں جاتے ہو؟ کہا محمد (صلعم) کو قتل کرنے جاتا ہوں۔ نعیم نے کہا "کیا بنو عبد المطلب اور بنو ہاشم ایسا کرنے دیں گے۔ عمر نے کہا معلوم ہوتا ہے تو بھی اُن کے دین کی طرف مائل ہے، لے پہلے تیرا ہی قصہ چکاتا ہوں۔ نعیم نے کہا میں تو اپنے آباء کے دین پر ہوں، یہ سُن کر نعیم اور عمر دونوں روانہ ہوئے۔ جب مقام "البطح" پر پہونچے دیکھا کہ لوگ ایک "گوسالہ کو باندھ رہے ہیں تاکہ ذبح کریں اور اس کا گوشت تقسیم کریں۔ گوسالہ نے بآوازِ فصیح کہا۔

"یا آلِ ذبیح ایک نجات والا امر ہے کہ ایک آدمی فصیح زبان سے

پکارتا ہے اور تمہیں دعوت دیتا ہے کہ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

لوگوں نے اس کو ذبح نہ کیا اور عمر ادھر سے گزرے اور کہا تعجب ہے! جو بڑا کام میرے سپرد ہے یعنی محمد (صلعم) کو بہت جلد قتل کر دینا چاہئے تاکہ میری مراد بھی مستحکم ہو جائے۔

ایک روایت یہ ہے کہ راستہ میں سعد بن وقاصؓ سے ملاقات ہوئی، اُنھوں نے کہا پہلے اپنی بہن اور بہنوئی کی خبر لیجئے؛ آپ کی بہن اور اُن کا شوہر سعید بن زید مسلمان ہو گئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا اس کا ثبوت۔ جواب دیا وہ تیرا ذبیحہ نہیں کھائیں گے۔ حضرت عمرؓ اپنی بہن کے یہاں گئے، اس وقت اُن کی بہن اور سعید بن زید حضرت خبابؓ سے سورۂ طٰہٰ[1] جو اُس وقت نازل ہوئی تھی، پڑھ رہے تھے۔ عمرؓ تھوڑا رُکے اور پھر داخل ہوئے، اُن کی بہن نے آہٹ پاتے ہی صحیفہ اور حضرت خباب کو گھر میں چھپا دیا۔ حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کر رہے ہو۔ بولے آپس میں بات چیت کر رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فوراً ہی ایک بکری جو وہاں تھی خود ذبح کی اور گوشت پکایا اور کہا اس کو کھاؤ، بولے ہم اس کو نہیں کھائیں گے۔ تب حضرت عمرؓ کو حضرت سعد کی بات سچ معلوم ہوئی اور بہن کو لات اور گھونسوں سے مارنا شروع کیا اور بہنوئی کے بال پکڑ کر گھسیٹے تو بہن نے چھڑانا چاہا، اُن کے سر میں اس زور سے کمان ماری کہ بہن کا سر پھٹ گیا۔ بہن کے سر سے

---

[1] معلوم ہوا کہ سورۂ طٰہٰ کا نزول ۵ نبوی کے شروع یا ۵ نبوی کے آخر میں ہو چکا تھا اس وقت کافروں کی قرآن پاک اور آپ کی رسالت پر اعتراضات کی بھرمار ہو رہی تھی اور رحمانوں کو خوب تابلجہ رہا تھا چنانچہ شروع سورۃ میں قرآن پاک کی حقانیت کا ذکر کیا ہے اور درمیان میں حضرت موسیٰ اور حضرت آدمؑ کے تفصیلی حالات بیان کئے ہیں اور آخر سورۃ میں آپ کو دعوت پر صبر کی تعلیم کے بعد عبادات اور رجوع الی اللہ کا حکم ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ اہل کفر کے غلبہ میں دعوت اور رجوع الی اللہ ہی مسائل کا حل ہیں۔"

خون جاری ہوگیا، یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ کے دل میں ترس آیا اور خاموش ایک گوشہ میں جا بیٹھے اور کہا اچھا جو تم پڑھ رہے تھے مجھے دو۔ بہن نے جواب دیا نہیں، وعدہ کرو کہ تم اُس کی بیحرمتی نہ کروگے حضرت عمرؓ نے قسم کھائی اور بہن نے اُن کو غسل دیا تب وہ صحیفہ اُن کے سامنے رکھا۔ حضرت عمرؓ نے جب اُس کو پڑھا اور اس جگہ پہونچے

وان تجهر بالقول فانه	بات زور سے کہو یا نہ کہو، وہ ظاہر
یعلم السر واخفی (طٰہٰ)	اور چھپے کو جانتا ہے۔

تو حضرت عمرؓ پر گریہ طاری ہوگیا اور بولے یہ کلام کسقدر پاکیزہ ہے۔ حضرت خبابؓ جو چھپے ہوئے تھے حضرت عمرؓ کی یہ حالت دیکھ کر باہر آئے اور کہا عمر! مبارک ہو! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لئے یہ دعا کی تھی

اللّٰھم اعز الاسلام بابی جھل بن	اللہ اسلام کو ابوجہل یا عمر کے ذریعہ
ھشام او بعمر بن الخطاب	قوت دے۔

حضرت عمرؓ نے یہ سُنا اور کلمۂ شہادت پڑھا اور دریافت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ حضرت خباب نے کہا حمزہ بن عبدالمطلب کے گھر، اور ایک روایت یہ ہے کہ دار ابی ارقم میں ہیں اور حضرت خبابؓ اور سعید بن زیدؓ اُن کو لے کر چلے کہ وہ دونوں آگے تھے اور حضرت عمرؓ پیچھے تھے جب دروازے پر پہونچے تو اُس کو کھٹکا، اندر سے احتیاطاً کسی نے جھانک کر دیکھا اور کہا حضور! عمر تلوار لئے آئے ہیں۔ حضرت حمزہ نے کہا دروازہ کھول دو، اگر وہ خیر کے ساتھ ہے تو بہتر اور اگر شر کے ساتھ ہے تو اس کی تلوار سے اس کا سر قلم کردوں گا۔ دروازہ کھولدیا اور حضرت عمرؓ داخل ہوئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا کاندھا پکڑا اور ایک روایت میں ہے کہ کمر پکڑی اور جھٹکا دیا اور فرمایا عمر! جنگ کے ارادے سے آئے ہو یا صلح کے؟ عرض کیا صلح کے، اور کلمۂ توحید پڑھا۔ اس سے حضور صلعم کو بہت خوشی ہوئی اور باواز تکبیر کہی، کفار قریش نے جب یہ شور سُنا تو (جان لیا کوئی بات ہے)

حضرت عمرؓ نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا حضور! یہ کافر لات وعزیٰ کو اعلانیہ پوجتے ہیں؟ آپ دین حق کے مالک ہیں لیکن چھپ کے عبادت کرتے ہیں، مناسب نہیں ہے چنانچہ حضور

لہ اہلِ تصوف اس کو توجہ قرار دیتے ہیں۔

اور آپ کے صحابہ کو ساتھ لے کر اس طرح باہر آئے کہ حضرت ابوبکرؓ آپ کے دائیں طرف حمزہؓ اور عمرؓ تلوار لئے آگے آگے اور حضرت علیؓ تلوار لئے ساتھ ساتھ تھے اور باقی تمام صحابہؓ پیچھے پیچھے۔ اس وقت تمام قریش انتظار میں تھے کہ حضرت عمرؓ اس طرح داخل ہوئے، کافر بولے تمہارے پیچھے کیا ہے؟ جواب دیا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور فرمایا خبردار اگر کسی نے اپنی جگہ سے حرکت کی تو سر قلم کردوں گا۔

یہ بھی روایت ہے کہ جب کافروں نے حضرت عمرؓ کو آتے دیکھا تو اٹھے اور بولے عمرؓ! آپ تو محمد صلعم کو معہ اُن کے ساتھیوں کے پکڑ لائے حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔

قد بعث اللہ لنا امامًا ۔ محمدً قد شرع لنا اسلامًا [1]

کافروں کو بہت تعجب ہوا، اور کافروں نے عمرؓ پر حملہ کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے جوابی حملہ کیا اور کافروں کو وہاں سے بھگا دیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خانۂ کعبہ میں دو رکعت نماز اپنے صحابہؓ کے ساتھ ادا کی۔ روایت ہے اُس روز تک صرف ۳۹ مسلمان ہوئے تھے چالیس کا عدد حضرت عمرؓ سے پورا ہوا اور اُسی دن یہ آیت نازل ہوئی۔ [2]

یٰاَیُّہَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ وَ	اے نبی آپ کو اللہ اور آپ کے متبعین
مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ	مومنین کافی ہیں۔

حضرت عمرؓ کے اسلام کے بارے میں اور دوسرے اقوال بھی ہیں لیکن یہ کتاب اس تفصیل کے لئے گنجائش نہیں رکھتی ہے

---

[1] حضرت عمرؓ کے اس شعر سے ثابت ہے کہ امام کی ہر وقت ضرورت ہے بغیر امام کے کامیاب زندگی نہیں گزاری جاسکتی۔

[2] رواہ بزاز عن ابن عباس مواہب صفحہ ۲۴۳ جلد ۱

حالات از سنہ نبوی تا سنہ ۱۱ نبوی

معاہدۂ قریش

اہلِ سیر رحمۃ اللہ تعالیٰ اُن کو جزادے فرماتے ہیں کہ کافروں نے دیکھا کہ روز بروز دینِ احمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو ترقی اور فوق حاصل ہوتی جاتی ہے تو اُن میں حسد اور عناد پیدا ہُوا لیکن خواجہ ابوطالب اور بنو ہاشم کی وجہ سے کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ ایک دن تمام اشراف قریش جمع ہو کر ابوطالب کے پاس آئے اور کہا ہمیں آپ سے کچھ کام ہے، وہ یہ کہ آپ دو چیزوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرلیں یا تو "محمد" (صلعم) کو ہمارے سپرد کر دیں کہ ہم اُن کو قتل کریں یا ہم سے جنگ کے لئے آمادہ ہو جائیے۔ اس وجہ سے کہ وہ ہمارے معبودوں کی بہت توہین کرتے ہیں اور ہمارے دین کو باطل کہتے ہیں، یہ کہہ کر واپس ہو گئے۔ ابوطالب نے آپ کو طلب کیا اور حقیقتِ حال سے آگاہ کیا۔ آپ نے اس خیال سے کہ شاید ابوطالب میری حمایت سے کنارہ کش ہو رہے ہیں، فرمایا چچا! اگر آپ میرے داہنے ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں تو میں دعوتِ حق سے باز نہ آؤں گا، اور فرمایا جو کچھ میں کرتا ہوں یا کہتا ہوں وہ خدا کے امر سے ہے۔ میں کسی سے ڈرتا نہیں ہوں، اگر آپ مدد کریں بہتر ورنہ خدا میری مدد کریگا۔

ابوطالب نے یہ بات سُنی اور اُن پر رقت طاری ہو گئی اور کہا آپ اپنا کام کریں۔ خدا کی قسم جب تک میں زندہ ہوں وہ آپ پر قابو نہ پا سکیں گے۔ شیخ ابن حجر نے شرح بخاری میں ابنِ اسحٰق اور موسیٰ بن عقبہ سے نقل کیا ہے کہ کافروں نے جب دیکھا کہ آپ کے صحابہؓ ہجرت کر کے حبشہ میں مامون ہو گئے ہیں اور عُمرؓ مسلمان ہو گئے ہیں اور دینِ اسلام اطراف میں پھیلنا شروع ہو گیا ہے تو اتفاق کیا کہ محمد (صلعم) کو قتل کر دینا چاہیئے۔ یہ خبر ابوطالب کو بھی معلوم ہُوئی اور اُنھوں نے بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کو بلا کر مشورہ کیا اور آپ کی حفاظت کی غرض سے سب ایک جگہ "شعبِ ابی طالب" میں جمع ہو گئے تاکہ کافروں کو موقعہ تنہائی دستیاب نہ ہو سکے، یہ واقعہ محرم سنہ نبوی کا ہے

جب کافروں نے یہ دیکھا تو وہ سب متفق ہو گئے اور سب نے مل کر آپ کا اور آپ کے خاندان والوں کا ہر قسم کا بائیکاٹ کر دیا، اور ایک عہدنامہ لکھ کر اور مُہر لگا کر بیت اللہ پر ٹانگ دیا کہتے ہیں کہ اس معاہدہ کا کاتب منصور بن عکرمہ تھا اُس کا ہاتھ شل ہو گیا اور یہ بھی روایت ہے کہ نظر بن حارث تھا

اور یہ بھی روایت ہے کہ طلحہ بن ابی طلحہ تھا - ان تمام روایات کے جمع کا طریق یہ ہے کہ عہد نامے مختلف ہوں گے، کیونکہ یہ بھی روایت ہے کہ ایک عہد نامہ ابوجہل کی خالہ "ام الجلاس" کی حفاظت میں دیا گیا تھا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ کافروں نے شعب ابی طالب کا محاصرہ کر لیا جو کبھی کسی ضرورت سے باہر نکلتا اُس کو زد و کوب کرتے، اور اگر کوئی صلۂ رحمی کی وجہ سے کوئی چیز اُن کے پاس بھیجتا تو اس کی بھی خبر لیتے مسلمان حج کے دنوں میں باہر کے تاجروں سے کچھ خریدتے تو کافر منع کرتے اور گراں قیمت پر اُن کو اشیاء حاصل ہوتیں غرضیکہ تین سال اسی طرح گذر گئے، بھوک پیاس کی وجہ سے بچوں کے گریہ و بکا کی ہر طرف آواز سُنائی دیتی - اکثر کفار اور بنی عبد مناف اس معاہدہ سے پشیمان تھے۔

محمد بن اسحٰق نے کہا ہے کہ قریش کی ایک جماعت قرابت داری کی وجہ سے معاہدہ شکنی کے درپے ہوئی ایک دن ہشام بن عمرو، زہیر بن ابی اُمیہ کے پاس گیا اور اس سے کہا شرم کی بات ہے کہ ہم اپنی اولاد کے ساتھ عیش کریں اور ہمارے ہی بھائی بے چین ہوں - اگر بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کی جگہ ابوجہل کے رشتہ دار ہوتے تب تو آپ اتنی سختی نہ دکھلاتے، زہیر نے کہا کیا کروں، میں تنہا ہوں اگر کچھ میرے ساتھ ہو جائیں تو عہد نامہ توڑ دوں، ہشام نے کہا میں تیرے ساتھ ہوں اور طے کیا کہ مطعم بن عدی کے پاس چلو! وہاں پہونچے اور اُن سے بھی یہی کہا، وہ بھی ہم خیال ہو گئے، اس کے بعد ابو البختری کے پاس گئے اور سب حال کہا، ابو البختری نے کہا ذرا خاموشی اختیار کرو تاکہ پورے طور پر اتفاق ہو جائے - اس کے بعد ہشام زمعہ بن اسود کے پاس گیا اور اُس کو بھی ہم خیال کر لیا - ان سب میں مشورہ ہوا کہ کل مجمع قریش میں جا کر اس معاہدہ کو توڑیں گے سب نے قول و قرار اور عہد کیا - جب صبح ہوئی تو یہ سب لوگ مسجد حرام میں مجمع قریش میں آئے اور زہیر نے کھڑے ہو کر کہنا شروع کیا۔

> "اے قریش! نہایت ہی شرم کی بات ہے کہ بنو ھاشم اور بنو عبد المطلب جو ہمارے ہی بھائی ہیں، بھوک و پیاس کی وجہ سے جاں بلب ہیں اور ہم عیش و آرام کرتے ہیں۔ قسم خدا کی میں اس وقت تک نہ بیٹھوں گا جب تک اس معاہدہ کے ٹکڑے نہ کر دوں"

ابوجہل نے کہا تو جھوٹا ہے تو عہد نامہ نہیں پھاڑ سکتا۔ زمعہ بن اسود نے کھڑے ہو کر ابوجہل سے کہا تو جھوٹا ہے

ہم تو اس وقت بھی تیار نہ تھے، ابو البختری نے کہا بیشک زمعہ ٹھیک کہتے ہیں اور ابو جہل جھوٹا ہے۔ مطعم نے کہا تم دونوں ٹھیک کہتے ہو، اس کے لئے جو کوئی کچھ کہتا ہے وہ جھوٹ ہے غرضکہ آپس میں انتشار اور جھگڑا شروع ہو گیا۔

روایت ہے کہ اُسی وقت ابو طالب مسجد حرام میں آئے، لوگوں نے دیکھا تو سمجھا کہ شاید تنگ آکر "محمد" صلعم کو سپرد کرنے آئے ہیں، اُنہوں نے کہا قریش! میں تم سے ایک بات کہتا ہوں اگر تم اس کو مان لو تو بہتر! اگر وہ غلط ہو تو ہم "محمد" کو تمہارے سپرد کر دیں گے، یہ کہکر فرمایا "محمد" صلعم فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس عہد نامہ پر اُرضہ (دیمک) مسلط کر دی ہے اور اس نے اللہ کے نام کے سوا سب عہد نامہ کو کھا لیا ہے چنانچہ عہد نامہ اُتارا گیا تو ویسا ہی پایا جیسا جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اس کے باوجود بھی ابو جہل اور اُس کے بعض ساتھیوں نے دھاندلے بازی کی تو خواجہ ابو طالب نے بیت اللہ کا پردہ پکڑ کر کہا

اللھم انصرنا	اے اللہ ہماری ان لوگوں کے
علی من ظلمنا و قطع	خلاف مدد فرما جنہوں نے ہم پر ظلم
ارحامنا	کیا اور ہماری رشتہ داریوں کو ختم کیا ہے

روایت ہے کہ وہ پانچوں آدمی اُٹھے اور اُنھوں نے اعلان کر دیا ہم اس صحیفہ سے بری ہیں اور ہم اس ظالم معاہدہ کو ختم کرتے ہیں، اس پر اکثر قریش کا اتفاق ہو گیا مطعم بن عدی نے اُٹھ کر معاہدہ کو پارا پارا کر دیا اور ہتھیار لگا کر اور اپنے ساتھیوں کو ہتھیار بند کر کے شعب ابی طالب میں آئے اور بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کو نکالا۔ اور کہا جاؤ اپنے اپنے گھروں میں آرام سے رہو۔ ختم عہد نامہ کا واقعہ سنہ نبوی کا ہے ابو طالب نے ان پانچوں لوگوں کی مدح میں ایک قصیدہ کہا ہے جس کا ترجمہ نہیں کیا گیا۔

رُوم اور فارس کی جنگ

اسی سال یعنی سنہ نبوی میں لشکرِ فارس کو لشکرِ رُوم پر غلبہ حاصل ہوا، یہ خبر جب کافروں کو معلوم ہوئی تو بہت خوش ہوئے اور مسلمانوں سے کہا دیکھو رومی اہلِ کتاب تھے ہار گئے اور فارسی اہلِ کتاب نہیں تھے جیت گئے مسلمان یہ سُن کر رنجیدہ ہوئے اُسی وقت سورہ رُوم نازل ہوئی۔

الم ۔ غلبت الروم فی ادنی الارض	مغلوب ہو گئے رُومی پاس والے مُلک میں

وَهُم مِّن بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ فِي بِضْعِ سِنِينَ [۱]

اور وہ اس کے بعد عنقریب غالب ہو جائیں گے، چند سالوں میں۔

ان آیات کو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے قریش کے مجمع میں پڑھا، قریش نے کہا رومی ہرگز غالب نہ ہونگے ابن ابی بن خلف اُٹھا اور شرط لگائی حضرت ابوبکرؓ نے شرط مان لی تین سال کے لیئے احمد دوسری روایت ہے چھ سال کے لیئے شرط لگائی گئی کہ اگر اس مدّت میں رُومی غالب آگئے تو دس اُونٹ جوان میں ابوبکر کو دونگا، ورنہ ابوبکرؓ مجھے دیں گے۔

جب حضرت ابوبکرؓ اپنے دوستوں کے پاس آئے تو کہا میں ایسا کر آیا ہوں تو دوستوں نے کہا آپ نے غلط کیا، اللہ تعالیٰ نے تو اس مدت کو مبہم رکھا ہے اور لُغتِ عرب میں "بضع" تین سے لیکر ۹ تک پر اطلاق ہوتا ہے، ممکن ہے اس مدّت میں رومی غالب نہ آسکیں جب یہ خبر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہُوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا، جاؤ! اُونٹوں کی تعداد میں بھی اضافہ کرو، اور مُدّت میں بھی اضافہ کرو یعنی اُونٹوں کی تعداد سَو اور مُدّت ۹ سال مقرر کرلو۔ حضرت ابوبکرؓ آئے اور ابی سے کہا اُس نے تسلیم کرلیا اور معاہدہ طے ہوگیا یا بروایتِ دیگر جس دن معاہدۂ حدیبیہ ہوا اس دن رُومیوں کے غلبہ کی خبر ملی اور حضرت ابوبکرؓ نے ابی بن خلف کے ضامنوں سے وہ سَو اونٹ حاصل کئے۔

اور جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے، آپ نے ارشاد فرمایا ان کو صدقہ کردو، علما کا فرمانا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کا ابن ابی خلف کے درمیان یہ معاہدہ "نزولِ تحریم قمار سے پہلا" تھا اور صاحبِ کشاف نے بیان کیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اور محمدؒ اس قصہ سے استدلال فرماتے ہیں کہ عقودِ فاسدہ اور ربوٰ وغیرہ دارالحرب میں مسلمانوں اور کافروں کے درمیان جائز ہیں [۲] واللہ اعلم بالصواب

---

[۱] مدّت شرط مندرجہ روایات کی بنا پر ۹ سال تھی۔ یہ مدّت غزوہ بدر ۲ھ پر پوری ہُوئی یا معاہدہ حدیبیہ ۶ھ پر پوری ہوئی پہلی روایت کی بنا پر سورہ رُوم کا نزول ۵ نبوی میں ہوا اور دوسری روایت کی بنا پر ۱۰ نبوی میں ہُوا۔ قرینِ قیاس پہلا قول ہے اس بارے میں قرآنِ پاک سے بھی اشارہ ملتا ہے ویومئذٍ یفرح المومنون بنصر اللہ (الروم) اس دن اللہ کی نصرت کی وجہ سے مومنین خوش ہونگے۔ یہ آیت پورے طور پر غزوہ بدر پر دلالت کرتی ہے واللہ اعلم [۲] ایک شرط (قمار) کے ذریعہ (جو زمانۂ تحریم سے قبل ہوئی تھی) سَو اونٹوں کو حاصل کیا گیا اور اُن کو صدقہ کر دیا گیا، اس واقعہ میں حنفیہ کے مسلک کی بہت بڑی تائید ہے موجودہ زمانہ میں بینکوں سے جو رقوباتِ سود حاصل کی جائیں بلا شک اُنکو حاصل کر لینا چاہیئے اور منافع اور مفاد مسلمین پر صرف کر دینا چاہیئے

وفات ابی طالب اسی سال سنہ نبوی میں خواجہ ابو طالب کی وفات ہوئی۔ محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا کہ جب ابو طالب مرض وفات میں مبتلا ہوئے، تو قریش عیادت کے لئے حاضر ہوئے اور مزاج پرسی کے بعد کہا آپ اپنے برادر زادہ محمد (صلعم) سے فرمائیے کہ وہ جنت سے آپ کے لئے "طعام، شراب" منگائیں تاکہ آپ کو صحت حاصل ہو۔ ابو طالب نے آپ کے پاس آدمی بھیجا کہ وہ جاکر کہے، فرستادہ نے جاکر کہا اور آپ نے اس پر سکوت اختیار کیا، حضرت ابو بکرؓ بھی مجلس میں تھے انہوں نے فرمایا کافروں پر جنت کا طعام و شراب حرام ہے[1]۔ فرستادہ نے یہی آکر کہہ دیا ابو طالب نے کہا پھر جاکر کہو۔ فرستادہ آیا اور آپ سے کہا، آپ نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَھُمَا عَلَی الْکَافِرِیْنَ[2] اللہ نے ان کو کافروں پر حرام کیا ہے

یہ فرمانے کے بعد آپ خود بھی خواجہ ابو طالب کے پاس آئے اس وقت قریش کی بھیڑ تھی، آپ نے فرمایا تم سب لوگ علیحدہ ہو جاؤ مجھے چچا سے کچھ کام ہے، جب سب لوگ چلے گئے تو آپ ابو طالب کے سرہانے بیٹھے اور فرمایا۔

"چچا! خدا آپ کو جزائے خیر دے آپ نے بچپن میں بھی میری کفالت کی اور بڑا ہونے پر حمایت کی"

اور ایک روایت یہ ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔

"آپ کا مجھ پر سب انسانوں سے زیادہ حق ہے اور سب سے زیادہ احسان ہے اور آپ کا حق میرے والد سے بھی بڑھ کر ہے، آپ ایک کلمہ کہہ کر میری مدد فرمائیے! میں قیامت کو خدا کے سامنے آپ کی شفاعت کروں گا اور وہ کلمہ یہ ہے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ"

ابو طالب نے کہا، میں جانتا ہوں کہ تو میرا انتہا سے زیادہ خیر خواہ ہے لیکن مجھے یہ خوف ہے کہ مشرکین تیرے درپے ایذا ہوں گے کہ اپنے چچا کو موت سے ڈرا کر آبائی دین سے برگشتہ کر دیا میرا دل چاہتا ہے کہ یہ کلمہ کہہ کر تمہارا دل خوش کروں اور یہ اشعار کہے۔

---

[1] حضرت ابو بکرؓ کے تفقہ کی کتنی واضح دلیل ہے۔ [2] نمایاں مرتبہ ادب کی وجہ سے سکوت فرمایا تھا۔

[2] شرح مواہب صفحہ ۲۹۱ جلد ۱

ودعوتنی وعلمت انک ناصحی　　　ولقد صدقت وکنت فیہ امینا

اظہرت دینا قد علمت بانہ　　　من خیر ادیان البریۃ دینا

جب قریش کو یہ معلوم ہوا کہ تو اُنہوں نے شور کر دیا کہ ابوطالب نے موت کے ڈر سے اپنے بزرگوں کے دین کو ترک کر دیا، ابوطالب نے اُن کو بلایا اور کہا نہیں بلکہ میں اپنے بزرگوں کے دین پر مرتا ہوں۔

ایمانِ ابوطالب ایک روایت یہ ہے کہ ابوطالب نے بنو عبدالمطلب کو طلب کیا اور حضور صلعم کی حفاظت اور حمایت کی وصیت کی اور حضورؐ سے کہا کہ اگر حالتِ صحت ہوتی تو میں آپ کی بات ضرور تسلیم کر لیتا لیکن اب مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا، لوگ کہیں گے کہ موت کے ڈر سے مسلمان ہو گیا۔ جب آپ ابوطالب کے ایمان سے مایوس ہو گئے تو مجلس سے اُٹھ آئے اور قسم کھائی کہ جب تک مجھے ممانعت نہ ہو گی برابر آپ کے لئے استغفار کرتا رہونگا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب ابوطالب کی وفات ہو گئی تو میں نے آپ کو اطلاع کی۔

ان عمک الشیخ الضال قد مات[۱]　　　آپ کا گمراہ بڈھا چچا مر گیا۔

اور حضرت علیؓ سے آپ نے فرمایا جاؤ! اُن کو غسل دو اور کفناؤ۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا وہ تو مشرک مرے ہیں، فرمایا جاؤ! میں اُمید کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اُن کو معاف کر دیگا اور اُن پر رحم کرے گا، حضرت علیؓ کہتے ہیں میں نے فارغ ہو کر اطلاع کی اور آپ نے مجھے دعائے خیر دی۔

ایک روایت یہ ہے کہ جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کے ساتھ جا رہے تھے اور فرما رہے تھے، اے چچا! اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے آپ نے صلہ رحمی کا حق ادا کر دیا اور میرے حق میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔

روایت ہے کہ ابوطالب کو دفن کرنے کے بعد آپ چند روز گھر سے باہر نہ آئے، صحابہ کو جب معلوم ہوا کہ آپ ابوطالب کے لئے استغفار کر رہے ہیں تو اُنھوں نے بھی کہا ہم بھی اپنے آباء و اقارب

---

[۱] اس حدیث کو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ اس کو ذکر کرنے سے غرض علامہ کی یہ ہے کہ وہ جمہور امت کے ساتھ ہیں کہ ابوطالب کا انتقال کفر پر ہوا، اسی وجہ سے علامہ نے کفر کے مراتب شمار کرائے ہیں۔ علامہ شبلی نے سیرۃ النبی میں بحث تو کی ہے لیکن دلائل بیان کرنے سے قاصر رہے تفصیلی بحث ملاحظہ فرمائیں سیرت خیر العباد صفحہ ۶۲ پر

۱۷٠

کے لئے کیوں نہ مغفرت چاہیں اُس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوا	نبی اور اس کے ساتھی مومنین کے لئے مناسب
معہ ان يستغفروا للمشركين و	نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لئے مغفرت مانگیں
لو كانوا اولی قربیٰ الیٰ قولہ وھواعلم	اگرچہ وہ اُن کے عزیز ہی کیوں نہ ہوں اور اللہ
بالمھتدین	ہدایت یافتہ لوگوں سے واقف ہے۔

صحیحین میں ہے حضرت عباسؓ کہتے ہیں میں آپ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا آپ کے چچا ابو طالب نے آپ کی ہر قسم کی حمایت کی اور قریش کا غصہ مول لیا، آپ نے فرمایا وہ بزم قسم کی آگ میں ہیں اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے نیچے کے طبقہ میں ہوتے اور یہ بھی صحیح سند سے ثابت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا

اھون الناس عذابا یوم	قیامت میں سب سے کم عذاب ابو طالب
القیامۃ ابو طالب لہ شراکان	کو ہوگا وہ آگ کے جوتے پہنے ہونگے کہ اس سے
من نار یغلی دماغہ[1]	اُن کا دماغ کھولتا ہوگا۔

کہتے ہیں کہ ابو طالب کی عمر اسّی سال سے کچھ زیادہ ہوئی، وفاتِ ابو طالب کے بارے میں جو احادیث مروی ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ آیتِ مبارکہ "مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ" الخ ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور یہ بھی صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ جب آپ بغرض عمرہ مکہ تشریف لا رہے تھے تو اپنی والدہ کی قبر کے پاس سے گذرے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کی اجازت چاہی اجازت نہ ملی[2] اور مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

یہ حدیث اگرچہ صحت میں وفاتِ ابی طالب والی حدیثوں کے مرتبہ کو نہیں پہونچتی تاہم اس کے بعض طرق بعض کو قوت دیتے ہیں جس کی وجہ سے تضاد ہے، اس کے دور کرنے کی صورت یہ ہے کہ ممکن ہے نزولِ آیت وفاتِ ابی طالب کے بعد ہوا ہو، اور یہ جائز ہے کہ سبب نزول دو ہوں، ایک مقدم یعنی وفاتِ ابی طالب اور دوسرا ایک بعد کا یعنی "قصہ قبرِ بی بی آمنہ" اور بعض طرق کی یہی تاویل مناسب اور مطابق ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ نزول تو وفاتِ ابو طالب کے بارے میں ہوا ہو لیکن قصۂ بی بی آمنہ

---

[1] رواہ بخاری [2] نجاتِ والدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اختلاف ہے، فریقین کے دلائل بکثرت ہیں۔ ہم ادباً سکوت اختیار کرتے ہیں تفصیلی بحث ملاحظہ ہو شرح مواہب صفحہ ۱۶۹-۱۷۰

کے وقت حضرت جبرئیلؑ نے یہ آیت یاد دلا دی ہو۔

مذکورہ احادیث محمد بن اسحٰق کی اس روایت کے ضعف پر دلالت کرتی ہیں کہ جب آپ نے ابو طالب سے فرمایا تو انہوں نے انکار کر دیا لیکن حضرت عباسؓ نے جب نظر کی تو اُن کے لب حرکت کر رہے تھے، سر کو اُن کے قریب کیا تو معلوم ہوا کہ وہ کلمہ پڑھ رہے تھے۔ یہ سُن کر جناب رسالت مآبؐ سے عرض کیا گیا، "وہ کلمہ پڑھ رہے ہیں۔" لیکن یہ حدیث اُن احادیث کے جو صحیحین میں ہیں معارض نہیں ہو سکتی۔

یہ بھی ہے کہ ابو طالب نے اقرارِ نبوت تو کر لیا لیکن اقرارِ وحدانیت نہیں کیا، کیونکہ اقرارِ نبوت تو اُن کے اس شعر سے ثابت ہے

ودعوتنی وعلمت انک صادق　　　ولقد صدقت وکنت قبل امینا

لیکن اقرارِ توحید ثابت نہیں ہوتا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ کفر کے چار درجہ ہیں، کفرِ انکار، کفرِ نفاق، کفرِ جحود، کفرِ عناد۔ کفرِ انکار تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو نہ دل سے شناخت کرے اور نہ زبان سے اقرار کرے، اور کفرِ جحود یہ ہے کہ دل سے شناخت کرے لیکن زبان سے اقرار نہ کرے، جیسا کہ کفرِ ابلیس اور کفرِ یہود بمحمد صلے اللہ علیہ وسلم اسی قبیل سے ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

فلما جاءھم ما عرفوا　　　جب وہ اُن کے پاس اُن کا پہچانا

کفروا بہ　　　ہوا آیا تو اس کا انکار کر دیا۔

یہاں کفر سے مراد "کفرِ جحود" ہے، اور کفرِ نفاق یہ ہے کہ زبان سے اقرار کرے لیکن دل سے نہ مانے اور کفرِ عناد یہ ہے کہ دل سے بھی مانے اور زبان سے اقرار بھی کرے لیکن اس کے باوجود تسلیم و انقیاد نہ ہو۔ کفرِ ابو طالب اسی قسم سے ہے انہوں نے اپنے شعر میں کہا ہے۔

لقد علمت بان دین محمد　　　من خیر ادیان البریۃ دینا

لولا الملامۃ او حذار مسبۃ　　　لوجدتنی سمحا بذاک مبینا

کفر کی یہ چاروں قسم برابر ہیں، اگر کسی آدمی کا ان میں سے کسی ایک پر انتقال ہوا ہے تو خدا کو اختیار ہے کہ مغفرت نہ فرمائے۔

وفاتِ خدیجہؓ۔ ابو طالب کی وفات کے تین روز بعد حضرت خدیجہؓ کی وفات ہو گئی اور یہ بھی روایت ہے

کہ ۳۵ روز بعد وفات ہوئی، لیکن پہلا قول زیادہ مشہور رہے۔ باقی حالات حضرت خدیجہؓ کے آئندہ مذکور ہوں گے۔

آپ پے در پے ان دو مصیبتوں کی وجہ سے بہت غمگین ہوئے اور گھر سے کم باہر آتے تھے اسی وجہ سے اس کو غم کا سال کہتے ہیں، ایک دن آپ قریش کے مجمع سے ہو کر گزر رہے تھے کہ ایک غنڈہ نے آپ کے سر پر مٹی ڈال دی، آپ گھر تشریف لائے اور آپ کی صاحبزادیوں نے اس کو دور کیا آپ نے ارشاد فرمایا۔ اگر ابوطالب زندہ ہوتے تو کافروں کی یہ مجال نہ تھی، اور فرمایا جانِ پدر! مت رو، خدا تیرے باپ کی مدد فرمائے گا۔

حمایتِ ابولہب

جب ابولہب نے دیکھا کہ قریش آپ کو ستاتے ہیں اسی وجہ سے آپ ملول رہتے ہیں تو آپ کے پاس گیا اور کہا آپ جس طرح ابوطالب کے زمانہ میں مشغول رہتے تھے اسی طرح کرتے رہیں کوئی آپ پر دست درازی نہ کر سکے گا۔ جب قریش نے یہ دیکھا تو تعرض نہ کیا۔ ایک دن ابوجہل کو یہ ترکیب سوجھی اور اس نے ابولہب سے کہا "آپ محمد (صلعم) سے دریافت کریں کہ "آپ کے نزدیک عبدالمطلب کا کیا مقام ہے؟ ابولہب نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا "اس کا مقام اس کی قوم کے ساتھ ہے؟ ابولہب نے یہی جا کر ابوجہل سے کہہ دیا، اس نے کہا یہ دریافت کیجئے! وہ دوزخ میں ہے یا جنت میں۔ ابولہب نے یہی جا کر کہا، آپ نے فرمایا وہ اور اس کی قوم دوزخ میں ہے، یہ سن کر ابولہب کو بہت غصہ آیا اور حمایت سے ہاتھ اٹھا لیا اور[1] کہا جب تک زندہ رہوں گا، آپ کی دشمنی کروں گا۔ اور ایذا رسانی میں قریش کا شریک ہو گیا

اطرافِ مکہ میں دعوت

(اسی سال یعنی ۱۰ نبوی میں) آپ اطرافِ مکہ میں دعوت کے لئے تشریف لے گئے، سب سے پہلے بنی بکر بن وائل کے قبیلہ میں گئے انھوں نے ٹھہرنے بھی نہ دیا، اس کے بعد آپ بنی ثقیف اور طائف کی طرف متوجہ ہوئے انھوں نے ٹھہرایا اور پھر آپ کو ہٹا دیا، یہاں سے آپ بنی ثقیف اور طائف کی طرف متوجہ ہوئے، آپ کے ساتھ حضرت زید بن حارثہ تھے، ایک روایت کے مطابق آپ نے طائف میں ایک ماہ قیام کیا، تمام اشراف کو دعوت دی مگر کسی نے قبول نہ کیا بلکہ غنڈوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا، وہ لوگ گالیاں دیتے اور پتھر مارتے تھے، آپ کی پنڈلیاں

---

[1] عبدالمطلب کے بارے میں یہ ہے کہ وہ زمانۂ فترۃ کے موحدین میں سے ہیں اور معذور ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

زخمی ہوگئیں، حضرت زید بن حارثہ ڈھال بنے ہوئے تھے لیکن ایک پتھر اُن کے سر میں بھی آ کر لگا اور سر زخمی ہو گیا۔

اس قبیلہ کے سردار کے تین لڑکے تھے عبد یالیل، مسعود، حبیب تھے اُن میں سے کسی نے کہا خدا نے صرف آپ ہی کو رسول منتخب کیا ہے وعلیٰ ہٰذا القیاس، آپ اس سے بہت رنجیدہ ہوئے تو آپ پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی

قَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ	کہتے ہیں کہ یہ قرآن دونوں بستیوں میں سے
عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ[1]	کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں اُترا۔

طائف سے واپسی

غرضیکہ آپ رنجیدہ خاطر واپس ہو رہے تھے، راستہ میں ربیعہ کے دو بیٹوں عتبہ اور شیبہ کا باغ ایک بلندی پر تھا، اہل ثقیف جو کچھ آپ کے ساتھ کر رہے تھے وہ دیکھتے تھے۔ آپ اس باغ میں آئے اور ایک پیڑ کے نیچے بیٹھ گئے، یہ دیکھ کر عتبہ اور شیبہ نے اپنے غلام عداس[2] کو حکم دیا کہ کسی برتن میں انگور رکھ کر اُن کے پاس لے جاؤ! غلام نے آپ کی خدمت میں انگور پیش کئے، آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر برتن میں ہاتھ ڈالا اور کھانا شروع کیا، غلام نے تعجب سے آپ کی طرف دیکھا اور کہا آپ کہاں رہتے ہیں اور کون ہیں؟ یہ کلام اس نواح میں نہیں سُنا جاتا، آپ نے فرمایا تو کون ہے اور کہاں رہتا ہے؟ اس نے کہا میں نصرانی ہوں اور نینوا کا رہنے والا ہوں، آپ نے فرمایا نینوا ہی کے باشندہ حضرت یونس بن متی تھے، غلام نے کہا آپ ان کو کیسے جانتے ہیں، فرمایا وہ میرے بھائی ہیں وہ بھی رسول تھے اور میں بھی رسول ہوں اور نام میرا "محمد" صلعم ہے غلام نے کہا آپ کی توصیف ہم نے انجیل میں پڑھی ہے، آپ کی قوم آپ کو وطن سے نکالے گی، اور بالآخر آپ کا دین غالب ہوگا۔ آپ کے انتظار میں، میں یہاں مدت سے ہوں، آپ مجھے اسلام کی تعلیم فرمائیں۔ آپ نے غلام پر اسلام پیش کیا اور وہ دل و جان سے مسلمان ہو گیا، اور ایک روایت

---

[1] یہ آیت سورۂ زخرف کی ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ سورۃ سنہ نبوی اور سنہ ۱۱ نبوی میں نازل ہوئی ہوگی، پوری سورت میں کافروں کے اعتراضات کے جوابات ہیں اور ان کو اسلام کی دعوت ہے۔

[2] یاد رہے کہ مکہ میں عداس نام کا ایک کاہن بھی رہتا تھا اور ابو عداس اس کاہن کی کنیت بھی ہے جس سے شام کے سفر میں ملاقات ہوئی تھی۔

یہ بھی ہے کہ غلام نے آپ کے ہاتھ اور سر چومے، عتبہ اور شیبہ دور سے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے جب غلام واپس ہوا تو دریافت کیا، کیا حال ہے اور یہ کون تھے، غلام نے کہا وہ رسول تھے عتبہ اور شیبہ نے کہا اس نے تجھے دھوکہ دیا، غلام نے کہا ایسا نہ کہو، روئے زمین پر اُن سے بہتر کوئی انسان نہیں ہے۔

جنّات کا قبولِ اسلام

جب آپ طائف سے واپس ہو کر وادیٔ نخلہ میں داخل ہوئے وہاں سے مکہ ایک رات کی راہ پر ہے وہاں شب میں آپ نے قیام فرمایا، اتفاق سے سات نفری بروایتے نو نفری جنات کی ایک جماعت کا گذر اُدھر سے ہوا جو آپ کی قرأت کی آواز سن کر ٹھہر گئے، اس وقت آپ تہجد کی نماز پڑھ رہے تھے جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو جنات ظاہر ہو کر حاضر ہوئے[1] آپ نے اُن کو ایمان کی دعوت دی اور اُنھوں نے قبول کر لی، آپ نے اُن کو وصیت فرمائی کہ جب تم اپنی قوم میں جاؤ تو اُن کو اسلام کی دعوت دو۔ چنانچہ آیتِ مبارکہ میں ارشاد ہے۔

اذ صرفنا الیک نفراً من الجن یستمعون	جب پھیرا ہم نے آپ کی طرف جنات کے کچھ نفر
القرآن فلما حضروہ قالوا انصتوا	کو تاکہ وہ قرآن سنیں جب وہ حاضر ہوئے تو کہا
فلما قضی ولوا الی قومھم منذرین	خاموش! جب قرأت پوری ہو گئی تو اپنی قوم کو ڈرانے چلے

کہتے ہیں جنات کی یہ جماعت یہودی مسلک کی تھی جیسا کہ قرآنِ پاک کی اس آیت سے بھی ظاہر ہو رہا ہے

یا قومنا انا سمعنا کتاباً	اے قوم ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ
اُنزل من بعد موسیٰ[2]	کے بعد نازل ہوئی ہے۔

ان جنات نے واپس ہو کر اپنی قوم کو دعوت دی اور اُن کی دعوت سے جنات کثیر حلقۂ بگوشِ اسلام ہوئے اور شرفِ ملاقات کی آرزو ظاہر کی۔ روایت ہے کہ وادیٔ نخلہ کے تین ماہ بعد شبِ چہار شنبہ کو حضرت جبرئیل آئے اور جنات کی ملاقات کی خبر دی اور یہ بھی روایت ہے کہ حرمِ پاک کے ایک درخت نے آپ کو خبر دی کہ مقامِ "حجون" میں جنات جمع ہیں اور آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت ابنِ مسعودؓ نے ہمراہی

---

[1] خفاجی نے کہا ہے کہ حضورؐ کی جنات سے چھ مرتبہ ملاقات ہوئی ہے۔ یہ واقعہ نصیبین (جو ملکِ شام میں ہے) کے جنات کے ساتھ پیش آیا۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ جنات نینوا کے ساکن تھے جب آسمان کی خبروں پر پہرہ بٹھا دیا گیا تو جنات کو فکر ہوئی کہ وجہ دریافت کی جائے چنانچہ وادیٔ نخلہ میں آپ سے ملاقات ہوئی (شرح مواہب صفحہ ۱۲۰ جلد ۳) [2] رواہ ترمذی

کی اجازت چاہی، آپ نے اجازت دیدی اور ساتھ لے کر روانہ ہوئے، جب شعبِ حجون میں پہونچے تو انگشتِ مبارک سے ایک دائرہ بنایا اور فرمایا یہاں رہو، ہرگز قدم یہاں سے باہر نہ رکھنا تاکہ کسی آفت میں مبتلا نہ ہو جاؤ اور اگر قدم باہر رکھ دیا تو ہرگز مجھے نہ دیکھ سکو گے اور آپ ایک ٹیلہ پر نماز میں مشغول ہو گئے اور سورۂ طٰہٰ کی قرأت شروع فرمادی، تھوڑی دیر کے بعد دو ہزار جنات بقولِ دیگر ساٹھ ہزار اور بروایتِ دیگر چالیس جھنڈے تھے اور ہر جھنڈے کے تحت ہزاروں جنات تھے حاضر ہوئے اور ملاقات کی۔ روایت ہے کہ جنات نے آپ سے دریافت کیا، آپ کون؟ فرمایا میں نبی ہوں بولے ثبوت کیا ہے؟ فرمایا یہ درخت گواہی دے گا، وہ درخت فوراً اپنی جگہ سے آیا اور اپنی تمام شاخوں کو زمین پر بچھا دیا، درخت سے آپ نے فرمایا اے درخت کیا گواہی دیتا ہے، درخت نے بزبانِ فصیح عرض کیا آپ خدا کے رسول ہیں، آپ نے فرمایا اپنی جگہ واپس ہو جا، وہ واپس چلا گیا۔

روایت ہے کہ اس شب آپ نے بارہ جنات کو منتخب کیا اور اُن کو احکاماتِ دین سکھلائے تاکہ وہ دوسروں کو سکھلائیں اس کے بعد وہ واپس ہو گئے۔ حضرتِ ابنِ مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اُس دن میں نے آپ کے گرد بہت ہجوم دیکھا اور بلند آوازیں سنیں، جب صبح ہوئی تو آپ تشریف لائے اور فرمایا کیا دیکھا؟ عرض کیا سیاہ آدمی جو سفید لباس پہنے ہوئے تھے دیکھے، آپ نے فرمایا، یہ نصیبین کے جنات تھے مجھ سے اپنی اور اپنی سواریوں کی خوراک مانگ رہے تھے آپ نے فرمایا اور اُن کی خوراک ہڈیاں اور اُن کے جانور کی خوراک گھوڑوں کی لید ہوتی ہے، میں نے عرض کیا یہ کیونکر؟ فرمایا ہر ہڈی پر اللہ تعالیٰ اُسی قدر گوشت پیدا کر دیتا ہے جتنا اُس پر سے کھایا گیا ہے اور ہر لید کو دانوں کی صورت میں تبدیل کر دیتا ہے اُسی وقت آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا۔

لا تستنجوا بالعظم ولا بالروثۃ

ہڈی اور لید سے استنجا نہ کرو

جوارِ مطعم بن عدی

اہلِ سیر بیان کرتے ہیں جب آپ طائف سے واپس ہوئے تو مسلمانوں نے مکہ سے باہر آ کر آپ سے ملاقات کی اور عرض کیا یا رسول اللہ کفارِ مکہ نے طائف کے حالات سُن کر اپنے غنڈوں کو بھی آمادہ کر لیا ہے، آپ مکہ تشریف نہ لے جائیں چنانچہ آپ باہر ہی سے غارِ حرا تشریف لے گئے اور بزرگانِ مکہ کے پاس "جوار" کے لئے خبر بھیجی کوئی تیار نہ ہوا۔ صرف مطعم بن عدی

پناہ میں آنا عربی قانون کے مطابق بلا قبیلہ یا بلا جوار کے زندہ رہنا دشوار تھا، اگر کسی شخص کو کوئی اس کا [illegible] تا تھا۔

غارِ حرا تشریف لے گئے وہ خود مع بیٹوں اور ساتھیوں کے ہتھیار بند ہو کر مسجد حرام میں داخل ہوئے ابو جہل نے کہا، کیا ہے؟ جواب دیا میں نے "محمدؐ" کو اپنی جوار میں لیا ہے، ابو جہل نے کہا جس کو تو نے جوار دی ہم نے بھی دی چنانچہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا سے باہر آئے اور مسجدِ حرام میں داخل ہوئے اور استلام حجرِ اسود کیا، طواف کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور گھر واپس تشریف لائے۔ اسی سال (سنہ ۱ نبوی) میں حضرت عائشہ رضؓ اور حضرت سودہ رضؓ سے آپ کا نکاح ہوا۔

عقدِ عائشہ رضؓ و سودہ رضؓ

روایت ہے کہ ایک عورت خولہ بنت حکیم رضؓ زوجہ حضرت عثمان بن مظعون آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ سے نکاح کے لئے عرض کیا اور کہا اگر باکرہ کی ضرورت ہو تو وہ بھی ہے اور ثیبہ کی ضرورت ہو تو وہ بھی ہے، فرمایا کون؟ عرض کیا باکرہ آپ کے دوست کی لڑکی عائشہ رضؓ اور ثیبہ سودہ رضؓ جو آپ پر ایمان لائی ہیں، آپ نے پسند فرمایا، خولہ حضرت ابو بکر رضؓ کے یہاں گئیں اور اُن سے عرض کیا، انھوں نے جواب دیا "ایک خلش ہے وہ یہ کہ میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان میں "عقد اخوت" (بھائی بندی) ہے۔ خولہ نے یہی آکر عرض کر دیا آپ نے فرمایا، یہ اخوت اسلامی ہے نہ کہ اخوت نسبی یا رضاعی جو موجب حرمت ہیں۔ خولہ نے یہ بات حضرت ابو بکر رضؓ سے جا کر عرض کی تو حضرت ابو بکر رضؓ نے فرمایا ایک بات اور ہے وہ یہ کہ میں نے عائشہ رضؓ کے بارے میں مطعم بن عدی کے بیٹے کے لئے وعدہ کر لیا ہے، اور فرمایا ٹھہرو میں جاتا ہوں اور فوراً ہی مطعم بن عدی کے یہاں آئے اُس کی بیوی نے دیکھتے ہی کہا: ابو بکر! اپنی بیٹی کا نکاح ہمارے لڑکے سے کر کے اُس کو آبائی دین سے پھیرنا چاہتے ہو؟ ہمیں منظور نہیں ہے۔ حضرت ابو بکر رضؓ نے مطعم بن عدی سے دریافت کیا اُس نے بھی یہی جواب دیا، آپ نے شکرِ خدا ادا کیا اور آکر خولہ سے کہہ دیا، اب میں تیار ہوں۔ حضور حضرت ابو بکر رضؓ کے گھر تشریف لائے اور آپ کا عقد ہو گیا اس وقت حضرت عائشہ رضؓ کی عمر چھ سال تھی، رخصتی ہجرت کے پہلے سال ہوئی [۱]

روایت ہے کہ خولہ سودہ رضؓ بنت زمعہ کے یہاں گئیں اور کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تیری طلب ہے اپنے والد سے اجازت حاصل کر لے چنانچہ زمعہ نے اجازت دیدی حضور زمعہ کے یہاں تشریف لے گئے اور نکاح ہو گیا اور چار سو درہم مہر مقرر ہوا۔ حضرت سودہ رضؓ، حضرت خدیجہ رضؓ

---

[۱] حضرت عائشہ شوال میں رخصتی کو پسند فرماتی ہیں، تفصیل آگے آئے گی۔

کے بعد پہلی عورت ہیں جن سے آپ کا زفاف ہوا۔

ابتدا اسلام انصار میں
سنہ ۱۱ نبوی

روایت ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال حج کے زمانہ میں جو قبائل مکہ آتے آپ دعوتِ اسلام اُن پر پیش کیا کرتے تھے۔ سنہ ۱۱ نبوی میں مدینہ کے قبیلہ خزرج کے لوگوں سے آپ کی مُلاقات ہُوئی، آپ نے فرمایا ذرا بیٹھو تو کچھ کہوں، اُنھوں نے کہا بہتر، آپ نے اُن کو اسلام کی دعوت دی اور قرآنِ پاک سُنایا، اُنھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ یہ وہی شخص معلوم ہوتے ہیں کہ جن کے بارے میں یہود خبر دیا کرتے تھے کہ عنقریب پیغمبر آخر الزماں مبعوث ہونے والے ہیں، فرصت کو غنیمت جانا اور مسلمان ہو گئے اور یہ سب چھ حضرات تھے ان میں اسعد بن زرارہ، عوف بن حارث، رافع بن مالک، قطبہ بن عامر، عقبہ بن عامر، جابر بن عبد اللہ شامل ہیں۔ جب یہ حضرات مدینہ پہونچ گئے تو آپ کا ذکر ہوا، چنانچہ مدینہ کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں آپ کا ذکر نہ پہونچ گیا ہو۔ سب کی زبان پر آپ کا نام تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حالات سنہ ۱۲ نبوی

واقعہ

لیلۃ المعراج

بلغ العلیٰ بکمالہٖ

کشف الدجیٰ بجمالہٖ

حسنت جمیع خصالہٖ

صلوا علیہ وآلہٖ

(سعدی)

ترتیب

حالات ۱۲ سنہ نبوی

واقعہ معراج شریف اکثر علماء کا ارشاد ہے کہ معراج شریف ۲۷ ربیع الاول ۱۲ھ نبوی میں ہوئی، بعض کہتے ہیں ہجرت سے ایک سال پہلے شوال کے مہینے ۱۱ سنہ نبوی میں، بعض رجب کا مہینہ بتلاتے ہیں اور بعض ۲۷ ربیع الآخر بتلاتے ہیں اور بعض ۱۷ رمضان ۱۲ سنہ نبوی بتلاتے ہیں اور ایک قول یہ بھی ہے کہ معراج نبوت کے پانچویں سال ہوئی دوشنبہ کی رات میں، واللہ اعلم

قصۂ معراج اور اسرار احادیث، تفسیر اور سیرت کی کتابوں میں متعدد طرق کے ساتھ اور مختلف طور پر مذکور ہے جس کو ۲۰ حضرات صحابہؓ نے روایت کیا ہے جن میں سے خاص یہ ہیں۔ حضرت علیؓ، ابن مسعودؓ، ابی بن کعبؓ، حذیفہ بن یمانؓ، ابو سعید خدریؓ، جابر بن عبد اللہ انصاریؓ، ابو ہریرہؓ۔ ابن عباسؓ، انس بن مالکؓ۔ مالک بن صعصعہؓ، اُمّ ہانیؓ، لیکن اس کتاب میں تمام روایتوں میں جو روایتیں زیادہ صحیح ہیں اُن کو ذکر کیا جائے گا۔

راویانِ اخبارِ نبویہ نے روایت کیا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "میرے گھر کی چھت میں شگاف ہوا اور ایک روایت میں ہے کہ میں اُمّ ہانیؓ کے گھر تھا اور مصلّے پر سو رہا تھا کہ جبریلؑ آئے اور کہا اے محمد صلعم اُٹھ، میں گھر سے باہر نکلا تو فرشتہ کھڑا ہوا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ :-

"آپ کے پاس جبریلؑ آئے اُن کے ساتھ پچاس ہزار فرشتے
اور ہر ایک تسبیح کر رہا تھا، اور آپ اُمّ ہانیؓ کے گھر تھے اور جبریلؑ کے
ساتھ میکائیلؑ بھی تھے، اُنھوں نے کہا محمدؐ "اُٹھ" جبّار نے آپ کو
بُلایا ہے"

اور ایک روایت یہ ہے کہ میں حطیم میں تھا، اور ایک روایت یہ ہے کہ میں مقام حجر اسود "میں" مسجد حرام میں تھا، جبریلؑ اور میکائیلؑ آئے، جبریلؑ نے میکائیلؑ سے کہا طشت لائیے، تاکہ ان کا دل دھوئیں

اور پاک کریں، پس جبرئیلؑ نے مجھے سہارا دیا اور میرا پیٹ سینہ کے پاس سے ناف تک چیرا میکائیلؑ تین طشت آبِ زمزم کے لائے اور میرا پیٹ اور میرا سینہ اور تمام عروق اور حلق کو دھویا اور جو کچھ اس میں کھوٹ تھی سب دھو ڈالی۔ جبرئیل نے میرے دل کو نکالا اور دھویا اور ایک روایت یہ ہے کہ جبرئیل پانی لاتے تھے اور میکائیل دھوتے تھے۔ سب کے بعد میں ایک طشت لائے جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا اس سے میرے دل کو بھر دیا اور پھر اپنی جگہ پر رکھ دیا، اس کے بعد جبرئیلؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھ کو مسجدِ حرام سے باہر لائے میں نے دیکھا کہ صفا اور مروہ کے درمیان ایک بُراق کھڑا ہے وہ بُراق ایسا تھا کہ اونٹ سے کم اور دراز گوش سے بڑا، اس کا چہرہ تو آدمی کی طرح اور کان ہاتھی کی طرح تھے، اور گردن کے بال مثل گھوڑوں کی گردن کے بال کے تھے، اونٹ کی سی گردن اور کمر مانند شیر کے اور پیر گائے کی طرح کے، اور ایک روایت میں ہے اونٹ کے سے پیر۔ اور اس کا سینہ ایسا تھا گویا یاقوت سُرخ کا دانہ ہے، نہایت صاف اس کی ران پر دو پر تھے، بہشتی زین اس پر بندھی تھی، اور اتنا تیز رفتار تھا کہ جہاں تک اس کی نظر جاتی تھی وہاں پر اس کا قدم پڑتا تھا۔ جبرئیلؑ نے کہا "محمد" صلعم اس پر سوار ہو جائیے! یہ بُراقِ ابراہیم ہے وہ اس پر سوار ہو کر خانۂ کعبہ کی زیارت کو آئے تھے اور روایت یہ ہے کہ اس پر تمام انبیا سوار ہوئے ہیں، جبرئیلؑ نے اس کی رکاب تھامی اور میکائیلؑ نے لگام پکڑی، میں نے چاہا کہ اس پر سوار ہوں، بُراق نے تیزی دکھائی، اس وجہ سے کہ مدتوں سے اس پر کسی نے سواری نہ کی تھی، جبرئیلؑ نے بُراق سے کہا شرم نہیں آتی! قسم خدا کی ان سے زیادہ بزرگ تر کوئی تجھ پر سوار نہیں ہوا ہے، بُراق یہ سن کر لرز گیا اور پسینہ پسینہ ہو گیا اور منقاد ہو گیا اور اپنے کو زمین سے لگا لیا تاکہ میں سوار ہو جاؤں، اور ایک روایت میں ہے

ان ترکتھا سارت وان

اگر میں اس کو چھوڑے رکھتا تو خوب

حرکتھا طارت

چلتا اور اگر میں ذرا سی حرکت دیتا تو اُڑنے لگتا

جبرئیلؑ نے مجھ کو لے جا رہے تھے، فرشتوں کی ایک جماعت آگے، ایک پیچھے، ایک دائیں اور ایک بائیں تھی کہ مسجد اقصیٰ میں داخل ہو گئے، اور ایک روایت میں یہ ہے کہ ایک شخص نے راستہ میں مجھے آواز دی اے محمدؐ! ٹھہرا مجھے آپ سے کچھ دریافت کرنا ہے، میں نے توجہ نہ کی، پھر بائیں طرف سے یہی آواز آئی میں نے توجہ نہ کی، اس کے بعد راستہ میں ایک خوبصورت عورت ملی اور اس نے مجھ سے یہی کہا میں نے

توجہ نہ دی ۔ بعد میں میں نے جبرئیل سے پوچھا، یہ کون تھے؟ جواب دیا "داعیِ اول یہود تھے، اگر ان کی طرف متوجہ ہو جاتے تو آپ کے بعد آپ کی اُمت یہودی ہو جاتی، اور داعیِ دوم نصاریٰ کے تھے اگر اس کی طرف متوجہ ہو جاتے تو آپ کے بعد آپ کی اُمت نصرانی ہو جاتی اور وہ عورت دنیا تھی، اگر آپ اس کی طرف توجہ کرتے تو آپ کی اُمت آپ کے بعد دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی اور دنیادار ہو جاتی ۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا اس کے بعد میں مسجدِ اقصیٰ پہونچا، وہاں دیکھا کہ فرشتوں کا انبوہِ کثیر میرے استقبال کے لئے موجود ہے اور انھوں نے مجھے سلام کیا اور کہا السلام علیک یا اول یا آخر، یا حاشر، میں نے کہا جبرئیلؑ یہ کیسا سلام ہے، جبرئیلؑ نے جواب دیا :-

"آپ اول باعتبار شفاعت کے ہیں اور انبیاء میں سب سے آخر میں آئے ہیں اور حشر آپ کا اور آپ کی اُمت کا سب سے اول ہوگا ۔"

اس کے بعد جبرئیلؑ نے مجھے بُراق سے اُتار لیا اور بُراق کو اُسی حلقہ سے باندھ دیا جس سے مجھ سے پہلے رسولوں نے باندھا تھا ۔ اور میں نے وہاں انبیاء کی جماعت کو دیکھا اور ایک روایت میں ہے کہ اُن کی ارواح کو دیکھا، میں نے دریافت کیا یہ کون؟ جواب دیا، یہ آپ کے بھائی انبیاء علیہم السلام ہیں ۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تھی کہ انبیاء اور فرشتے نماز پڑھیں، چنانچہ سب نے صف جمائی اور جبرئیلؑ نے مجھے آگے بڑھایا کہ امامت کروں، سب نے میری اقتدا میں نماز پڑھی، اس کے بعد تمام حاضرین نے کھڑے ہو کر اپنا اپنا تعارف کرایا ۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ نے حمد و ثنا کے بعد کہا ۔ "اللہ تعالیٰ نے مجھے "خلت" سے سرفراز کیا اور ملکِ عظیم عطا فرمایا اور تنہا مجھ کو اُمت قرار دیا اور مجھے لوگوں کا مقتدا بنایا آتشِ نمرود سے آزادی دی، اور اُس کو سلامتی والا بنا دیا ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا ۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے کلیم بنایا اور فرعون کو ہلاک کر کے بنی اسرائیل کو نجات دی، میری اُمت میں ایسے ہوئے ہیں جو راہِ راست پر قائم رہے اور لوگوں کو ہدایت دی ۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا :- "اللہ تعالیٰ نے مجھے ملکِ عظیم مرحمت فرمایا، مجھے زبور دی، لوہے کو میرے ہاتھ میں نرم کر دیا، طیور اور جانوروں کو میرے لئے مسخر کر دیا ۔ حکمت اور فصل الخطاب مجھے بخشا ۔"

حضرت سلیمان علیہ السلام نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا، جنات، پریوں کو میرے لئے مسخر کر دیا کہ اُن سے جو چاہے کراتا تھا اور پرندوں کی زبان سمجھنا مجھے سکھایا اور مجھے ایک ایسا ملک مرحمت فرمایا کہ میرے بعد کسی کو نہیں دیا اور اس کا مجھ پر کوئی حساب نہیں ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا کلمہ قرار دیا اور مجھ کو مثل آدمؑ کے لفظ "کُن" سے پیدا فرمایا، مجھے انجیل عطا فرمائی، مجھے مُردوں کو زندہ کرنا، کوڑھیوں کو آرام کرنا، مُرغ بنانا سکھایا، مجھے اور میری ماں کو شیطان سے محفوظ رکھا۔

جب یہ حضرات اپنے محامد سے فارغ ہو گئے تو آپ نے حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مجھے رحمۃ للعالمین بنایا اور تمام انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا، مجھے بشیر و نذیر قرار دیا، قرآنِ پاک مجھ پر نازل کیا جس میں ہر چیز کو واضح طور پر بیان کیا ہے میری اُمت کو "اُمتِ وسط" بنایا، میرے نام کو بلند کیا اور مجھے فاتح اور خاتم قرار دیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے تمام انبیاء کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا "آپ تمام حضرات سے افضل ہیں"۔

اس کے بعد جبرئیلؑ مجھے صخرا پر لائے کہ فرشتے اس جگہ سے آسمان کی طرف عروج کرتے ہیں مجھے وہاں سے لے چلے، ایک روایت میں ہے کہ یہاں جبرئیلؑ مجھے اپنے اوپر سوار کر کے چلے جب آسمانِ اوّل پر چلے تو دروازہ کھلوایا۔ محافظ نے کہا کون؟ جواب دیا جبرئیل، پوچھا آپ کے ساتھ کون۔ جواب دیا۔ "محمدؐ" کہا کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ جواب دیا۔ ہاں! یہ سُن کر اس نے دروازہ کھول دیا اور کہا مرحبا بہ نعیم المجیئ جاء، میں آسمانِ دُنیا پر آیا اور وہاں میں نے ایک آدمی کو دیکھا، میں نے دریافت کیا کون؟ جبرئیلؑ نے کہا آپ کے والد آدمؑ ہیں۔ میں نے اُن کو سلام کیا، اُنھوں نے جواب کے بعد کہا "مرحبا بالابن الصالح والنبی الصالح"

(اسی طرح حذف اور اختصار کے بعد)

چھٹے آسمان پر میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، اُنھوں نے فرمایا "مرحبا اخ صالح النبی صالح" اور اس کے بعد وہ رو دیئے! میں نے دریافت کیا آپ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا "میں اس وجہ سے روتا ہوں، ایک جوان کو میرے بعد مبعوث کیا گیا، وہ جنت میں مجھ سے زیادہ اُمت لے کر داخل ہوگا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جبرئیلؑ نے سببِ گریہ یہ بیان کیا کہ

بنی اسرائیل کا خیال تھا کہ ہم اولادِ آدم میں سب سے زیادہ افضل ہیں، حالانکہ یہ فرزند مجھ سے بھی زیادہ افضل ہے اور اگر صرف ان ہی کو فضیلت ہوتی تو کوئی مضائقہ نہ تھا، مگر ان کی فضیلت سے اُن کی اُمّت بھی افضلِ اُمم ہے اور روایت یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے جب بلند آواز سے کہا تو آواز آئی اکرمتہ، فضلتہ۔ "ہم نے ان کو (محمد صلعم) کو بزرگی اور فضیلت دی" میں نے دریافت کیا جبرئیلؑ! یہ عتاب کس پر ہے، جواب دیا آپ کا رب آپ کی وجہ سے عتاب فرما رہا ہے۔

اس کے بعد ہم ساتویں آسمان پر پہونچے، جبرئیلؑ نے کہا یہ آپ کے پدر ابراہیمؑ ہیں ان کو سلام کرو، میں نے سلام کیا اور اُنھوں نے جوابِ سلام کے بعد فرمایا "مرحبا الخ" اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ میں نے ایک مرد کو دیکھا کہ بہشت کے دروازے پر کُرسی پر بیٹھے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ بیت المعمور سے کمر لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ ابراہیمؑ نے فرمایا "محمد صلعم اپنی اُمت سے کہو کہ جنّت کی زمین بہت ہی کشادہ اور پاک ہے وہاں درخت بہت اُگتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کس طرح اُگایا جاتا ہے، جواب دیا لاحول ولا قوۃ اِلّا باللہ کے کہنے سے درخت اُگتے ہیں

اس کے بعد جبرئیلؑ مجھے سدرۃ المنتہیٰ پر لے گئے، وہاں ایک درخت تھا، اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کے برابر اور پھل مٹکوں کی برابر تھے، اس جگہ تجلیاتِ ربّانی کا ظہور تھا، فرشتوں کی اس قدر تعداد تھی کہ جس کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ حضرت جبرئیلؑ کا مقام اس درخت کے درمیان ہے۔ میں نے دیکھا اُس درخت کی جڑ سے چار نہریں جاری ہیں، دو باہر کو آرہی ہیں اور دو اندر جا رہی ہیں۔ یہ بہشت کی نہریں ہیں جو اندر جا رہی ہیں اور جو باہر آرہی ہیں یہ نیل و فرات ہیں۔"

ایک روایت یہ ہے کہ جبرئیلؑ جب مجھے ساتویں آسمان پر لے گئے تو وہاں ایک نہر کو دیکھا کہ اس کے کنارے یاقوت، زمرّد، اور جواہر کے خیمے تھے اور سبز پرندے ان پر چہک رہے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کیا؟ جواب دیا یہ کوثر ہے حق تعالیٰ نے آپ کو عطا کی ہے، اور ایک روایت یہ ہے کہ اس درخت کی جڑ میں سے ایک چشمہ جاری ہے جس کا نام سلسبیل ہے، اس جگہ سے دو نہریں نکلتی ہیں، ایک کوثر دوسری رحمت۔" اس کے بعد بیت المعمور کو دکھایا گیا وہ ساتویں آسمان پر عجیب گھر ہے بالکل بیت اللہ خانہ کعبہ کی سیدھ میں، اگر وہاں سے کوئی پتھر گرایا جائے تو بیت اللہ کے اوپر آگرے روزانہ ستر ہزار فرشتے

اس کی زیارت کو آتے ہیں۔ اور پھر دوبارہ نہیں آتے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اس جگہ میں نے ایک قوم کو دیکھا کہ اُن کے چہرے سفید تھے اور ایک قوم کو دیکھا کہ ان کا رنگ سیاہ تھا وہ نہر میں داخل ہوتے اور غسل کر کے باہر آجاتے تو اُن کا رنگ بھی پہلی جماعت کی طرح ہوجاتا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں۔ حضرت جبرئیلؑ نے جواب دیا یہ آپ کی اُمت کے نیک لوگ ہیں اور وہ لوگ تھے جنہوں نے نیک کام بھی کئے اور گناہ بھی اور اس کے بعد توبہ کرلی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی توبہ قبول کرلی۔

اس کے بعد تین برتن میرے سامنے لائے گئے جن میں ایک میں شراب، دوسرے میں شہد، تیسرے میں دودھ تھا۔ میں نے دودھ والے برتن کو لیا اور دودھ پیا۔ جبرئیلؑ نے کہا:- "فطرت یعنی اسلام کو اختیار کیا ہے۔ آپ کی اُمت دینِ فطرت پر ثابت قدم رہے گی۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی هداک الی الفطرة ولواخذت الخمر غوت اُمتک۔	حمد خدا کی جس نے آپ کو فطرت کی طرف ہدایت دی اگر آپ شراب اختیار کر لیتے تو آپ کی اُمت گمراہ ہو جاتی۔

مقاماتِ قرب۔ جب میں سدرۃ المنتہیٰ سے گزرا تو حضرت جبرئیلؑ نے کہا اب آپ آگے آگے چلیں اور میں پیچھے پیچھے چلتا ہوں اور مجھ کو ایک زربفت کے پردہ تک پہونچایا اور جبرئیلؑ نے اس پردہ کو حرکت دی، ندا آئی کون؟ جواب دیا میں جبرئیلؑ ہوں۔ اور میرے ساتھ "محمدؐ" ہیں۔ ایک فرشتہ نے حجاب کے اُدھر سے کہا "اَللّٰهُ اَکْبَر اَللّٰهُ اَکْبَر" جواب آیا میرے بندے نے سچ کہا، میں اکبر ہوں میں اکبر ہوں، فرشتہ نے کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ جواب آیا میرے بندے نے سچ کہا لا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا۔ اس کے بعد فرشتے نے کہا اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" جواب آیا میرے بندے نے سچ کہا میں نے ہی محمد کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ فرشتے نے کہا "حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاح" ندا آئی میرے بندے نے سچ کہا اور میرے بندوں کو میری طرف بُلایا"۔ اس کے بعد فرشتے نے حجاب سے باہر ہاتھ کیا اور مجھے اٹھایا۔ جبرئیلؑ یہیں رہ گئے، میں نے کہا جبرئیل! کیوں؟ جواب دیا میرا مقام تو سدرۃ المنتہیٰ تک تھا، یہاں تک صرف آپ کے احترام میں آیا ہوں، اگر یہاں سے پوروا بھر بھی

آگے بڑھ جاؤں تو جل جاؤں گا، آپ نے ارشاد فرمایا، پھر میں یہاں سے تنہا آگے بڑھا، اور میں نے یہاں سے ستر حجابات نور کو طے کیا۔ ہر حجاب کی موٹائی پانچصد سالہ اور ہر حجاب کے درمیان پانچصد سالہ فاصلہ تھا۔ یہاں بُراق بھی رہ گیا اور ایک سبز "رفرف" جس کا نور و ضیا سورج کی روشنی پر غالب تھا، میں اس پر سوار ہوا اور خداوند کے عرشِ عظیم تک پہونچا اور مجھے مسندِ عرش کے اور قریب کیا گیا۔ روایت ہے کہ اس شب اللہ تعالیٰ نے مجھ سے ہزار بار خطاب فرمایا یا محمد ادن منی "محمدؐ مجھ سے قریب ہو جاؤ" میں ہر مرتبہ آگے بڑھتا رہا یہاں تک کہ قریب ہو گیا۔ اس کے بعد "تدلی" کے ذریعہ ترقی ہوتی رہی، اس جگہ خلوت میں "قاب قوسین او ادنیٰ" کے مقام کو پہونچ گیا، اللہ تعالیٰ نے پھر فرمایا "ثم دنیٰ" قریب ہو اے محمدؐ یعنی۔

قرب بالمنزلۃ والمرتبۃ	قربِ مرتبہ اور درجہ مراد ہے
لا بالمکان فانہ تعالیٰ	نہ کہ قربِ مکان کیونکہ اللہ تعالیٰ
منزہ عنہ ؎۱	مکان سے منزہ اور پاک ہے

تشریح مقامات - چنانچہ کہا جاتا ہے فلاں فلاں سے بہت قرب رکھتا ہے مراد مرتبہ اور درجہ ہے اور "فتدلیٰ" کے معنی اللہ کو مقامِ قرب میں سجدہ کرنے کے ہیں، کیونکہ یہ مرتبہ بواسطہ خدمت حاصل ہوا ہے۔ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا ہے۔

اقرب ما یکون العبد من	بندہ اپنے رب سے بحالتِ سجدہ
ربہ ان یکون ساجداً	زیادہ نزدیک ہوتا ہے۔

لہٰذا آپ کو "قرب میں اور بھی زیادہ قرب حاصل ہوا اور آپ اس مقام میں پہونچ گئے جہاں یہ نہیں معلوم ہوتا کہ قدم کہاں ہیں؟ اور قلب کو یہ خبر نہیں ہوتی کہ روح کہاں ہے؟ اور روح کو یہ خبر نہیں ہوتی کہ "سر" کہاں ہے ؎۲

بعض اہلِ تحقیق نے بیان کیا ہے کہ "دنیٰ" سے اشارہ مقامِ نفس کی طرف ہے اور "تدلیٰ" سے

؎۱ علامہ نے یہ کہہ کر ان کی تردید کی ہے جو جسمیتِ باری تعالیٰ کے قائل ہیں ۱۲

؎۲ اہلِ سلوک ان کیفیات سے واقف ہیں ۱۲

مقام دل کی طرف۔ اور کانَ قابَ قوسین سے مقامِ رُوح کی طرف اور اَدنیٰ سے اشارہ مقامِ "سرّ" کی طرف ہے، یعنی نفس مقامِ خدمت میں اور دل مقامِ محبت میں اور رُوح مقامِ قرب میں اور "سرّ" مقامِ مشاہدہ میں ہے، اگر آپ کے دل کی نظر نفس کی طرف ہوتی تو محبت سے خالی ہوتا اور اگر رُوح کی نظر دل کی طرف ہوتی تو بے قرب ہوتی اور "سرّ" کی نظر اگر رُوح کی طرف ہوتی تو بے مشاہدہ ہوتا۔

شیخ ابوالحسن نوریؒ سے اس آیت کے معنی دریافت کئے گئے تو جواب دیا۔

لم یسع فیہ جبرئیل	نوری ہونے کی وجہ سے جبرئیلؑ
فمن النوری	کی مجال نہیں تھی۔

اس کے بعد فرمایا "دنیٰ" ہمارے فہم قاصر میں اس وقت بولتے ہیں جب کوئی آدمی کسی چیز سے دُور ہوجائے اور پھر وہ چیز حاصل ہوجائے اور بُعد نہ رہے اور "تدلّٰی" اس وقت بولتے ہیں جب مکان اس جگہ لامکان ہوجائے۔ اور کانَ سے مراد زمان ہے اور اس جگہ زمان نہیں ہے اور قابَ قوسین سے اشارہ مقدار کی طرف ہے اور وہاں مقدار نہیں ہے اور اَوْ کلمہ شک ہے اور اس جگہ کلمہ شک نہیں۔ اور ادنیٰ سے مراد قریب سے بھی اقرب ہے کہ اس کے بعد قرب نہیں۔ بلاشک اس کے ادراک میں اہلِ معرفت کے افہام قاصر ہیں۔ کسی کی قوت نہیں کہ اس سے زیادہ تعبیر بیان کرسکے اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے درمیان کس نوعیت کی محبت ہے کہ مقبولِ خدا ہے مقبولِ رسول اور اطاعتِ خدا، اطاعتِ رسول ہے۔ قرآنِ پاک میں متعدد جگہ پر اس معنی کی صراحت ہے۔

وللہ العزۃ ولہ رسولہ	عزت اللہ اور رسول ہی کو حاصل
من یطع اللہ ورسولہ۔	ہے جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت
من یعص اللہ ورسولہ و	کی۔ جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی
ما رمیت اذ رمیت و لکن	کی جب آپ نے کنکریاں ماریں آپ نے
اللہ رمی	نہیں اللہ نے ماری تھیں۔

اور قرآنِ پاک میں اسی طرح کی بہت آیات ہیں اور ظاہر ہے اس سے بلند تر اور کوئی مقام نہیں

ہو سکتا، اور سالکانِ اُمتِ محمدیہ کو اس میں کافی رسوخ حاصل ہے، حدیثِ قدسی میں وارد ہے

لا یزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتی احببہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ الخ

جو میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا تقرب چاہتا رہتا ہے تو میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کے کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے الخ

بعض نے یہ کہا کہ ”دنیٰ فتدلّٰی“ سے مراد یہ ہے کہ اپنے نفس کو اس مقام پر پہونچا دیا جائے اور زبانِ حال سے گویا ارشاد ہوا، اب یہاں سے رجوع نہیں ہوگا، دل خدا کے ساتھ مشغول رہے اور تن مشغول بہ امور۔ جنابِ رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم بعض مخلوق سے تنگ آکر فرماتے

ارحنا یا بلال

بلال ہمیں راحت دو

اور کبھی ارشاد فرماتے

جعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ

نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک رکھی گئی ہے

پس اوحی الی عبدہ ما اوحی سے مراد یہ ہے کہ اس مقام پر پہونچنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مخفیاتِ عالم کو آپ پر ظاہر کر دیا اور یغشی السدرۃ ما یغشی سے مراد وہ آیات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر ظاہر فرمائیں۔

اور صحیح حدیث میں وارد ہے ایک یہ کہ فریضہ پنجگانہ تمام اعمال میں افضل ہے اس وجہ سے کہ شبِ معراج میں حضرت جبرئیل کی معرفت فرض ہوا، دوسرے خواتیم سورۂ بقرہ۔ تیسرے اُمتِ مرحومہ محمدیہ کے گناہ علاوہ شرک کے معاف ہیں۔ یہ تحائف شبِ معراج میں حاصل ہوئے اور ایک دوسری حدیث میں مذکور ہے۔

رأیت ربی فی احسن صورۃ

میں نے اپنے رب کو حسین ترین صورت میں دیکھا

اور مجھ سے ارشاد ہوا۔

فیما یختصم الملاء الاعلیٰ

ملاء اعلیٰ کے فرشتے کس معاملہ میں جھگڑتے ہیں؟

میں نے عرض کیا اے اللہ تو جانتا ہے، پس مجھ پر تجلی خاصہ کا ظہور ہوا، اس طرح کہ میرے دونوں مونڈھوں کے درمیان ہاتھ رکھا کہ اس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینہ میں محسوس کی، اس کے بعد خطاب ہوا ”محمد (صلعم)

یہ فرشتے کس بارے میں جھگڑتے ہیں ؟ میں نے عرض کیا، اللہ رب العزت بہتر جانتا ہے، ارشاد فرمایا "کفارات" کے بارے میں، میں نے عرض کیا کفارات کیا ہیں ؟ (یعنی جس عمل کی وجہ سے گناہ از خود معاف ہو جاتے ہیں۔" ارشاد فرمایا۔ نماز کے بعد مسجد میں ٹھہرے رہنا، جماعت کے لئے پیدل چل کر جانا۔ ناگوار اوقات میں پورے طور پر وضو کرنا"۔ جو آدمی ان چیزوں کو بجا لائے گا اور نیک زندگی گزارے گا وہ ایسا ہو جائے گا گویا ماں کے پیٹ سے آج ہی پیدا ہوا ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا نماز ادا کرنے کے بعد یہ دُعا پڑھا کرو۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۤ اَسْئَلُکَ الطیبات	اے اللہ میں آپ سے طیبات، اور
وَ ترک المنکرات وفعل الخیرات	برائیوں سے بچنا اور نیکیاں اور مساکین کی
وحب المساکین وان تغفرلی وَ	محبت مانگتا ہوں اور آپ میری مغفرت
ترحمنی واذا اردت لعبادک	فرما دیجئے، میرے اُوپر رحم فرمائیے اور جب آپ کا
فتنۃ فاقبضنی غیر مفتون۔	ارادہ بندوں کو فتنہ میں مبتلا کرنے کا ہو تو مجھے فتنہ میں
	مبتلا کئے بغیر اٹھا لیجئے

مجھ سے دریافت کیا گیا درجات کیا ہیں ؟ میں نے عرض کیا "سلام کرنا۔ کھانا کھلانا اور رات کو نماز پڑھنا (تہجد) کہ سب لوگ سوتے ہوں"۔ ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ مجھ سے ارشاد فرمایا، اگر عتاب نہ ہوتا تو آپ کی اُمت سے حساب نہ لیا جاتا۔ ایک حدیث میں یہ بھی وارد ہے کہ "یہ سب کائنات میں نے آپ کے لیئے پیدا کی ہے"۔ [ل]

حضرت فاطمہؓ نے آپ سے دریافت کیا۔ اللہ تعالیٰ نے شبِ معراج میں آپ سے کیا ارشاد فرمایا تھا ؟ جواب دیا: اے محمد (صلعم)! میں تمام بندوں کی روزی کا ذمہ دار ہوں آپ کی امت کو چاہیئے کہ

ل واضح رہے کہ علامہ نے اس باب میں وہ تمام احادیث ایک جگہ جمع کر دی ہیں جن کا معراج سے تعلق ہے خواہ وہ معراج منامی تھی یا جسدی مع روح تھی، اصل مسلک کو شروع میں درج کر دیا ہے اور اسی پر اجماعِ اُمت بھی ہے کہ معراج مع جسد مع روح ایک مرتبہ ہوئی اور معراج روحی یعنی منامی بہت مرتبہ ہوئی۔

اس پر بھروسہ کرے ، دوزخ کو میں نے اپنے دشمنوں (کافروں) ہی کے لئے پیدا کیا ہے اور بعض نے اتنا اور اضافہ کیا ہے کہ اے محمد صلعم! دخولِ جنت تمام انبیاء پر اس وقت تک حرام ہے جب تک آپ داخل نہ ہو جائیں ، اور دخولِ جنت تمام اُمتوں پر اس وقت تک حرام ہے جب تک آپ کی اُمت داخل نہ ہو جائے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ارشاد ہوا ۔

"تمام مخلوق سے بے نیاز ہو ان کے ہاتھ میں کچھ نہیں ، اپنی
صحبت (تعلق) میرے ساتھ رکھو ، کیونکہ تمہیں اللہ ہی کی طرف
جانا ہے ، اور دُنیا کے ساتھ دل نہ لگاؤ ۔

روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا جب میں عرش کے نیچے پہنچا تو اس کی عظمت سے لرزہ براندام ہو گیا ، اس وقت ایک قطرہ میرے حلق میں ٹپکا کہ اس جیسا ذائقہ کسی چیز کا نہ پایا ، اس کی برکت سے اوّلین اور آخرین کے علم مجھ پر روشن ہو گئے اور اس وقت مجھ پر ان کلمات کا الہام ہوا

التحیات المبارکات الصّلوٰۃ الطیّبات للّٰہ الخ

خواتیم لبقرہ: اور اسی کے بعد خواتیم سورۂ لبقرہ مجھے مرحمت فرمائے اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے خطاب ہوا کہ تمام رسول ایمان لائے ہیں نے عرض کیا کس چیز پر ؟ اور تمام مومنین بھی ایمان لائے یعنی اللہ پر اس کے فرشتوں پر ، اس کی کتابوں پر اور اس پر کہ رسولوں کے درمیان تفریق نہ کی جائے اور سب نے کہا ۔

سمعنا و اطعنا غفرانک ربنا و الیک المصیر ۔
ہم نے سنا اطاعت کی ، اے رب ہماری مغفرت فرما اور تیری طرف جانا ہے ۔

ندا آئی میں نے آپ کو اور آپ کی اُمت کو بخش دیا ۔ میں نے کہا ۔

ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا
اے رب ہم سے بھول اور خطا پر مواخذہ نہ فرمانا ۔

ارشاد ہوا آپ کا اور آپ کی اُمت کا نسیان اور خطا معاف ۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا ۔

ربنا لا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا
اے رب ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جیسا ہم سے پہلوں پر ڈالا تھا ۔

ارشاد ہوا ہم نے کیا، اور مَا جعل علیکم فِی الدین مِن حرج "، یہ بھی روایت ہے کہ ارشاد ہوا کہ ان "تکلیفات کی تفصیل بیان فرمایئے۔ لیکن یہ کتاب اس کی گنجائش نہیں رکھتی۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا۔

ربّنا ولا تحملنا ما لا	اے رب ہم پر وہ امور بھی نہ ڈال جس کی
طاقۃ لنا۔	ہم میں طاقت نہیں۔

ارشاد ہوا ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا۔

وَاعف عنّا وَاغفر لنا	ہمیں معاف کر ہماری مغفرت فرما
وارحمنا	اور ہم پر رحم کر۔

علماء نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس میں تین چیزوں کا سوال اس وجہ سے ہے کہ آپ سے قبل تین اُمتوں پر تین قسم کے عذاب ہوئے تھے۔ خسف۔ قارون اور اس کی قوم کے ساتھ۔ مسخ قوم داؤد کیساتھ قذاف قوم لوط کے ساتھ۔ آپ ان ہی چیزوں سے خائف تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے آپ کی اُمت کو مامون و محفوظ کر دیا۔

فرضیت صلوٰۃ: اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا۔ پھر مجھ پر اور اُمت پر پچاس وقت کی نماز فرض کی گئی۔ یہ بھی روایت ہے کہ میں اس شب فرشتوں کی عبادت پر مطلع ہوا۔ بعض ان میں قیام میں، بعض رکوع میں، بعض سجود میں بعض تشہد میں، بعض قرأت میں بعض تسبیح، تکبیر، تہلیل میں تھے، جب مجھ پر نماز فرض ہوئی تو ندا آئی کہ اے محمدؐ! آپ پر ان تمام قسموں پر مشتمل عبادت فرض کی گئی ہے تاکہ ان تمام فرشتوں کی عبادت کا ثواب حاصل ہو جائے۔

مراجعت: آپ نے ارشاد فرمایا اس کے بعد میں واپس ہوا اور جبرئیل کے پاس واپس آیا اور انہوں نے بشارت دی کہ آج کی رات آپ کو وہ مرتبہ حاصل ہوا کہ کسی نبی مرسل اور مقرب فرشتے کو حاصل نہ ہو سکا۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل نے مجھے جنّت کے منازل (مختصر کیا ہے) کی سیر کرائی اور دوزخ کو میرے سامنے پیش کیا گیا اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا، اسی رات مجھ سے کہا گیا یہ "مالک" ہے دوزخ کا نگہبان، اس نے مجھے سلام کیا اور یہ بھی روایت ہے کہ میں نے اس رات بہت فرشتوں کو دیکھا کہ سب خوش تھے مگر ایک فرشتے کو خوش نہ دیکھا۔ بتلایا گیا

یہ دوزخ کا مالک ہے۔ کسی طرف تبسم کے ساتھ نہیں دیکھتا اور نہ ترس کھاتا ہے۔ میں نے جبرئیل سے کہا آپ ان سے فرمائیں کہ وہ دوزخ کا معائنہ کرادے، مالک دوزخ نے اس پر سے پردہ اٹھایا تو اس نے شعلہ مارا آگ اس کی سیاہ تھی اور چیخ و پکار کی آوازیں آرہی تھیں۔

فارتفعت حتی ظننت انھا — وہ ایسی بلند ہوئی کہ مجھے خیال ہوا
ستاخذنی — کہ کہیں مجھے پکڑ نہ لے۔

میں نے کہا اس کو واپس کر دو چنانچہ اس کو واپس کر دیا گیا۔ اسی رات میری ملاقات "قابض ارواح" فرشتہ سے ہوئی، میں نے اس سے کہا میری اُمت کی ارواح قبض کرتے وقت سہولت اور آسانی سے کام لیجئے! فرشتہ نے کہا مبارک ہو اے محمد صلعم! اللہ تعالیٰ نے آج کی رات چند مرتبہ مجھ سے فرمایا، امتِ محمدیہ کی ارواح قبض کرنے میں سہولت کو اختیار کرنا۔

صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ جب میرا گذر حضرت موسیٰ کے پاس سے ہوا تو فرمایا آپ پر اور آپ کی امت پر کیا فرض ہوا۔ میں نے کہا دن رات میں پچاس وقت کی نمازیں۔ فرمایا واپس جائیے۔ آپ کی اُمت بہت کمزور ہے اور میں نے بنی اسرائیل کے بارے میں تجربہ کیا ہے۔ تخفیف کی درخواست کیجئے میں واپس ہوا اور تخفیف کی درخواست کی چنانچہ دس نمازیں کم کر دی گئیں۔ جب میں حضرت موسیٰ کے پاس آیا تو دریافت کیا، میں نے کہا دس نمازیں کم ہوگئیں، انھوں نے پھر واپسی کا مشورہ دیا میں دوبارہ گیا اور تخفیف چاہی، اس مرتبہ بھی دس کی اور تخفیف کردی گئی۔ اسی طرح میں ہر مرتبہ حاضر ہوتا اور دس نمازیں کم کردی جاتیں، یہاں تک کہ پانچ نمازیں باقی رہ گئیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے مجھ سے پھر فرمایا۔ میں عرض کردیا۔

راجعت ربی حتی استحییت — مجھے بار بار اپنے رب کے پاس لوٹ کر جانے میں
منہ ولکنی ارضی واسلم — شرم آتی ہے میں اب راضی ہوں اور تابعدار ہوں

جب میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے واپس ہوا تو ندا آئی "میں نے اپنے بندوں پر سے اتنی نمازیں کم کردیں کہ وہ پانچ رہ گئیں لیکن وہ بدستور ہمارے یہاں پچاس کے درجہ میں ہیں اور ایک روایت یہ ہے کہ جو آدمی صرف نیکی کا ارادہ کریگا اور کسی عذرِ شرعی کی وجہ سے اس پر عمل نہ کرسکا تو اس کے اعمال نامہ میں ایک نیکی درج کر دی جائے گی اور اگر عمل کر لیا تو دس گنا سے

لے کر سات سو گُنے تک لکھی جائیں گی۔ لیکن جو آدمی بدی کا ارادہ کریگا، اُس پر عمل نہ کرے گا اور اللہ کے لئے اس کو ترک کردے گا، اس کو ایک نیکی کا ثواب ملے گا۔

آپ نے فرمایا اس کے بعد میں حضرت جبرئیل ع کے ساتھ اُمّ ہانی رض کے یہاں واپس آگیا۔ یہ تمام سیر اور سلوک ایک ہی رات میں (جو تمہاری راتوں کی برابر ایک رات تھی) ہوا، اور

فانا سید ولد آدم و لا فخر بیدی	میں آدم کی اولاد کا سردار ہوں اور اسپر فخر نہیں
لواء الحمد یوم القیامۃ و لا	قیامت میں میرے ہاتھ میں لوائے حمد ہوگا اور اسپر
فخر والیّ مفاتیح الجنۃ یوم القیامۃ	فخر نہیں اور قیامت کے دن جنت کی کنجیاں میرے
ولا فخر۔	پاس ہوں گی اور اسپر فخر نہیں۔

حضرت عمار رض روایت کرتے ہیں ان تمام واقعات کی سیر میں صرف تین ساعت خرچ ہوگئے واللہ اعلم! اور وہب بن منبہ اور ابنِ اسحٰق نے چار ساعت بتائی ہیں۔ اربابِ سیر کا اتفاق ہے، لوٹتے وقت وادی ذی طوی میں آپ نے حضرت جبرئیل سے فرمایا کہ قریش اس معاملہ میں میری تصدیق نہ کریں گے۔ حضرت جبرئیل ع نے جواب دیا، کوئی ڈر نہیں، حضرت ابوبکر رض آپ کی تصدیق کریں گے۔ روایت ہے کہ جب آپ نے اُمّ ہانی رض سے فرمایا کہ آج کی رات مجھ کو بیت المقدس لے گئے اور وہاں سے آسمانوں پر لے گئے اور صبح سے پہلے ہی واپس کردیا اُنہوں نے جواب دیا، میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ نے سچ فرمایا، لیکن ہرگز اس بات کو منکرین پر ظاہر نہ کرنا۔ وہ یقین نہ کریں گے، آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں اس واقعہ کو کسی سے نہ چھپاؤں گا۔

حضرت ابنِ عباس رض نے فرمایا، اس صبح کی رات کو آپ مسجدِ حرام میں مغموم اور رنجیدہ بیٹھے تھے، کہ ابوجہل لعین آیا اور استہزار کیا، آج کیا نئی بات لائے ہو، آپ نے فرمایا آج میں نے ایک سفر کیا ہے، کہا، کہاں کا؟ ارشاد فرمایا بیت المقدس کا اور وہاں سے آسمانوں پر گیا، اُس ملعون نے کہا اور صبح ہی مکّہ میں آگئے، فرمایا ہاں، وہ بولا "یہ بات آپ نے مجھ سے ہی کہی ہے یا قوم سے بھی کہہ سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: "میں سب سے کہوں گا۔ اس پر اُس ملعن نے سب کو اکٹھا کیا اور آپ نے سب کے سامنے تمام قصہ بیان فرمادیا سب نے سُن کر کانوں پر ہاتھ رکھے اور خوب مذاق اُڑایا بعض کمزور اسلام بھی سُن کر مُرتد ہوگئے۔ ابوجہل لعین ایک جماعت لیکر حضرت ابوبکر رض کے پاس پہونچا اور کہا آج آپ اپنے دوست کے پاس نہیں گئے، وہ کیا کہتے ہیں حضرت ابوبکر رض نے فرمایا کیا کہتے ہیں؟ جواب دیا وہ کہتے ہیں کہ آج کی رات مجھے بیت المقدس لے جایا گیا

ابو بکرؓ نے فرمایا کیا وہ یہ فرماتے ہیں! ابو جہل لعین نے کہا بیشک! تب حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا وہ درست فرماتے ہیں، میں اُن کی تصدیق کرتا ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ حضرت جبرئیل لمحہ بھر میں آکر اُن کو خدا کا پیغام سُناتے ہیں اور واپس ہو جاتے ہیں، اگر وہ آپ کو اپنے کاندھوں پر بٹھا کر بیت المقدس لے گئے تو دشوار نہیں ہے، کہا گیا ہے اُس روز کے بعد سے حضرت ابو بکرؓ کا نام "ابو بکر صدیقؓ" ہوا۔

منقول ہے کہ قریش کی ایک جماعت تھی جس نے بیت المقدس کو دیکھا تھا، اُنہوں نے آکر دریافت کیا کہ آپ مسجد اقصیٰ کے اوصاف بیان کر سکتے ہیں۔؟ میں نے کہا ہاں! اور میں نے کھڑا ہو کر بیان کرنا شروع کیا، اس کی ایک جگہ مجھ پر مشتبہ ہوئی جس میں بہت مغموم ہوا فوراً ہی حضرت جبرئیلؑ نے "عقیل کے گھر کی جگہ، مسجد اقصیٰ کو لا کر رکھ دیا جس کو دیکھ کر میں نے بتلایا۔ قریش کی جماعت نے کہا آپ نے سچ فرمایا، پھر دریافت کیا، ہمارا قافلہ شام گیا ہوا تھا وہ کب آئے گا اور آپ کو کہاں ملا ہے؟ میں نے کہا میں نے اس کو مقام "روحاء" میں دیکھا ہے اُن کا ایک اُونٹ گم ہو گیا تھا جس کی وجہ سے وہ پریشان تھے اور اُسی جگہ ایک پیالہ پانی رکھا تھا، میں پیاسا تھا میں نے اس میں سے پانی پیا ہے۔ قریش نے کہا، البتہ یہ ایک علامت ہے۔ اور میں جب بنی فلاں کے قافلہ سے گزرا تو دو آدمی ایک اُونٹ پر بیٹھے تھے جب میری سواری اُدھر سے گذری تو اُن کا اُونٹ بدک گیا اور اُن میں سے ایک آدمی نیچے گر پڑا جس سے اُس کا ایک ہاتھ ٹوٹ گیا، قریش نے کہا یہ دوسری علامت ہے، اس کے بعد اُنہوں نے پوچھا اور ہمارا فلاں قافلہ کہاں ملا، آپ نے فرمایا تنعیم میں اس کے اُونٹ ایسے ہیں اور فلاں فلاں آدمی ہیں اور وہ کل صبح صادق تک آ جائے گا۔ اس کے بعد قریش کمیکر پاس سے باہر چلے گئے اور کہا قسم خدا کی "محمد صلعم" نے سچ فرمایا ہے"۔

روایت ہے کہ صبح صادق ہوتے ہی قریش ثنیۃ الوداع پر پہونچے اور اپنے قافلے کو آتے ہوئے دیکھا، اِدھر صبح صادق ہو رہی تھی اور اُدھر قافلہ سامنے سے آتا دکھائی دیا اور اس کے آگے آگے وہی اُونٹ تھے جن کو بتلایا تھا۔ قافلہ والوں نے آکر کہا۔

صدق بیمینا کالبرق الخاطف وقد سقطت قوس فرد علینا

سچ فرمایا، ہمارے سامنے ایک بجلی سی کوندی تھی کہ جس سے کمان گر پڑی تھی وہ اُٹھا کر ہم کو دی۔

ان دلائلِ واضحہ کو سننے کے بعد سب نے کہا یہ انتہائی کھلا ہوا جادو ہے۔

حقیقتِ معراج - اہلِ اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ حضورؐ کو معراج ہوئی ہے کوئی اس کا منکر نہیں ہے اگر انکار کرے تو کافر ہو جائے کیونکہ اس سے نصِ قرآنی کا انکار لازم آتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ	پاک ذات وہ جو لے گیا اپنے بندے کو
لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ	راتوں رات مسجدِ حرام سے
الی المسجد الاقصٰی	مسجدِ اقصٰی تک۔

اور احادیثِ صحیحہ مشہورہ حدِ تواتر کو پہنچی ہیں، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ یہ معراج کیسی تھی "روح مع الجسد" یا تنہا روح کی اور جسمِ اطہر اپنی جگہ رہا، ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ آپ کو خواب میں معراج ہوئی اور جسمِ پاک اپنی جگہ رہا۔ اور رؤیا رانبیاء علیہم السلام حق ہیں اور ان پر حکم مثل بیداری کے واقع ہوتا ہے۔ ان کے بارے میں صاف طور پر مذکور ہے

تنام اعینھم ولا تنام	ان کی آنکھیں سوتی ہیں اور
قُلُوبھم	دل بیدار رہتے ہیں۔

اس پر تفصیلی کلام آئندہ آئے گا اور یہی قول حضرت عائشہؓ۔ معاویہ۔ حسن بصریؒ کا ہے اور ابنِ اسحٰقؒ نے سیرت میں یہی کہا ہے اور ان کا استدلال اسی آیتِ مبارکہ سے ہے۔

وَمَا جعلنا الرویا التی	اور ہم نے جو خواب آپ کو دکھلائی وہ محض
اربناکَ اِلَّا فتنۃً للناس	لوگوں کو آزمانے کے لئے دکھلائی۔

اس لئے کہ کلامِ عرب میں "رویاء" خواب دیکھنے میں مستعمل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں ارشاد فرمایا ہے۔

ھٰذا تاویل رویای من قبل	یہ میری پہلی خواب کی تعبیر ہے۔

اور دوسری آیت میں جس میں آپ کے عمرہ کا تذکرہ ہے ارشاد ہے۔

لقد صدق اللہ رسولہ الرویاء	اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی خواب کو
بالحق	حق کے ساتھ سچ کر دیا۔

اور حدیث معراج کے بعض طرق میں بھی مذکور ہے ۔

بینا انا نائم	اس وقت میں سوتا تھا

اور حضرت عائشہ رضؓ نے بھی فرمایا ہے

ما فقدت جسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم گم نہیں ہوا

اور بعض علماء کا کہنا ہے کہ اسراء مسجدِ حرام سے لے کر مسجدِ اقصیٰ تک حالتِ بیداری میں ہوئی اور آسمانوں پر خواب میں لے جایا گیا کیونکہ قرآنِ پاک میں ہے "سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی" اگر یہ سفر مسجدِ اقصیٰ سے آگے کا ہوتا تو ضرور ذکر کیا جاتا ۔

اور اسلاف و اخلاف کے عظیم ترین علماء فرماتے ہیں کہ معراج بحالتِ بیداری روح اور جسم کے ساتھ ہوئی ۔ چنانچہ قرآنِ پاک میں ہے "اسریٰ ثُمَّ دَنیٰ فتدلّیٰ" اور ظواہر احادیث صحیحہ بھی اسی پر دلالت کرتی ہیں اور ظاہر اور حقیقت سے کسی تاویلِ مجازی کے ذریعہ ہی عدول کیا جا سکتا ہے اور عقلاء کے نزدیک جائز ہے اس سے قواعدِ شرعیہ کا خلاف لازم نہیں آتا اور اگر خواب کا معاملہ ہوا ہوتا تو ارشاد فرماتے "اسریٰ بروحِ عبدہٖ" اور اس میں پیغمبر صلعم کی کوئی فضیلت نہ تھی اور قریش کو بھی انکار کی ضرورت پیش نہ آتی کیونکہ عقلاء کے نزدیک جائز ہے کہ وہ خواب میں ہفت آسمان تک جا سکتا ہے ۔

اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے کہ اگر خواب کا معاملہ ہوتا تو "اُمِّ ہانیؓ" یہ نہ فرماتیں "کہ آپ اس کو قریش سے نہ بیان کرنا" اور ابو بکر رضؓ کو اس کی تصدیق سے مرتبۂ صدیقیت نہ حاصل ہوتا، اور بعض آپ کے دعوے کی بناء پر دین سے مرتد نہ ہوتے اور مشرکین خبرِ کارواں اور نشانِ مسجدِ اقصیٰ نہ دریافت کرتے اور آیتِ مبارکہ "وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْیَا" و الآیۃ سے استدلال تام ہے ہے کیونکہ اس میں رویتِ بصری "کا بھی احتمال ہے ۔ کیونکہ رویت مصدر ہے جس کے معنی آنکھ سے دیکھنا ہیں ، اگرچہ خواب دیکھنے کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے ۔ کہا جاتا ہے رایت بعینی رویتہ و رویا" ، اور متنبیؔ جو فصحائے عرب میں سے ہے اس کے اشعار میں بھی ہے ۔ کہتا ہے ؎

رویاک فی العین احلیٰ من الغمض

اور بخاری شریف میں حضرت ابنِ عباس رضؓ جو ترجمان القرآن ہیں ، کی روایت ہے اور اس آیت کی تفسیر

اُنھوں نے "رؤیا عین" کی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ خواب موجب فتنہ نہیں ہوتی اور اللہ تعالیٰ نے اس کو فتنہ قرار دیا ہے اور اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ مراد خواب ہی ہے تو یہ آیت قصۂ معراج کے بارے میں نہیں ہے اسلئے کہ مفسرین نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ آیت قصۂ حدیبیہ[۵۱] کے بارے میں ہے۔ اور اس خواب کا فتنہ ہونا اور اس کی شرح اس کے محل پر مذکور ہو گی، اور حضرت عائشہؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کا معراجِ جسمانی سے انکار کرنا، اگر اس کی صحت کو تسلیم کر لیا جائے تو اس وقت حضرت عائشہؓ خوردسال تھیں اور حضرت امیر معاویہؓ مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ کو متعدد بار معراج ہوئی، ایک بار معراجِ جسمانی اور بقیہ بار معراجِ روحانی[۵۲]

احادیث پر تبصرہ

علاوہ ازیں معراج کے متعلق جو احادیث ہیں اُن میں اس قدر اختلاف ہے، بعض میں ہے میں بیت اللہ کے پاس سوتا تھا، بعض میں حجر کے پاس سوتا تھا، بعض میں ہے میں حطیم میں سوتا تھا، بعض میں ہے میں مکہ میں سوتا تھا کہ میرے گھر کی چھت پھٹی بعض میں شعب ابی طالب مذکور ہے، بعض میں بیتِ اُمِّ ہانی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رات کو ان کو نہ پایا۔ ان سب روایات کے جمع کرنے کا طریق یہ ہے کہ بیتِ اُمِّ ہانی شعبِ ابی طالب کے قریب ہے اور قرب کی وجہ سے آپ نے اس کو اپنا ہی گھر فرمایا ہے اور اس کے بعد جبرئیلؑ آپ کو یہاں سے مسجد حرام میں لائے اور یہاں شقِ صدر ہوا اس وقت آپ پر قدرے نیند کا غلبہ ہوا ہو گا اس کو آپ نے نیند سے تعبیر کیا ہے، اس کی اس روایت سے تائید ہوتی ہے جس میں نیند اور بیداری کی درمیانی حالت بیان فرمائی ہے۔

معراج سے متعلق بعض احادیث میں وارد ہے کہ "وحی نازل ہونے سے پہلے میرے پاس تین شخص

---

[۵۱] سورۂ بنی اسرائیل کی اس آیت کو قصۂ حدیبیہ کی طرف منسوب کرنا بے محل ہے کیونکہ یہ سورۃ مکی ہے نہ کہ مدنی بلکہ اس آیت سے معراجِ جسمانی کی تائید ہوتی ہے کیونکہ حضرت ابن عباسؓ نے بیان فرمایا ہے کہ اس آیت میں رُویت بالعین مراد ہے اور یہی اکثر تابعین کا کہنا ہے اور لغتِ عرب بھی یہی ہے صفحہ ۲۵۳ جلد ۵۔ [۵۲] علامہ ابن قیم کا فرمانا ہے کہ معراجِ منامی پر اجماع ہے حالانکہ اعلام الموقعین صفحہ ۳۳۴ جلد ۲ میں وہ اجماع کو تسلیم ہی نہیں کرتے ہیں۔ علامہ جمال حسینی نے جو تبصرہ کیا ہے وہ بہت کافی ہے۔

آئے اور میں مسجدِ حرام میں سو رہا تھا، اس روایت میں پورا قصۂ معراج ذکر کرنے کے بعد راوی نے روایت کیا ہے

فاستيقظ وهُوَ فِي	جب بیدار ہوئے تو آپ
المسجد الحرام	مسجدِ حرام میں تھے۔

اس سے ظاہر ہے کہ واقعہ معراج نزولِ وحی سے قبل پیش آیا اور خواب میں پیش آیا۔ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ معراج متعدد بار ہوئی ہے یا راوی کو وہم ہو گیا ہے کیونکہ اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ "ثُمَّ اتاه ليلة اخرى" "پھر وہ دوسری رات کو آیا" اور استیقظ کے اندر احتمال ہے کہ اس سے مراد عالمِ ملکوت کے مشاہدہ سے عالمِ شہود میں آنا بھی مراد ہو سکتا ہے

اور شقِ صدر کا واقعہ آپ کے خوارقِ عادات میں سے ہے کیونکہ سینہ اور پیٹ کا چاک ہونا اور پھر دل کا باہر نکالا جانا اس سے ہلاکت واقع ہو جاتی ہے چہ جائیکہ تکلیف بھی نہ ہونا اور زندہ باقی رہنا۔ ابن ابی حمزہؒ جو صوفیا میں محدث ہوئے ہیں فرماتے ہیں کہ شقِ صدر میں یہ حکمت تھی کہ آپ کے اندر شجاعت بھی پیدا ہو، ورنہ اللہ تعالیٰ بلا شقِ صدر کے "ایمان و یقین آپ کے قلب میں بھر دیتا۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے

وكان اشجع الناس و	آپ حال اور مقال کے اعتبار سے تمام انسانوں
اعلاهم حالاً و مقالاً	سے زیادہ بہادر اور اعلیٰ تھے۔

ایک اشکال یہ بھی ہے کہ شقِ صدر اور تغسیلِ قلب یہ صرف آپ کے ساتھ خاص ہے یا دیگر انبیاء کے ساتھ بھی یہ واقعہ پیش آیا ہے، حدیث شریف میں مذکور ہے۔

كان فيه الطشت التى تغسل	اور ایک طشت تھا جس میں انبیاء کے قلوب
فيها قلوب الانبياء	کو دھویا گیا تھا۔

ابو سعید نشاپوری نے اپنی کتاب "شرف المصطفےٰ" میں بعض طرقِ حدیث میں روایت کیا ہے کہ جبرئیلؑ اور میکائیلؑ آئے اُن کے ساتھ ایک ایسا طشت تھا جس میں پہلے رسولوں کے قلوب اندرباطن کو دھویا گیا تھا۔

آپ کو انبیاء علیہم السلام کی آسمانوں پر زیارت ہوئی۔ حالانکہ اُن کے اجساد قبروں میں دفن ہیں؟ جواب یہ ہے کہ اُن کی ارواح کے ساتھ اس شب میں اجساد کو قایم کر دیا گیا ہوگا تاکہ قیامت سے پہلے آپ سے ملاقات

لہ موجودہ زمانہ میں آپریشن کے فن نے اس اشکال کا جواب دے دیا۔

ہو جائے۔ بعض احادیث میں بھی مروی ہے۔

وَ لبعث لہ آدم فمن دونہ	آپ کے لئے آدم اور دوسرے انبیاء
مِنَ الانبیاء	کو اس شب میں مبعوث فرمایا گیا۔

اس حدیث سے ہماری توجیہہ کی تائید ہو رہی ہے۔ حدیث معراج سے ثابت ہے کہ آپ نے حضرت یوسفؑ کے بارے میں فرمایا ہے۔

احسن مَاخلق اللہ قد فضل	اللہ نے اُن کو سب سے زیادہ حسین
النّاس بالحسن کالقمر لیلۃ البدر	بنایا اور حسن میں اُن کو لوگوں پر فضیلت
علی سائر الکواکب	دی جیسا کہ چاند کو چاندنی رات میں سب ستاروں پر

لیکن ترمذی شریف کی حدیثوں میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو اپنے زمانہ کے تمام انسانوں سے حسین ترین بنایا ہے۔ اس سے اشکال وارد ہے کہ حسنِ یوسفؑ حسنِ مصطفےٰ پر فوقیت رکھتا ہے، جواب یہ ہے کہ اگر معراج والی حدیث کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو ہمارے پیغمبر اس میں داخل نہیں ہیں کیونکہ متکلم بات کرتے وقت اپنے کو شامل نہیں کرتا ہے۔

معراج میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے بُرے حسد ظاہر ہو رہا ہے اور حسد عام مومنین میں بھی مذموم ہے، جواب یہ ہے کہ یہ حسد کی بات نہیں تھی بلکہ از راہِ تاسف فرمایا تھا کیونکہ انبیاء کو اجر بقدر متبعین ملیگا اور بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ کی بہت زیادہ مخالفت کی تھی، اس پر اُن کو افسوس تھا اور اسی شب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کی اور آپ کی اُمت کی نماز کے بارے میں جس قدر خیر خواہی کی وہ دوسرے انبیاء نے نہیں کی۔

اور موسیٰ علیہ السّلام نے جو یہ ارشاد فرمایا تھا کہ "ایک نوجوان میرے بعد مبعوث ہوا اس سے مُراد یہ ہے کہ اس جوان کو حالتِ جوانی میں یہ کرامت حاصل ہُوئی کہ کسی پیغمبر کو نہ حاصل ہُوئی۔ بعض شراح حدیث نے بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ نے آپ کی قوت کی طرف بھی اشارا کیا ہے کہ باوجودیکہ سنِ شیخوخت شروع ہو چکا تھا لیکن آثار پیری ظاہر نہیں ہُوئے تھے چنانچہ کہتے ہیں کہ ابھی آپ جوان ہی تھے۔ چنانچہ اہلِ مدینہ نے جب آپ سے ملاقات کی تو یہی کہا تھا کہ "ایک شاب (جوان) اور حضرت ابوبکرؓ جو خورد تھے اُن کو "شیخ" کہا تھا۔

ایک حدیث میں یہ مذکور ہے کہ آپ نے سدرۃ المنتہیٰ کو آسمانِ ہفتم پر دیکھا اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے آسمانِ ششم پر دیکھا، جواب یہ ہے کہ اس کی جڑ آسمانِ ششم پر دیکھی اور بقیہ حصہ آسمانِ ہفتم پر دیکھا۔

علماء کا اختلاف ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھ سے دیکھا یا نہیں؟ ایک جماعت نے انکار کیا ہے، اس میں حضرت عائشہؓ اور دیگر صحابہؓ بھی داخل ہیں۔ جب حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا خاموش! اس کو سن کر تو میرے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اور فرمایا جو کبھی یہ تین باتیں کہے اس کو جھوٹا جانو، ایک یہ کہ آپ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے کیونکہ قرآنِ پاک میں موجود ہے۔

لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَار	اس کو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں،

اور دوسری آیت یہ ہے۔

وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ	کسی انسان کی طاقت نہیں کہ خدا سے بات
اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ	کرسکے مگر وحی کے ذریعہ یا پردے سے
اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِہٖ	یا کوئی فرشتہ آئے اور وہ خدا کے امر سے
مَا یَشَاءُ	وحی اتارے۔

اس میں کلام کے تین طریقے موجود ہیں۔ حضرت ابوذرؓ سے مختلف احادیث مروی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، کیا آپ نے خدا کو دیکھا ہے؟ فرمایا، نہیں! "میں نے ایک نور دیکھا ہے" اور ایک روایت یہ ہے کہ آپ نے آنکھ سے نہیں دل کی آنکھ سے دیکھا ہے۔

اور علماء کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو شبِ معراج میں دیکھا، یہی مذہب ابنِ عباسؓ، حسن بصری، عروہ بن زبیر، کعب احبار، زہری کا ہے اور دوسرے صحابہ اور تابعین بھی اس میں داخل ہیں اور یہی مسلک ابو الحسن اشعری اور ان کے متبعین کا ہے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ دل سے دیکھا یا آنکھ سے دیکھا۔ حضرت ابن عباسؓ سے بھی مختلف روایات مروی ہیں۔ بعض مطلق ہیں اور بعض مقید ہیں اور علماء نے مطلق کو بھی مقید پر ہی محمول کیا ہے اور کہا ہے کہ مراد حضرت ابن عباس کی "بچشمِ دل" ہے اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس شب میں دو مرتبہ رویت ہوئی، ایک مرتبہ بچشمِ دل دیکھا اور ایک مرتبہ بچشمِ تن دیکھا۔ امام مسلمؒ نے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے۔

مَاكَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَأٰى	جو کچھ اُنہوں نے دیکھا دل نے اس کی تکذیب نہیں
اَفَتُمَارُوْنَهٗ عَلٰى مَايَرٰى	کی کیا تم اس کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو۔

فرمایا ہے " آپ نے دل کی آنکھ سے دو مرتبہ دیکھا" یہ تفسیر مذکورہ توجیح کے خلاف ہے۔

حضرت عائشہؓ کے استدلال لاتدرکہ الابصار کا جواب یہ ہے کہ آیت میں "نفی احاطہ" ہے نہ کہ نفی رُویت، اس لئے کہ لغت میں ادراک کے معنی احاطہ کرنے کے آتے ہیں۔ امام ترمذیؒ نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ابن عباسؓ سے دریافت کیا، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کو دیکھا؟ فرمایا، ہاں! اس پر عکرمہ نے کہا۔ قرآن پاک میں ہے لاتدرکہ الابصار" ابن عباسؓ نے جواب دیا۔ افسوس ہے! اس سے مراد تجلی ہے۔"

حضرت عائشہؓ کے دوسرے استدلال کا جواب یہ ہے کہ نفی کلام "بدون حجاب" سے رُویت کی نفی نہیں ہوتی ہے شاید کہ رویت بے کلام حاصل ہوئی ہو اور مراد وحی سے آیت مبارکہ میں "کلام بے حجاب" ہے نہ کہ الہام۔ یا یہ آیت، عام مخصوص البعض ہو کیونکہ کوئی علم ایسا نہیں جس میں تخصیص جاری نہ ہو سکتی ہو۔

بعض ائمہ دین نے کہا ہے کہ اس مسئلہ میں توقف کرنا اولیٰ ہے کیونکہ اس باب میں نفی یا اثبات میں کوئی قطعی دلیل نہیں ہے اور وہ آیات اور احادیث جس سے طرفین نے استدلال کیا ہے متعارض اور قابلِ تاویل ہیں اور یہ مسئلہ عملیات میں سے بھی نہیں ہے کہ "دلیل ظنی" سے ہی کام لیا جاسکے جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ آپ نے خدا کو دل سے دیکھا اس کی مراد علم و عاقبت نہیں ہے کیونکہ یہ علم تو آپ کو پہلے ہی سے حاصل تھا اور اس مسئلہ پر زیادہ تفصیل کے لئے یہ کتاب گنجائش نہیں رکھتی۔

بیعت عقبہ اولیٰ اسی سال ۱۲ نبوی میں "بیعت عقبہ اولیٰ" ہوئی۔ کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ سے بارہ اشخاص بعزم زیارت کعبہ آئے، اُن میں عبادہ بن صامتؓ تھے، عقبہ میں آپ سے ملاقات ہوئی اور ان سب حضرات نے آپ سے بیعت کی۔ حضرت عبادہؓ سے مروی ہے

بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ	ہم نے آپ سے سمع و طاعت پر بیعت کی
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ	خواہ تنگی ہو یا آسانی، خوشی ہو
فِى الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ	یا ناگواری

۹۸ مواہب از قسطلانی صفحہ ۳۱۴ جلد

یہ حضرات جب مدینہ منورہ واپس ہُوئے آپ نے اُن کے ساتھ حضرت مصعب بن عمیرؓ کو کر دیا[1] تاکہ اُن کو قرآن پڑھائیں اور دین سکھلائیں، جب وہ مدینہ منورہ آئے تو اُن کا قیام حضرت اسعد بن زرارہؓ کے یہاں ہُوا، یہ بھی روایت ہے کہ اہلِ مدینہ نے درخواست کی تھی کہ کوئی دین سکھلانے والا بھیجا جائے۔ بہرحال مدینہ منورہ میں آکر مصعب بن عمیرؓ نے دین کی اشاعت شروع کر دی اور اسید بن حضیرؓ، سعد بن معاذؓ مسلمان ہوگئے اور سعد بن معاذؓ نے اپنی قوم "بنی عبد الاشہل" کو اسلام کی دعوت دی اور وہ لوگ سب یکبار مسلمان ہُوئے۔ چنانچہ مدینہ منورہ کے گھروں میں سے کوئی گھر ایسا باقی نہ رہا تھا جہاں اسلام نہ پہونچ گیا ہو۔ مرد اور زن مسلمان ہوگئے تھے۔ معدود چند گھر باقی رہ گئے تھے، اہلِ مدینہ کو آپ نے جمعہ کی نماز فرض ہونے سے پہلے ہی جمعہ کی نماز پڑھنے کی اجازت دیدی تھی۔ چنانچہ سعد بن زرارہ جمعہ کی نماز پڑھایا کرتے تھے[2]

فائدہ جلیلہ اس جگہ روضۃ الاحباب کے ترجمے سے ہٹ کر ایک دوسری گفتگو کی جاتی ہے جو ہمارے نزدیک اہمیت سے خالی نہیں ہے۔

بیعت عقبہ اولیٰ اور ثانیہ۔ جس کو بعض انگریز مورخین نے بیعت الحرب قرار دیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ایک قسم کا جنگی معاہدہ تھا جو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اہلِ مدینہ کے ساتھ کیا تھا۔ مستشرقین حضرات۔ جب سیرت پاک یا اسلام کے بارے میں کچھ تحریر فرماتے ہیں تو وہ حقائق سے زیادہ اپنے نظریات کے پابند ہوتے ہیں اور وہ ان ہی نظریات کی روشنی میں جدید زمانہ میں بیٹھ کر قدیم حالات کا مطالعہ کرتے ہیں اور لوگوں کو اسلام کا تعارف کراتے ہیں۔ نتیجہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ سطحیات کے پابند اصلیات پر واقف نہیں ہوپاتے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اہلِ مغرب، رسول اور دعوت کے مفہوم سے واقف نہیں وہ رسول

---

[1] بعض روایات سے ثابت ہے کہ اہلِ مدینہ نے لکھ کر طلب کیا تھا۔ صفحہ ۲۱۵ ج ۱

[2] جمعہ کی نماز کی فرضیت تو مدینہ منورہ پہونچنے کے بعد ہُوئی لیکن قبل فرضیت جمعہ اہلِ مدینہ نے از خود اجتہاداً اپنے لئے ایک دن جمع ہو کر عبادت کرنے کا مقرر کرلیا تھا اور اس کی منظوری انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کرلی تھی اور یہ خیال مسلمانانِ مدینہ کے دل میں یہود کو دیکھ کر پیدا ہوا تھا۔ کہ وہ یوم سبت کا احترام کرتے ہیں۔ بعض صحیح احادیث سے اس کا ثبوت اور تائید ملتی ہے۔ شرح مواہب صفحہ ۲۱۶ جلد ۱

کو زیادہ سے زیادہ ایک لیڈر یا انقلابی سپہ سالار کا درجہ دیتے ہیں. اس لئے وہ رسول کے پیغامات اور ہدایات کو زیادہ سے زیادہ جنگی پیش بندیاں کہہ دیتے ہیں اور بس۔

لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ رسول۔ خدا اور اس کے بندوں کے درمیان ایک ایسا پیغام رساں ہے جس کو خدا ہی منتخب کرتا ہے اور خدائی ہدایات بندوں تک پہونچاتا ہے تاکہ اس مادی کارخانے کے انسانوں کے قلوب کے تعلقات (روحی اور ایمانی) بن دیکھے خدا سے قائم ہوجائیں. اس لئے رسول اور پیغمبر کی یہ ہدایات اور تعلیمات جنگی پیش بندیاں یا جنگی پیغامات ہرگز نہیں ہوسکتے۔ اسلام ان ہدایات کو دعوت الی اللہ قرار دیتا ہے۔

دعوت کے لئے. ہجرت اور نصرت ضروری ہے. جب دعوت کسی جگہ پھلتی اور پھولتی نظر نہ آئے تو داعی کے لئے ضروری ہوجاتا ہے کہ وہ وہاں سے منتقل ہوجائے اور اپنے مددگار تلاش کرے۔ ایسے مددگار انصار کہلاتے ہیں. یہی وجہ ہے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی مہاجر اور مدینہ کے مسلمان انصار ہیں اس نقطہ نظر سے اگر سیرت پاک کا مطالعہ کیا جائے گا تو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حیثیت اور مقام صاف ظاہر ہوجائے گا اور اگر اس سے ہٹ کر مطالعہ کیا گیا تو ہر چیز جنگی چال یا حکومت کے قیام کی تدابیر سے تعبیر ہوسکتی ہیں جس کو مہذب الفاظ میں لوگ حکومت الٰہیہ تک کہہ دیتے ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حالات سنہ ۱۳ نبوی

بیعت عقبہ ثانیہ اور ہجرت

طلع البدر علینا — من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا — ما دعا للہ داع
ایھا المبعوث فینا — جئت بالامر المطاع

مدینہ منورہ کی معصوم بچیوں کے
استقبالیہ اشعار

ترتیب

۱- بیعتِ عقبہ ثانیہ

۲- ہجرتِ ابی بکر صدیقؓ

۳- قریش کا مشورہ

۴- مدینہ منورہ میں استقبال

حالات سنہ ۱۳ نبوی

بیعت عقبہ ثانیہ۔ اہلِ سیر فرماتے ہیں کہ جب سنہ ۱۳ نبوی شروع ہوا تو اسی سال مدینہ منورہ سے قریباً پانچسو اور بروایتِ دیگرہ چھ سو نفر اوس اور خزرج مسلمانوں میں سے بھی اور کافروں میں سے بھی (جو اب تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) زیارت بیت اللہ کے لئے مکہ معظمہ آئے اور تہتر مرد اور بروایت دیگر ۷۳ مرد اور ۲ عورتیں پہلوں میں سے بھی تھے آپ نے اُن سے ملاقات کا وعدہ کیا کہ ایام تشریق کی شب دوم میں عقبہ میں آجائیں وہیں بیعت کیا جائے گا۔ کعب بن مالک رضی کہتے ہیں کہ جب آدھی رات ہوئی تو حضور اپنی قوم سے چھپ کر وادی عقبہ میں پہونچے، آپ کے ساتھ آپ کے چچا عباس بھی تھے وہ ابھی تک دینِ قریش پر تھے لیکن بربنائے شفقت ساتھ آگئے تھے۔ سب سے پہلے وادی میں رافع بن مالک زرقی رضی داخل ہوئے اور اُن کے پیچھے اور دو حضرات تھے سب سے پہلے عباس رضی نے بولنا شروع کیا۔

> "اے جماعتِ مدینہ محمد صلعم اپنی قوم میں عزیز اور باوقعت ہیں اور ہم اُن کی حتی الامکان نگہداشت کرتے ہیں لیکن وہ نہیں چاہتے[1]۔ اگر تم وفائے عہد کر سکو اور اپنے اوپر آپ کو اعتماد ہو تو اپنے ساتھ لے جاسکتے ہو"

انصار نے کہا، عباس! آپ نے جو کچھ کہا، ہم نے سُنا اور جو شرط آپ اپنے نزدیک بہتر جانتے ہوں لگائیے! اور یہ بھی روایت ہے کہ حضرت براء بن معرور رضی نے فرمایا "خدا کی قسم جو داعیہ ہمارے دل میں ہے

---

[1] اس سے یہ ترشح ہو رہا ہے کہ آپ نے ہجرت مکہ میں حفاظت کے باوجود کی۔ لیکن یہاں قوم سے مراد بنی ہاشم ہیں۔ آپ یہ بھی پسند نہیں کرتے تھے کہ آپ کی حفاظت کے لئے دوسرے مصیبت میں پڑیں اور یہ بھی کہ اشاعت کے لئے مکہ میں مواقع نہیں تھے اور مقصود دائمی بھی تھا۔ کنانچہ اس سے یہی ثابت ہے کہ دعوت کے لئے انتقالِ مکان ضروری ہے۔ (عزیز الرحمن غفرلہٗ)

وہی ہماری زبان پر ہے ہم جو کہتے ہیں پورا کریں گے اور خدا کی راہ میں رسولِ خدا کے لئے جان کی بازی لگا دیں گے۔ اس کے بعد آپ نے بنیادی باتیں کیں، قرآنِ پاک سنایا۔ انہوں نے کہا آپ جس چیز پر بیعت کرنا چاہیں ہم تیار ہیں، آپ نے فرمایا۔

بیعت کرو مجھ سے سمع و طاعت پر خوشی و غم میں، اور نفقہ پر
تنگی میں اور فراغت میں اور امرِ بالمعروف اور نہی عن المنکر پر
اور اللہ کے بارے میں حق بات کہو گے کسی ملامت کی پرواہ نہ کرو گے
اور جب میں تمہارے پاس پہنچوں گا تو میری نصرت کرو گے اور
جن سے تم اپنا، اپنی اولاد، اپنی ازواج کا تحفظ کرتے ہو
میں جب پہنچوں گا تو میرا بھی تحفظ کرو گے۔"

کعب بن مالکؓ کہتے ہیں سب سے پہلے حضرت براء بن معرورؓ نے بیعت کی اور پھر اسعد بن زرارہؓ نے اور پھر ابو الہیثمؓ بیعت ہوئے اُن کے بعد تمام انصار بیعت ہو گئے۔ کعب بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ ابو الہیثمؓ نے حضورؐ سے عرض کیا حضورؐ آپ ہمارے قبیلہ میں تشریف لے چلیں، آپ نے تبسم فرمایا اور فرمایا۔

انتم منی وانا منکم
احارب من حاربتم واسالم
من سالمتم ۱؎

تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں جو تم
سے لڑے گا میں اس سے لڑونگا اور میں اس
سے صلح کرونگا تم جس سے صلح کرو گے۔

اس کے بعد آپ نے بارہ حضرات نقیب مقرر کئے، دس خزرج میں سے اور دو اوس میں سے اور فرمایا اس انتخاب پر آپ لوگوں کو ناگواری نہ ہونا چاہئے، یہ میں نے از خود نہیں کیا ہے بلکہ حضرت جبرئیلؑ نے کیا ہے اور نقیبوں سے فرمایا جس طرح حضرت عیسیٰ کے حواری اپنی قوم کے کفیل تھے تم بھی کفیل ہو اور میں تمہارا کفیل ہوں۔

روایت ہے جب بیعت کا معاملہ انجام پا چکا تو شیطان نے بلندی پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے

۱؎ حافظ ابن حجرؒ نے شرح بخاری میں کہا ہے کہ یہ الفاظ بیعتِ عقبہ کے نہیں ہیں بیعت عقبہ تو پناہ دینے اور نصرت پر ہوئی تھی شرح مواہب صفحہ ۳۱۴ جلد ۱

پکارا اے اہلِ حیا جب "اہلِ مدینہ نے محمد صلعم سے بیعت کر لی ہے اب وہ تمہارے خلاف جنگ کریں گے"۔

عباس بن عبادہؓ نے آپ سے عرض کیا اگر اجازت ہو تو صبح کو مشرکینِ منیٰ کو قتل کر دیا جائے، آپ نے فرمایا ابھی اس کا امر نہیں ہے، آپ لوگ اپنے گھروں کو جائیں اور یہ بیعت ذی الحجہ کے مہینہ میں ہجرت سے تین ماہ قبل واقع ہوئی تھی۔ جب کافروں کو اس کا علم ہوا تو وہ اہلِ مدینہ کے پاس آئے اور کہا ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ لوگوں نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے اور ہم سے جنگ کروگے"۔ سب نے قسم کھا کر کہا ہمیں اس کا حکم نہیں ہے اور اس کے بعد یہ قافلہ مدینہ کی طرف روانہ ہوا اور قریش نے بھی بغرضِ تحقیق حال اُن کا پیچھا کیا اور سعد بن عبادہؓ اور منذر بن عمروؓ کو پکڑ لیا۔ لیکن منذر بن عمروؓ تو کسی طرح چھوٹ گئے اور سعد بن عبادہؓ کو قریش باندھ کر لے آئے۔ جبیر بن مطعم اور حارث بن امیہ نے کہا یہ کیا غضب کیا ہے؟ ہمارے تجارتی قافلوں کا گزر اُدھر کو ہوتا ہے ان کو چھوڑ دو۔ سب نے یہ بات مان لی اور وہ چھوٹ کر اہلِ قافلہ سے آملے۔

ہجرتِ ابوبکرؓ ۔ حضرت ابوبکرؓ نے مشرکین کی ایذا رسانی سے تنگ آکر آپ سے اجازتِ ہجرت طلب کی اور حبشہ کی جانب روانہ ہوئے جب مقام "برک الغماد" پر پہنچے تو ابن الدغنہ جو قبیلۂ قارہ کا سردار تھا سے ملاقات ہوئی! اس نے کہا ابوبکر کہاں جاتے ہو؟ آپ نے فرمایا میری قوم مجھے پریشان کرتی ہے اور وطن میں نہیں رہنے دیتی۔ ابن الدغنہ نے کہا آپ جیسے اوصافِ حمیدہ کی مالک شخصیت کو ہرگز شہر سے نہ جانے دیا جائے گا آپ میرے جوار میں چلیں اور اپنے خدا کی عبادت کریں اور یہ کہہ کر اپنے ساتھ واپس لے آیا، قریش سے جاکر کہہ دیا کہ میں نے ابوبکرؓ کو اپنے جوار میں لے لیا ہے، قریش نے کہا آپ ان سے یہ کہہ دیجئے کہ وہ اپنے خدا کی عبادت اپنے گھر میں خاموشی سے ادا کریں اور وہیں قرآن پڑھیں کیونکہ ہمارے زن و فرزند فتنہ میں مبتلا ہوتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے چند روز تو اس پر عمل کیا اور اس کے بعد اُن سے صبر نہ ہو سکا اور اپنے گھر کے پیچھے ایک مسجد بنا کر اس میں نماز پڑھنا شروع کر دی اور قرآن پاک کی قرأت شروع کر دی۔ قریش کے بچوں اور عورتوں نے جب یہ دیکھا تو ان کے گرد جمع ہونے لگے۔ حضرت ابوبکرؓ نہایت رقیق القلب تھے جب قرآن پاک پڑھتے تو بے اختیار روتے۔ یہ دیکھ کر عورتیں بھی اسلام کی طرف مائل ہوتیں، قریش نے یہ دیکھ کر ابن الدغنہ سے شکایت کی۔ ابن الدغنہ نے کہا دیکھئے! یہ شرط کے خلاف ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا "میں نے تیرے جوار کو ترک کیا اور میرے لئے خدا اور رسولؐ کا جوار ہی کافی ہے"۔

قریش کا مشورہ کرنا۔ عقدِ بیعت کے بعد حضرات صحابہؓ رفتہ رفتہ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر کے جانے لگے۔ سب سے پہلے حضرت مصعب بن عمیرؓ نے ہجرت کی اور پھر ابن ام مکتومؓ، عمار بن یاسرؓ۔ بلالؓ۔ سعد بن وقاصؓ نے ہجرت کی، ان کے بعد۔ عمر بن خطابؓ نے بیس آدمیوں کے ساتھ ہجرت کی اور بعض کتب سیرت میں ہے کہ سب سے پہلے ابو سلمہؓ نے حبشہ سے واپس ہو کر مدینہ کی ہجرت اختیار کی حضرت ابو بکر صدیقؓ ہجرت کا سامان کر رہے تھے کہ آپ نے اُن کو فرمایا، صبر کرو! امید ہے کہ مجھ کو اذن عنقریب ہو جائیگا ہجرت میں ہمارے ساتھ رہنا۔

روایت ہے کہ ان ہی ایام میں حضرت ابو بکرؓ نے خواب دیکھا تھا کہ آسمان سے بطحائے مکہ میں چاند اُترا ہے جس سے مکہ کا تمام صحرا منور ہو گیا ہے۔ اس کے بعد آسمان کی طرف وہ چاند گیا اور مدینہ میں جا کر چھپ گیا اس کے گرد بہت سے ستارے ہیں پھر وہ چاند ہزاروں ستاروں سمیت مکہ میں آیا اور اسکے جنگل و صحرا کو منور کر دیا مگر ۳۶۰ گھر یا بروایت دیگر چار سو گھر اس کی روشنی سے محروم رہے اور پھر وہ چاند مدینہ چلا گیا اور حضرت عائشہؓ کے گھر میں ایک کنوئیں میں جا کر گم ہو گیا۔ جب حضرت ابو بکرؓ بیدار ہوئے تو اُن پر گریہ طاری ہو گیا کیونکہ عرب میں وہ فنِ تعبیر کے ماہر تھے۔ وہ جانتے تھے کہ وہ چاند آفتاب رسالت ہے، اور وہ ستارے آپ کے صحابہؓ ہیں۔ یہ سب مدینہ چلے جائیں گے اور مکہ فتح ہو گا اور اس کی بعد آپ کی وفات ہو جائے گی۔ اس واقعہ سے حضرت ابو بکرؓ پر دو غم سوار ہوئے، ایک غم ہجرت اور دوسرا غم مفارقت۔

با دوست کنجِ فقر بہشت است و بوستاں
بے دوست خاک بر سرِ جاہ و تونگری

روایت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے دو اُونٹ خریدے تھے اور اُن کی خوب خاطر مدارات کرتے تھے تاکہ ہجرت میں کام آئیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں جس آیت سے اذنِ ہجرت ہوا وہ یہ آیت ہے۔

وَقُل رَّبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ	فرمادیجئے! میرے رب! مجھے صدق کی جگہ داخل
صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ	کر اور صدق کی جگہ سے نکالئے۔ اور
صِدْقٍ وَاجْعَل لِّي مِن لَّدُنكَ	اپنے پاس سے قوت والی مدد
سُلْطَانًا نَّصِيرًا [۱]	عطا فرما!

---

[۱] یہ آیت مبارکہ سورۂ اسریٰ میں ہے ابن عباسؓ کی اس روایت کو ترمذیؒ نے روایت کیا ہے۔ مدخل صادق مدینہ منورہ مخرج صدق مکہ معظمہ ہے مظہری صفحہ ۴۸۲ جلد ۵

اربابِ تحسیر نے فرمایا ہے کہ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلسل ہجرت کرتے دیکھ کر کفارِ مکہ نے سوچا کہ ایک دن "یہ" بھی اُن کے پاس چلے جائیں گے تو دارالندوہ میں جمع ہوئے اور سوچنے لگے اور دارالندوہ کا دروازہ بند کر لیا تاکہ بنو ہاشم میں سے کوئی نہ آئے۔ شیطان ملعون ایک بوڑھے کی شکل میں آگیا، حاضرین نے کہا بوڑھے تو کون ہے کہ بلا اجازت آگیا۔ شیطان نے کہا" میں نجد کا سردار ہوں، میں نے آپ لوگوں کو تشریف جانا، مناسب جانا کہ آپ لوگوں کے ساتھ بیٹھ جاؤں۔ اور اگر ہو سکے تو میں بھی کچھ بتلادوں، اگر ناپسند ہو تو واپس جاتا ہوں، حاضرین بولے کوئی مضائقہ نہیں ہے آپ تشریف رکھیں، اس کے بعد مشورہ شروع ہوا، کسی نے کہا" محمدؐ" کو زنجیروں میں باندھ کر قید کر دو اور روزن سے کھانا پانی پہنچاتے رہو، شیطان نے کہا یہ رائے غلط ہے محمد صلعم" کی قوم جنگ کر کے اُن کو چھڑائے گی۔ ایک نے کہا "...... ان کو یہاں سے نکال دو کہ جہاں چاہیں چلے جائیں، شیطان نے کہا یہ رائے غلط ہے کیونکہ وہ اپنے شیریں زبان ہیں کہ جہاں جائیں گے لوگ اُن پر فریفتہ ہو جائیں گے اور بیعت ہوں گے اور پھر وہ تم سے جنگ کریں گے۔ سب نے بوڑھے نجدی کی رائے پر تحسین کی، اب میں ابوجہل بولا میری رائے یہ ہے کہ تمام قبائل سے ایک ایک بہادر نوجوان منتخب کیا جائے کہ وہ سب یکبارگی محمد صلعم پر حملہ کر کے قتل کر دیں۔ بنو عبدِ مناف سب سے مقابلہ کر نہ سکیں گے، ناچار دیت پر راضی ہو جائیں گے، ہم دیت دے کر نجات حاصل کر لیں گے، نجدی بوڑھے نے کہا یہ رائے خوب ہے چنانچہ سب اس پر متفق ہو گئے۔ آیتِ مبارک میں ہے۔

وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ (انفال)[١]

یاد کیجئے! جب کافر آپ کے ساتھ مکر کر رہے تھے کہ آپ کو قید کر لیں یا نکال دیں یا قتل کر دیں۔ وہ بھی مکر کر رہے تھے اور اللہ بھی اور اللہ ہی بہترین داؤں والا ہے۔

حضرت جبرئیلؑ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکَ بِالْہِجْرَۃِ — اللہ تعالیٰ آپ کو ہجرت کا امر فرماتا ہے

---

١ مفسرین کی ایک جماعت نے اس آیت کی تفسیر میں قصۂ ہجرت بیان کیا ہے حالانکہ یہ آیت مدنی ہے اور یہ سورۃ بھی مدنی ہے ابن کثیر نے اس پر جرح بھی کی ہے، علامہ ابن اسحٰق نے فرمایا ہے کہ اس آیت میں یہود قریظہ کا ذکر مراد ہے واللہ اعلم صفحہ ٥٠ جلد ٥ مظہری

آپ جب حالات پر مطلع ہوئے تو حضرت علیؓ کو طلب فرمایا اور خبر دی کہ کفار مجھ کو قتل کر دینا چاہتے ہیں، آج کی رات تم میری جگہ میری سبز چادر اوڑھ کر سو جاؤ اور میں باہر چلا جاؤں گا اور اپنا دل قوی رکھنا وہ تمہارا کچھ نہ کر سکیں گے، مجھ کو مدینہ کے لئے ہجرت کا حکم ہوا ہے۔ کل کو سامانِ سفر کے ساتھ مدینہ روانہ ہو جاؤں گا۔ تمام امانتیں جو آپ کے پاس تھیں وہ حضرت علیؓ کے سپرد کیں تاکہ اُن کے مالکوں کو پہونچا دیں۔ چنانچہ حضرت علیؓ اُن کی جگہ لیٹ گئے اور آپ سورۂ یٰسین[1] کو پڑھتے ہوئے گھر سے باہر تشریف لائے

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ

اور کیا ہم نے اُن کے سامنے بھی آڑ اور پیچھے بھی آڑ، پس ڈھانک لیا اُن کو کہ وہ دیکھ نہیں سکتے۔

ایک مٹھی خاک اُٹھا کر کافروں کے سر پر چھڑک دی کہ اُن کو خبر تک نہ ہوئی، روایت ہے کہ جس وقت حضرت علیؓ نے اپنے آپ کو حضرتؐ کے بستر پر لٹا دیا تو حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت جبرئیل اور میکائیل سے فرمایا، ہم نے تم دونوں میں عقدِ مواخاۃ قائم کیا اور تمہاری عمر میں بھی اُن کی عمر سے زیادہ ہیں لیکن تم میں سے کون ایک یہ دوسرے کی حیات کو ترجیح دیتا ہے؟ عرض کیا خداوندا ہم میں سے ہر ایک کو اپنی زندگی محبوب ہے، ارشاد ہوا کہ تم مثل علیؓ کے نہیں ہو، اُنہوں نے محمد صلعم کے ساتھ عقدِ مواخاۃ باندھا اور اپنے آپ کو ان پر نثار کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ جاؤ علیؓ کی حفاظت کے لئے۔ چنانچہ حضرت جبرئیلؑ حضرت علیؓ کے سرہانے اور میکائیلؑ پائنتی کی طرف بیٹھ گئے[2]

ہر آنکہ بہرِ خدا راہِ نفس بر بندد
ملک ز عرش لفرمانِ او کمر بندد

روایت ہے کہ یہ آیت حضرت علیؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

مِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ

لوگوں میں سے وہ بھی ہیں کہ جس نے اللہ کی مرضی حاصل کرنے کے لئے اپنی جان کو بیچ دیا

---

[1] اس سے معلوم ہوا کہ سورۂ یٰسین کا نزول ہجرت سے قبل ہوا تھا [2] یہ حدیث احیاء العلوم میں ہے اور امام احمد نے اسکو مختصراً روایت کیا ہے جس میں جبرئیل اور میکائیل کا ذکر نہیں ہے، علماء حدیث نے اس حدیث کو منکر اور کذب قرار دیا ہے شرح مواہب صفحہ ٣٢٣ جلد ١

وَاللّٰہُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ (بقرہ)[1] — اور اللہ بندوں پر بہت مہربان ہے

علامہ واقدیؒ نے اپنے مشائخ کے توسط سے بیان کیا ہے کہ ابوجہل، حکم بن العاص عقبہ بن ابی معیط نضر بن حارث، امیہ بن خلف۔ ابن عیطلہ۔ طلحہ بن عاری، ابولہب، ابی بن خلف اور ابی حجاج کے دونوں بیٹے، یہ سب لوگ اس گروپ میں داخل تھے جن کو جناب رسالت مآب صلعم کے قتل کے لئے مقرر کیا گیا تھا یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر آکر بیٹھ گئے، لیکن جب آپ سلامتی کے ساتھ گزر گئے تو ایک آدمی نے آکر کہا، آپ لوگ یہاں کیوں ہیں؟ بولے "محمد صلعم" کے انتظار میں! اس نے کہا وہ تو تمہارے سروں پر خاک ڈال کر چلے بھی گئے، انہوں نے دیکھا تو واقعی سروں پر خاک تھی، تمام دن اس کو جھاڑتے رہے مگر وہ دور نہ ہوئی۔

روایت ہے کہ کافر آتے تھے اور دروازے کے شگاف سے دیکھتے کہ کوئی آپ کے بستر پر لیٹا ہے تو کہتے، واللہ یہ محمد صلعم" ہی ہیں۔ جب حضرت علیؓ اُٹھے اور لوگوں نے ان کو دیکھا تو دریافت کیا "محمد صلعم" کہاں ہیں؟ جواب دیا میں نہیں جانتا، شرمندہ ہو کر آپ کو ڈھونڈنے چلے۔

غار ثور میں آمد — حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز ہم گھر بیٹھے تھے، دھوپ تیز تھی کہ ہم میں سے کسی نے کہا یہ "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آرہے ہیں، چادر سر پر ڈالے ہوئے ہیں، آپ کا دستور ایسے وقت نہ آنے کا تھا، حضرت ابوبکرؓ نے کہا "میرے ماں باپ قربان، اس وقت کیسے؟ آپ نے فرمایا تنہائی درکار ہے، حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا، یہ سب آپ کے اہلِ خاندان ہی ہیں! فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہجرت کا امر فرمایا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا "یا رسول اللہ میں بھی ساتھ رہوں گا! فرمایا، ہاں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس دن شدتِ فرحت کی وجہ سے ابوبکر پر گریہ طاری ہو گیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا حضورؐ! یہ دو اونٹ ہیں، ایک آپ کا ہے آپ نے فرمایا قیمت سے! عرض کیا جس طرح مزاج مبارک چاہے واقدیؒ نے بیان کیا وہ اونٹ ۸۰۰ درہم کا تھا۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں جلدی جلدی سب سامان کیا گیا، ایک بکری بھون کر ناشتہ دان میں باندھی لیکن باندھنے کو کوئی چیز نہ تھی۔ فوراً حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ نے اپنے کمر بند کے دو ٹکڑے کئے اور ایک سے اس کا منہ باندھا، اسی وجہ سے ان کو ذات النطاقین کہتے ہیں حضرت

---

[1] صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت مدنی ہے اور حضرت صہیبؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

ابو بکر رضؓ کے لڑکے عبد اللہؓ کو جو، جوان اور عقل مند تھے، مقرر کیا کہ وہ روزانہ قریش کے درمیان رہیں اور رات کو غارِ ثور پر پہونچا کریں اور اپنے غلام عامر بن فہیرہؓ کو مقرر کیا، وہ شام کو بکریاں اِدھر سے لے کر آیا کریں۔ اور دودھ پلا جایا کریں اور قبیلہ بنی دیل کے عبد اللہ اریقط دیلی کو اُجرت پر راہ بر مقرر کیا اور اُونٹ اس کے سپرد کر دیئے کہ بعد تین شبانہ روز گزرنے کے وہ غار پر اُونٹ لے آئے، اسماء بنت ابی بکرؓ کہتی ہیں، اس وقت پانچ ہزار درہم نقد تھے وہ ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔ صفر کی ۲۸ ویں شب تھی یا ربیع الاول کی چاندرات تھی، لیکن اکثر اہلِ سیر کہتے ہیں جب یہ حضرات مکہ سے باہر ہوئے، دوشنبہ تھا بعض کہتے ہیں پنجشنبہ تھا، وجہ جمع یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے گھر سے نکلنا پنجشنبہ کو ہوا اور خروج از مکہ بطرف مدینہ دوشنبہ کو ہوا۔ واللہ اعلم!

منقول ہے کہ آپ نے جوتے اُتار لئے تھے اور نشانِ قدم پر قدم رکھتے ہوئے جا رہے تھے کہ نشان باقی نہ رہے جس سے آپ کے پیر مجروح ہو گئے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اپنے کاندھوں پر سوار کر کے غار کے دروازے تک پہونچایا اور عرض کیا تھوڑا توقف فرمائیے! تاکہ جو آفت ہو وہ مجھے ہی پہونچے، آپ محفوظ رہیں یہ غار زہریلے جانوروں کے مسکن کے لئے مشہور تھا، چنانچہ حضرت ابو بکرؓ پہلے اُترے اور غار کو صاف کیا اور جس قدر سوراخ تھے اپنی چادر پھاڑ کر بند کئے ایک سوراخ باقی رہ گیا۔ اس پر اپنے پیر کی انگشت رکھ لی اور آپ کو اندر بلا لیا اور آپ نے رات وہاں گزاری، جب صبح ہوئی تو دریافت کیا ابو بکرؓ! تمہارا کپڑا کیا ہوا، عرض کیا اس سے سوراخ بند کئے ہیں، آپ نے دعائے خیر فرمائی، تمام رات سانپ اور بچھوؤں نے حضرت ابو بکرؓ کو کاٹا جس کے شدتِ الم سے حضرت ابو بکرؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضورؐ نے فرمایا۔

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا[2]   غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے

چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکینہ[3] نازل ہوا اور پھر زہریلے جانوروں نے نہ ستایا۔ کہتے ہیں ام غیلان (کیکر) کا درخت غار کے سوراخ پر فوراً ہی اُگ آیا اور دو کبوتروں کو الہام ہوا، اُنھوں نے سوراخ پر آشیانہ

---

[1] واقعہ ہجرت کو موسیٰ بن عقبہ، ابن اسحٰق، احمد، بخاری نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے [2] یہ آیت مبارکہ سورہ توبہ کی ہے جو ۹ھ میں واقعہ فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی ہے، اس آیت میں نقل واقعہ فرمایا، یہ بات نہیں ہے کہ ہجرت کے وقت نازل ہوئی تھی۔ [3] اس روایت کو حاکم، بیہقی، ابن ابی حاتم نے حضرت عباسؓ سے روایت کیا ہے اور اس میں اس آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے وانزل اللہ سکینتہ (توبہ)

بنا لیا اور انڈے دیدیئے اور مکڑی کو حکم ہوا اُس نے جالا تن دیا۔

حضرت انسؓ، حضرت زید بن ارقمؓ، مغیرہ بن شعبہ روایت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے کیکر کے درخت کو امر فرمایا اُس نے غار کے منھ کو بالکل ڈھانپ لیا کہ کوئی چیز نظر نہ آوے (یہ روایت بہت سے اہلِ سیر نے روایت کی ہے) لیکن بہت سے متاخرین اس کے ناقل کو ضعیف کہتے ہیں۔

مشرکینِ مکہ تفتیشِ حال کے لئے حضرت ابوبکرؓ کے گھر پہونچے، اسمار بنت ابی بکرؓ سے دریافت کیا، تیرے والد کہاں ہیں؟ اُنہوں نے کہا میں نہیں جانتی تو ابوجہل ملعون نے ایک طمانچہ مارا کہ اُن کے کان کی بالی نکل گئی۔ کافروں نے اپنے ساتھ ایک قیافہ کر لیا اور تلواریں اور لاٹھیاں لے کر روانہ ہوئے، نشانات دیکھتے ہوئے کوہِ ثور تک پہونچے اور یہاں نشانات کو گم پایا، لیکن جب غارِ ثور تک پہونچے تو قائف نے کہا تمہارا مطلوب یہاں معلوم ہوتا ہے، اُس وقت حضرت ابوبکرؓ نے آپ سے عرض کیا حضور! اگر ان لوگوں نے اپنے قدموں کے نیچے دیکھ لیا تو ہم کو دیکھ لیں گے، آپ نے ارشاد فرمایا۔

مَاظَنُّکَ بِاثْنَیْنِ اللّٰہُ ثَالِثُهُمَا[1] ان دو کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے جنکے ساتھ اللہ ہو

روایت ہے کہ جب کافر غار پر سے گزرے تو کبوتر اُڑ گئے۔ جب اُنہوں نے بیضۂ کبوتر اور تارِ عنکبوت کو دیکھا تو بولے اگر اس جگہ آتے تو یہ جالا اور انڈے ٹوٹے ہوئے ہوتے، یہ بھی روایت ہے کہ حرم کے کبوتر ان دو کبوتروں کی نسل سے ہیں آپ نے ان کبوتروں کے لئے دعائے خیر کی تھی کہ حرمِ مکہ ان کی پناہ گاہ ہے جہاں چاہیں آشیانہ بنائیں۔[2] اور مکڑی کے بارے میں ارشاد فرمایا خدا کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے اور اس کے مارنے سے منع فرمایا۔[3] غرضکہ کافر واپس آگئے، ابوجہل نے مکہ میں ہر طرف اعلان کر دیا جو بھی محمد صلعم اور ابوبکرؓ کو لائے یا اُن کا نشان بتائے اس کو سو اونٹ ملیں گے۔ یہ سوچکر کافر ہر طرف تلاش میں مشغول ہو گئے۔

مدینہ کی طرف ہجرت جب تین رات غار میں گذر گئیں اور تیسری رات کی صبح ہوئی تو عبد بن اریقط دیلی

[1] یہ روایت صحیحین میں ہے [2] [3] دونوں احادیث مواہب میں ہیں اور حدیث عنکبوت کو علامہ دیلمی، ابوسعد السمان بصری کے مسلسلات میں شمار کر دیا ہے۔ شرح مواہب صفحہ ۳۲۲ ج ۱۔ [4] ہمارے مشائخ میں سے ہمارے مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ اپنی روپوشی کے زمانہ میں تیسرے دن باہر آ گئے تھے اور فرمایا تھا کہ تین دن سے زیادہ روپوشی رہنا خلافِ سنت ہے۔ (ملاحظہ فرمایئے سوانح قاسمی)

حسبِ وعدہ غارِ ثور پر اونٹ لے کر حاضر ہوا۔ عامر بن فہیرہ بھی آ گیا۔ حضرت ابوبکر رضؓ اور حضور ایک اونٹ پر بیٹھ کر اور یہ دونوں دوسرے اونٹ پر بیٹھ کر روانہ ہوئے اور ساحل پر راستہ اختیار کیا اس دن تمام رات اور اگلے دن دوپہر تک چلتے پیچھا پھر کر دیکھا تو آثارِ تعاقب نظر نہ آئے تو حضرت ابوبکر نے ایک چٹان کی طرف اشارہ کیا اور عرض کیا حضور آپ یہاں آرام کریں اور میں آس پاس گشت کر کے دیکھتا ہوں اتفاقاً ایک چرواہے پر نظر پڑی جو بہت دور تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے دریافت کیا تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا، میں فلاں قریشی کا غلام ہوں اور اس سے دودھ طلب کیا تو اس نے ایک پیالہ دودھ دیا، اس میں پانی ملا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جب آپ بیدار ہوئے تو خدمت میں پیش کیا آپ نے نوش فرمایا اور یہاں سے روانہ ہو گئے۔

روایت ہے کہ آپ یہاں سے مقامِ "قدید" پہنچے اور ایک خیمہ کے دروازے پر ام معبد عاتکہ بنت خالد خزاعیہ کو دیکھا، یہ بوڑھی عورت راہ گیروں کی میزبانی کیا کرتی تھی، آپ نے اس سے فرمایا اور دودھ طلب کیا، بڑھیا نے کہا قحط سالی کی وجہ سے کوئی چیز کھانے کو نہیں ہے، آپ نے خیمہ کے گوشہ میں ایک لاغر بکری دیکھی تو فرمایا یہ کیا ہے؟ جواب دیا بھوک اور لاغری کی وجہ سے چل نہیں سکتی، اس کے دودھ نہیں ہے آپ نے دودھ دینے کی اجازت چاہی، بڑھیا نے بسر وچشم قبول کیا، آپ نے خدا کا نام لیکر اس کے تھنوں کو ہاتھ لگایا تو وہ دودھ سے لبریز تھے اور آپ نے دوہنا شروع کر دیا جب برتن بھر گیا تو پہلے اہلِ خیمہ کو پلایا اور پھر دودھ نکال کر خود پیا اور برتن بھر کر رکھ دیا اور یہاں سے روانہ ہوئے جب ابو معبد اکثم بن ابی الجون آیا اور برتنوں میں دودھ بھرا دیکھا تو حیران رہ گیا دریافت کیا تو بڑھیا نے جواب دیا،

ایک نہایت مبارک مرد یہاں آیا تھا، اس کی
باتیں میٹھی، روئے دلکش، زبان فصیح، بیان
بلیغ تھا [۵]

اور تمام اوصاف و کمالات آپ کے بیان کئے تو ابو معبد نے کہا واللہ وہ جوان قریشی ہے۔ کتاب مختصر زاد المعاد میں ہے کہ ابو معبد اور ام معبد دونوں یہاں سے روانہ ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے

---

[۵] ام معبد نے جو شمائل بیان کئے ہیں وہ عربی ادب کی جان ہیں اور حدیث کی کتابوں میں مروی ہے۔

چند دن گذرنے کے بعد مکہ میں ایک آواز سنی گئی جس میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے روانہ ہونے اور ام معبد کے یہاں قیام کا ذکر تھا۔ یہ ایک طویل قصیدہ ہے جو جنات نے کہا تھا اس پر چند اشعار حضرت حسان بن ثابت نے بھی کہے تھے۔[۱] روایت ہے کہ اس واقعہ کے ہونے کے بعد ام معبد کی یہ بکری ۱۸ سال زندہ رہی اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں اس کا انتقال ہوا۔

صحیح بخاری میں عبد الرحمٰن بن مالک (جو سراقہ بن مالکؓ کے برادر زادہ ہیں) نے روایت کیا ہے۔ سراقہ نے کہا کہ چند قاصد قریش کے ہمارے یہاں پہونچے میں اپنی قوم بنی مدلج کے درمیان بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی آیا اور اس نے کہا۔ میں نے ساحل کی طرف چلتے ہوئے دو آدمی دیکھے ہیں وہی دونوں ہوں گے۔ سراقہ نے کہا میں نے بات ٹالنے اور لوگوں کو مغالطہ دینے کے لئے منع کر دیا وہ نہیں بلکہ فلاں فلاں دو غلام ہوں گے اور تھوڑی دیر توقف کر کے اٹھ کھڑا ہوا اور گھر آیا۔ باندی نے کہا میرا گھوڑا تیار کر کے فلاں ٹیلے کی پشت پر لے جا کر کھڑا کر دے۔ جب سراقہ وہاں پہونچا اور گھوڑے پر سوار ہونا چاہا تو وہ بھڑک اٹھا اور سراقہ کو گرا دیا۔ سراقہ نے ترکش سے تیر نکالے اور فال دیکھی تو معلوم ہوا کہ کوئی ضرر پہونچے گا، پھر بھی سوار ہو کر روانہ ہوا جب آپ کے نزدیک پہونچا تو گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور گر پڑا۔ اس نے زجر کیا اور اٹھایا اور فال نکالی تو فال بد ظاہر ہوئی۔ پھر تعاقب کیا جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قرآن شریف پڑھتے جا رہے تھے۔ اور حضرت ابو بکرؓ بار بار پیچھے کو دیکھتے جاتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ ہمارے اور سراقہ کے درمیان ایک نیزہ یا دو نیزہ کا فاصلہ رہ گیا ہوگا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

لا تحزن ان اللہ معنا ۔ غم نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے

اور سراقہ کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا۔

اللھم کفنا نا بما شئت[۲] ۔ اے اللہ اس سے ہماری جس چیز سے چاہے کفایت فرما

سراقہ کا گھوڑا سینہ تک زمین میں دھنس گیا۔ تب سراقہ نے کہا۔ اے محمد صلعم آپ میرے لئے دعا کریں اور میں وعدہ کرتا ہوں جو بھی آپ کے تعاقب کے لئے آئے گا اس کو باز رکھوں گا تب آپ

---

[۱] کتاب ہذا میں اس قصیدہ کو حذف کر دیا ہے، زاد المعاد میں نہایت تفصیل سے موجود ہے۔

[۲] رواہ احمد و شیخان عن سراقہ بن مالک رضؓ

نے دعا کی۔

اللّٰھم ان کان صادقاً فاطلق فرسہٗ[1] — اے اللہ اگر یہ سچا ہے تو اس کا گھوڑا چھوڑ دے۔

اسی وقت گھوڑے کے پیر زمین سے باہر آ گئے۔ سراقہ نے کہا۔ میں نے جی میں کہا۔ عنقریب ان کو بالادستی حاصل ہوگی۔ میں نے عرض کیا۔ آپ کچھ مجھ سے بطور زادِ راہ قبول فرمالیں۔ لیکن آپ نے پسند نہ کیا۔ اور فرمایا بس اتنا کافی ہے کہ ہمارے بارے میں کسی سے نہ کہنا۔ سراقہ نے کہا۔ میں نے اس وقت ایک امان نامہ لکھوانا مناسب سمجھا۔ آپ نے عامر بن فہیرہ کو امر فرمایا اور انھوں نے چمڑے کے ٹکڑے پر لکھ کر میرے حوالے کیا۔ جب آپ غزوہ حنین سے واپس ہو رہے تھے میں نے مقام "جعرانہ" پر آپ سے ملاقات کی اور امن نامہ پیش کیا آپ نے فرمایا۔ آج امن اور نیکی کا دن ہے۔ میں مشرف باسلام ہو گیا۔

مروی ہے کہ سراقہ نے واپس ہو کر لوگوں کو واپس کرنا شروع کر دیا جو بھی اسے ملتا وہ اُس سے بہانا بناتا اور واپس کر دیتا۔ ابو جہل کو جب یہ معلوم ہوا تو سراقہ کی ہجو میں چند ابیات لکھ کر سراقہ کے پاس بھیجیں۔

۱۔ بنی مدلج میں تمہیں تمہارے بیوقوف سے خبردار کرتا ہوں۔ سراقہ نے "محمد" صلعم کی نصرت کر کے تمہیں گمراہ کیا ہے۔

۲۔ تمہیں ہوشیار رہنا چاہیئے تاکہ وہ تمہارے درمیان پھوٹ نہ پیدا کر دے۔ اور تم عزت اور سرداری کے بعد متفرق نہ ہو جاؤ۔

سراقہ نے ان ابیات کا جواب لکھا۔

۱۔ ابو الحکم قسم ہے لات کی اگر تو اس وقت مشاہدہ کرتا جس وقت میرے گھوڑے کے پاؤں دھنس رہے تھے۔

۲۔ مجھے تعجب ہے اور مجھے بالکل شک نہیں ہے کہ "محمد" بالدلائل نبی ہیں۔

۳۔ تیرے اوپر لازم ہے کہ تو لوگوں کو ان سے روک۔ اور ایک دن ان کا معاملہ مستقلاً عظیم ہوگا

---

[1] رواۃ احمد و شیخان عن سراقہ بن مالک رض

مروی ہے کہ راستہ میں ایک آدمی اور ملا اور اس نے ابو بکرؓ سے دریافت کیا یہ کون ہیں؟ جواب دیا

هذا الذی یهدی السبیل
یہ راستہ بتلانے والے ہیں

روایت ہے کہ جب بریدہ بن خصیم اسلمی نے سنا کہ آپ اور ابو بکر مکہ سے جا چکے ہیں اور اہل مکہ نے ان پر سو اونٹ انعام مقرر کیا ہے تو اپنے قبیلہ کے ستر آدمی لے کر روانہ ہوا۔ اور جناب رسول اللہ صلعم کو جا گھیرا۔ آپ نے دریافت کیا تو کون ہے؟ جواب دیا۔ بریدہ ہوں۔ آپ نے تفاولاً فرمایا ہمارا امر صلاح پذیر ہوا۔ پھر دریافت کیا کس قبیلہ سے ہے؟ کہا۔ بنی اسلم سے! آپ نے پھر تفاولاً فرمایا سلامتی رہے گی۔ پھر دریافت کیا کس خاندان سے بولا۔ بنی سہم سے! آپ نے فرمایا۔ تیرا تیر چلا گیا بریدہ آپ کی ملاوت کلام سے متاثر ہوا۔ اس نے دریافت کیا۔ آپ کون ہیں؟ فرمایا میں محمد بن عبد اللہ، اللہ کا رسول ہوں۔ یہ سن کر بریدہ مسلمان ہو گیا اور اس کے سب ساتھی مسلمان ہو گئے۔ بریدہ نے کہا حضور! جب مدینہ میں داخل ہوں تو میرے یہاں قیام فرمائیں۔ آپ نے فرمایا میری اونٹنی مامور من اللہ، بریدہ نے اپنی چادر کو اتارا اور بطور جھنڈا نیزہ پر ٹانگا اور آگے آگے روانہ ہوا۔

روایت ہے ان ایام میں زبیر بن عوام اور بروایت دیگر طلحہ بن عبد اللہ تجارتی قافلہ کے ساتھ ملک شام سے واپس آرہے تھے کہ راہ میں آپ سے ملاقات ہوئی۔ اور آپ کو اور حضرت ابو بکرؓ کو سفید کپڑے پہنائے۔

مدینہ منورہ میں استقبال

صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ جب اہل مدینہ کو آپ کے مکہ سے ہجرت کرنے اور مدینہ کی طرف آنے کا علم ہوا تو وہ روزانہ مدینہ سے باہر نکل کر حرہ تک آتے اور پتھروں کے سایہ میں بیٹھ کر انتظار کرتے اور جب دھوپ تیز ہو جاتی تو گھروں کو واپس ہوتے۔ اس دن بھی کہ جس دن آپ رونق افروز ہونے والے تھے انتظار کر کے واپس ہو چکے تھے کہ ایک یہودی بلندی سے پکارا "اے اہل یثرب تمہارا مقصود وہ آرہا ہے۔ محمد صلعم اور ان کے دوست سفید لباس پہنے ہوئے آرہے ہیں

هذا جدکم الذی تنتظرونه
یہ تمہاری دولت ہے جس کا تم انتظار کر رہے تھے۔

اور یہ بھی ایک روایت ہے کہ آپ نے کسی آدمی کو انصار کے پاس بھیجا۔ تاکہ ان کو آپ کی آمد کی اطلاع ہو جائے[1] یہ خبر سن کر تمام لوگ ہتھیاروں سے آراستہ ہوئے۔ مرد، عورت، بچے، بوڑھے سب آپ کے استقبال کے لئے باہر نکل آئے۔ اور مقام "حرہ" پر آکر ملاقات کی اور مبارک باد پیش کی سب لوگوں نے بیک زبان شور مچایا۔

نبی اللہ آگئے۔ رسول اللہ آگئے۔

کتب سیر میں ہے کہ عورتوں نے خوشی میں آکر دف پر یہ اشعار گائے۔

طلع البدر علینا — من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا — ما دعی للہ داع
ایھا المبعوث فینا — جئت بالامر المطاع[2]

روایت ہے کہ اس دن آپ انصار کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ میں داخل ہوئے وہ خوشی میں یہ شعر گاتے تھے

نحن جوار من بنی نجار — وحبذا محمد من جار

آپ نے ارشاد فرمایا۔ خدا جانتا ہے کہ میں تم کو دوست رکھتا ہوں۔ اہل سیر کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ دن دو شنبہ کا تھا اور مہینہ ربیع الاول کا تھا لیکن اس میں اختلاف ہے کہ کون سی تاریخ تھی۔ بعض کہتے ہیں پہلی تاریخ تھی۔ دوسرا قول ہے ۱۲ تاریخ تھی، اور ایک قول یہ ہے کہ تیرہ تاریخ تھی[3]

روایت ہے کہ آپ اپنے اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے داہنی طرف کو (جدھر محلہ قبا ہے) روانہ ہوئے اور قوم بنی عوف میں۔ کلثوم بن ہدم کے یہاں اترے۔ بروایت دیگر سعد بن خیثمہ کے یہاں اترے دونوں روایتوں میں اس طرح مطابقت ہو سکتی ہے کہ قیام تو کلثوم بن ہدم کے یہاں ہوگا اور ملاقات

---

[1] اس روایت سے ثابت ہے کہ مسافر کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی آمد کی میزبان کو اطلاع کر دے۔

[2] علامہ ابن قیم نے زاد المعاد میں اختلاف کیا ہے کہ یہ استقبالیہ اشعار تبوک سے واپسی پر پڑھے گئے ثنیۃ الوداع تبوک کی طرف سے آنے پر پڑتی ہے۔ مگر خیال یہ ہے کہ ثنیۃ الوداع۔ مسافر کو رخصت کرنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ یہ حنین سے واپسی پر مکہ معظمہ کے باہر بھی ہے۔ یہ دونوں مقام علامہ نے خود زاد المعاد میں ذکر کئے ہیں۔ شرح مواہب میں علامہ کے قول کو غلط قرار دیا ہے ص ۳۶۰ ج ۱

کرنے کے لیے سعد بن خیثمہ کا گھر منتخب کر لیا ہوگا کیونکہ وہ تنہا تھے گھر اکیلا تھا۔ اور حضرت ابوبکرؓ کا قیام محلہ سنح میں خبیب بن یسافؓ کے یہاں ہوا۔ روایت ہے کہ حضور صلعم سایہ درخت کے نیچے خاموش بیٹھے تھے اور حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہوئے تھے۔ لوگ آپ ہی کو رسول سمجھ کر سلام کرتے اور مصافحہ کرتے اور واپس ہو جاتے۔ لیکن جب درخت کا سایہ کم ہو گیا تو حضرت ابوبکرؓ اپنی چادر تان کر کھڑے ہو گئے اس وقت لوگوں کو معلوم ہوا کہ خادم کون ہے اور مخدوم کون ہے؟

اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے بنی عمرو بن عوف میں کتنے دن قیام فرمایا ایک قول یہ ہے کہ ۱۴ روز قیام فرمایا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ چار روز قیام فرمایا تیسرا قول یہ ہے کہ بیس روز قیام فرمایا۔ لیکن حافظ ابن حجرؒ نے شرح بخاری میں قول اول کو ترجیح دی ہے۔ واللہ اعلم [1]

۱؎ امام بخاری نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نزول وحی کے بعد دس سال سے کچھ زیادہ مکہ معظمہ میں رہے۔ جمہور کے قول کے مطابق یہ مدت ۱۳ سال ہے اور صحیح قول کے مطابق جس دن آپ مکہ معظمہ سے باہر تشریف لائے جمعرات کی رات تھی اور ربیع الاول سنہ ۱۳ نبوی تھا اور غار ثور سے جس دن باہر تشریف لائے اور مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے وہ پیر کی رات تھی (شرح مواہب ج ۱ ص ۳۳۵)

ف: ۱۔ مکی زندگی سے یہ چیز نہایت واضح طور پر ثابت ہے کہ جب کفر و باطل کا غلبہ ہو تو مسلمانوں کو اپنی اجتماعیت برقرار رکھتے ہوئے مسلسل دعوتِ حق کا کام جاری رکھنا چاہیئے خواہ حالات کتنے ہی ناساعد کیوں نہ ہوں اس فریضہ سے دست بردار نہ ہونا چاہیئے ۲۔ اور اپنے شعار اور ملی انفرادیت کو برقرار رکھنا چاہیئے اس کے بغیر دعوت کو استحکام نہیں ہو سکتا دراصل اسی انفرادیت ہی سے کفر و باطل کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے ۳۔ ہجرت کے لئے اگر حالات ناساعد ہوں تو کتاب و سنت کی اشاعت مسکن کفر میں اپنی اجتماعیت اور انفرادیت کے ساتھ جاری رکھنا چاہیئے۔ ۴۔ دعوتِ حق کی کامیابی مذکورہ دونوں اصول کے ساتھ رات میں رجوع الی اللہ سے ہوگی۔ دیکھو! اگرچہ پنجگانہ نماز فرض نہیں ہوئی تھی لیکن صلوۃ تہجد کا حکم تھا اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمان اس پر پابند تھے۔ ملاحظہ فرمائیے تفسیر سورہ مزمل۔

عزیز الرحمٰن غفرلہ

اضافہ ۔ حافظ ابن حجرؒ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام قباء کے بارے میں ۱۴ یوم والے قول کو اختیار کیا ہے اس کی بنیاد بخاری شریف کی روایت عن انسؓ پر ہے اس وقت حضرت انسؓ کی عمر نو سال کی تھی ۔ اس قول کے اوپر بعض حضرات نے اعتراض وارد کیا ہے کہ اتنے قیام کے زمانہ میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کی نماز کہاں پڑھی اس بارے میں انھوں نے ابن اسحٰق کی روایت کو ترجیح دی ہے ۔ جس میں مذکور ہے کہ حضور قباء سے روانہ ہوئے جس وقت آپ وادی میں پہونچے تو جمعہ کا وقت ہو گیا تھا ۔ اور آپ نے بطن وادی (وادی ذی صلب) میں جمعہ کی نماز ادا فرمائی ۔

کانت هذه اول جمعة صلاها رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینة	یہ پہلا جمعہ تھا جو آپ نے مدینہ منورہ میں ادا فرمایا ۔

اس روایت کی بنا پر چار دن والا قول زیادہ قرین قیاس ہے واللہ اعلم بالصواب [۱]

دوسری چیز جو اس جگہ قابل لحاظ ہے وہ قرآن پاک کی آیت شریفہ ہے

المسجد الذی اسس علی التقوی	وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر قائم کی گئی ہے

اس سے مراد مسجد قباء ہے جس کو مدینہ میں آپ کی تشریف آوری کے بعد بنایا گیا تھا ۔ آپ اس جگہ نماز ادا فرمایا کرتے تھے ۔ بہت سے محدثینؒ اور اصحاب سیرؒ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے واللہ اعلم [۲]

تیسری چیز جو قابل لحاظ ہے وہ یہ کہ اوس و خزرج کی آپس کی عداوت پہلے ہی دن قیام قباء کے زمانہ میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ختم کرا دی تھی اور سلسلہ مواخاۃ کا معاملہ بعد میں ہوا ہے [۳]

---

[۱] وفاء الوفاء ص ۱۸۳ ج ۱ [۲] الخیار ص ۱۸۴ ج ۱ [۳] ایضاً ص ۱۳۴ ج ۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حالات ۱۹۴۷ء

قیامِ ملت اور معرکہ حق و باطل

واذکروا نعمۃ اللہ التی اذ کنتم اعداءً
فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہٖ اخواناً

اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم آپس میں دشمن تھے اس نے تمہارے قلوب کو جوڑ دیا تو تم اس کے فضل سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے

ترتیب

غزوات اور سرایا ٢ھ

حالات سنہ ۱ھ ۲ھ

قبا میں قیام

اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ آپ کا قیام محلہ قبا، قبیلہ بنی عمرو میں تھا۔ وہیں آپ نے مسجد کی بنیاد رکھی اور اس کی تعمیر میں مشغول ہوئے۔ اس کی تعریف میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

لمسجد اسس علی التقوی	وہ مسجد جس کی بنیاد شروع ہی سے
من اول یوم احق ان تقوم	تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ زیادہ مستحق ہے کہ
فیہ، فیہ رجال یحبون	آپ اس میں نماز ادا کریں۔ اس میں وہ لوگ
ان یتطہروا واللہ یحب	ہیں جو پاکی کو پسند کرتے ہیں اور اللہ بھی
المتطہرین[۱]	پاک صاف لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

یہ سب سے پہلی مسجد تھی کہ جس میں آپ نے نماز ادا کی۔ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے تین دن مکہ میں توقف کیا اور لوگوں کو ان کی امانتیں سپرد کیں۔ اس کے بعد مدینہ منورہ اس طرح پہونچے کہ رات کو پیدل چلتے اور دن کو پوشیدہ ہو جاتے۔ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ابھی قبا ہی میں تھے کہ حضرت علیؓ آگئے۔ پائے مبارک ان کے متورم ہو گئے تھے اور آبلے پڑ پڑ کر پھوٹ گئے تھے۔ آں حضرت صلعم نے اپنا دست مبارک ان پر پھیرا اور دعائے شفا کی۔ پھر کبھی حضرت علیؓ کے پیروں میں درد نہ ہوا۔

جمعہ کا دن تھا کہ آپ قبا سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں محلہ بنی سالم میں جمعہ کا وقت ہو گیا آپ نے وہیں بطن وادی میں خطبہ دیا اور نماز پڑھائی۔ یہ سب سے پہلا جمعہ تھا جو آپ نے ادا کیا۔ بنی سالم سے پھر سوار ہوئے اور آگے بڑھے۔ اشراف مدینہ آپ کی خدمت میں آتے اور اترنے کی درخواست کرتے آپ فرما دیتے "اس کو چھوڑ دو! یہ مامور من اللہ ہے"

---

[۱] مسجد قبا اسلام میں پہلی مسجد ہے۔ روایت ہے ہجرت ہی سے اسلامی تاریخ کی ابتداء ہوئی۔ اور محرم کے مہینہ کو پہلا اسلامی مہینہ قرار دیا گیا۔ اور یہ سب کچھ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ہوا۔ اگرچہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ تاریخ کی ابتداء خود جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ (شرح مواہب جلد ۱ صفحہ ۳۵۲)

یہاں تک کہ آپ قبیلہ بنی نجار تک پہونچے اور وہاں آپ کی اونٹنی جس جگہ مسجد نبوی ہے۔ بیٹھ گئی۔ اس کو اٹھایا وہ پھر چکر لگا کر بیٹھ گئی جس جگہ منبر شریف ہے، آپ اونٹنی سے نیچے اتر آئے اور فرمایا۔ یہ ہماری منزل ہے۔ اور فرمایا۔ یہاں کس کا گھر قریب ہے۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضؓ نے عرض کیا۔ یہ میرے گھر کی دیوار ہے اور یہ دروازہ ہے[1]۔ آپ نے سامان لے جانے کا امر فرمایا۔ اور فرمایا قیلولہ کا انتظام کرو۔ لوگوں نے عرض کیا حضور ہمارے یہاں ارشاد فرمایا "جہاں آدمی کا سامان وہیں وہ" حضرت ابو ایوب انصاری نے جلد اپنے مکان کا نیچے کا حصہ صاف کیا۔ اور اپنے بچوں کو اوپر پہونچا دیا، لیکن پھر عرض کیا حضور یہ بے ادبی ہے آپ نیچے قیام فرمائیں اور ہم اوپر لیکن آپ نے آنے والوں کی سہولت کے لئے نیچے ہی قیام فرمایا اور سات مہینہ تک حضرت ابو ایوب انصاری رضؓ کے یہاں قیام فرمایا[2]۔

اسلام عبداللہ بن سلام

سال اول ہجری ہی میں حضرت عبداللہ بن السلام مسلمان ہوئے۔ یہ علمائے یہود میں سے تھے۔ روایت ہے کہ جب انھوں نے سنا کہ آپ مدینہ تشریف لائے ہیں تو ملاقات کے لئے حاضر ہوئے اور چہرۂ انور دیکھتے ہی کہا "یہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا" جس وقت عبداللہ بن سلام خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ارشاد فرما رہے تھے۔

ایھا الناس افشوا لسلام	لوگو! سلام کی اشاعت کرو کھانا
واطعموا الطعام وصلوا الارحام	کھلاؤ۔ صلہ رحمی کرو۔ رات کو
وصلوا باللیل والناس نیام	نماز پڑھو کہ لوگ سوتے ہوں تو جنت میں
تدخلوا الجنۃ بسلام[3]	سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔

---

[1] حضرت ابو ایوب رضؓ کا تعلق قبیلہ بنی نجار سے ہے اور بنی نجار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ننہال ہے۔ روایت ہے کہ تبع اول (جو مومن موحد تھے) مکہ سے مدینہ منورہ آئے۔ وہ زبور کے بڑے عالم تھے۔ انھوں نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ گھر تعمیر کیا تھا۔ اور خود ہندوستان آگئے تھے اور یہیں ان کی وفات ہوئی۔ انھوں نے ایک مکتوب جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نام لکھا تھا۔ جو نسلاً بعد نسل حضرت ابو ایوب تک آیا۔ جس میں آپ کی رسالت کی شہادت تھی۔ اس گھر میں چار سو علماء رہ چکے تھے۔ تبع اول (تبابعہ) کی وفات اور ہجرت مبارکہ میں ایک ہزار سال کا فاصلہ ہے۔ شرح مواہب زرقانی ج ۱ ص ۳۴۵

[2] شرح مواہب ج ۱ ص ۳۵۹

[3] یہ حدیث سنن میں موجود ہے۔

یہ سب سے پہلی نصیحت تھی جو آپ نے مدینہ منورہ میں ارشاد فرمائی تھی۔ یہ سن کر عبداللہ بن سلام گھر آ گئے پھر دوبارہ حاضر ہوئے اور عرض کیا میں آپ سے تین سوال کرتا ہوں۔ ان کا جواب رسول ہی دے سکتا ہے۔ ۱؎ علاماتِ قیامت میں سب سے پہلی علامت کیا ہے؟ ۲؎ اول طعام اہلِ بہشت کیا ہوگا ۳؎ کیا وجہ ہے کہ بچہ کبھی ماں کے مشابہ ہوتا ہے اور کبھی باپ کے مشابہ ہوتا ہے آپ نے فرمایا۔ اس وقت مجھے ان کا جواب معلوم نہیں ہے جب جبرئیل آئیں گے تو دریافت کر کے بتلادوں گا۔ عبداللہ بن سلام نے کہا، یہود کے دشمن ہیں۔ آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

قل من کان عدوا لجبرئیل	فرما دیجئے جو دشمن ہے جبرئیل کا
فانہ نزلہ علی قلبک	اس نے تو اللہ کے اذن سے آپ
باذن اللہ فان اللہ	کے قلب پر نازل کیا ہے۔ بے شک
عدو للکافرین	اللہ دشمن ہے کافروں کا۔

اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا۔ سب سے پہلی علامت یہ ہے کہ آگ جس میں دھوئیں کی آمیزش ہوگی مشرق سے لے کر مغرب تک پورے عالم میں پھیل جائے گی ۲؎ جنتیوں کا سب سے پہلا کھانا مچھلی کا جگر ہوگا۔ یہ وہ مچھلی ہے کہ جس پر قطعہ زمین قائم ہے۔ اور ایک حدیث میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں زمین کو روٹی بنا دے گا۔ اور اس مچھلی کے جگر سے لوگ کھائیں گے ۳؎ اور بچہ کبھی ماں کے مشابہ اور کبھی باپ کے مشابہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ جس کا نطفہ غالب ہوتا ہے بچہ وہی شباہت اختیار کر لیتا ہے۔

ان جوابات کو سن کر حضرت عبداللہ بن سلام مسلمان ہو گئے اور عرض کیا حضور! میں قوم یہود میں سب سے زیادہ عالم اور بڑے عالم کا بیٹا ہوں۔ اگر وہ سنیں گے تو بہتان لگائیں گے۔ مناسب یہ ہے کہ آپ ان کو طلب فرمائیں اور میرے بارے میں دریافت فرمائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ عبداللہ بن سلام رضؓ ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گئے۔ اور آپ نے ارشاد فرمانا شروع کیا

میں رسولِ خدا ہوں اور حق کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں

تم لوگ اسلام قبول کر لو!

یہود نے کہا ہم آپ کو رسول نہیں مانتے۔ آپ نے پھر فرمایا۔ تمہارا عبداللہ بن سلام

کے بارے میں کیا خیال ہے۔ بولے! وہ عالم اور عالم کے بیٹے، دانا اور دانا کے بیٹے ہیں! یہ سن کر آپ نے عبداللہ بن سلام رضؓ کو آواز دی اور انھوں نے اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ " کہا۔ یہودی یہ سن کر بولے " یہ ہم میں سب سے بدتر اور شریر تر اور جاہل انسان ہے اور ایسا ہی اس کا باپ تھا، عبداللہ بن سلام رضؓ نے کہا۔ حضور! میں اس ہی سے ڈرتا تھا۔

مسجد نبوی

اسی سال سنہ ۱ھ میں آپ نے مسجد نبوی کی تعمیر شروع کی جس جگہ آپ کی اونٹنی آکر بیٹھی تھی وہ میدان دو انصاری یتیم بچوں سہل اور سہیل کا تھا۔ یہ دونوں رافع بن عمرو کے بچے تھے اور اسعد بن زرارہ کی تربیت میں تھے ایک روایت میں معاذ بن عضرا اور ایک روایت میں ابو ایوب رضؓ کی زیر تربیت بھی مذکور ہے۔ لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔

روایت ہے کہ آپ کے تشریف لانے سے پہلے اسی جگہ اسعد بن زرارہ۔ جمعہ اور جماعت پڑھایا کرتے تھے۔ آپ نے دریافت کیا یہ میدان کس کا ہے؟ عرض کیا دو یتیم بچوں کا ہے! آپ نے اس آراضی کو خرید لیا۔ بنو نجار نے کہا اس کی قیمت ہم یتیموں کو دینگے، دونوں بچوں نے کہا ہماری طرف سے مفت نذر ہے۔ لیکن آپ نے قبول نہ کیا اور دس درہم سنہرے میں خرید لیا۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے یہ قیمت ادا کی۔

روایت ہے کہ اس میدان میں کافروں کی قبریں تھیں اور چند درخت کھجور کے تھے۔ آپ نے ان کو اکھاڑ کر ہموار کر دیا اور پھر مسجد کی تعمیر شروع کی۔ آپ اینٹ ڈھوتے تھے اور اپنے اصحاب کو ترغیب دینے کے لئے فرماتے تھے۔

هذا الحمال لا حمال خیبر   هذا ابر ربنا واطهر

اور کبھی یہ پڑھتے۔

اللهم لا عیش الا عیش الآخرة   فارحم الانصار والمهاجر

حضرات صحابہ بھی آپ کو دیکھ کر نہایت جوش و خروش سے کام میں لگ جاتے اور کہتے

لئن قعدنا والنبی یعمل   ذاک اذن العمل المضلل

اور حضرت علیؓ یہ اشعار پڑھتے تھے۔

لا یستوی من یعمر المساجد	ید أب فیھا قائماً و قاعداً
و من یری عن التراب حائداً	

عمار بن یاسرؓ نے ان اشعار کو یاد کر لیا اور دو دو اینٹ اٹھا کر لا رہے تھے ایک اپنی طرف سے اور ایک جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے۔ ایک انصاریؓ جو کام نہیں کر رہے تھے وہ سمجھے کہ مجھ پر طنز کیا جا رہا ہے اس وجہ سے حضرت عمارؓ سے جھگڑ پڑے اور کہا یہ لاٹھی مار دوں گا۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمارؓ سے فرمایا

ویح عمار تقتلہ الفیئۃ	عمار! کو ایک باغی جماعت قتل
الباغیۃ یدعوھم الی الجنۃ	کریگی۔ عمار ان کو جنت کی طرف
ویدعونہ الی النار[۱]	بلائیں گے اور وہ عمار کو دوزخ کی طرف

حضرت عمارؓ نے عرض کیا "فتنہ سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔

روایت ہے کہ مسجد کی دیوار کچی اینٹوں کی تھی اور چھت کھجور کے پتوں کی اور ستون لکڑی کے تھے۔ قبلہ بیت المقدس کی طرف کو تھا۔ ایک دروازہ اس کی پچھلی طرف تھا اور ایک دروازہ اور تھا جس کو باب الرحمت کہتے ہیں اس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم داخل ہوا کرتے تھے اسی ہیئت میں یہ خلافت عمر فاروقؓ تک رہی البتہ اس کو کچھ وسعت دیدی گئی تھی۔ پھر خلافت عثمان غنی میں اس کو اور کشادہ اور پختہ اور منقش بنایا گیا اور ولید بن الملک اور عمر بن عبد العزیز کی خلافت کے زمانہ میں اور کشادہ کیا گیا اور ازواج مطہرات کے حجرے مسجد میں داخل کر دیئے گئے۔ اس کے بعد عباسی خلیفہ مہدی نے اور اس کے بعد مامون الرشید نے اس کو وسعت دی اور موجودہ عمارت مامونی ہے۔[۲]

نمازیں زیادتی

سنہ ۱ھ میں۔ آپ کے مدینہ منورہ تشریف لے جانے کے ایک ماہ بعد تعداد رکعات نماز میں زیادتی کی گئی۔ پہلے مغرب کے علاوہ تمام نمازیں دو دو رکعت تھیں، مغرب کی اور صبح کی نمازیں بدستور رہیں اور بقیہ تینوں نمازوں میں

---

[۱] جمع الفوائد [۲] وفاء الوفا

دو دو۲ رکعت کا اضافہ کر دیا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:۔

اللہ تعالیٰ نے جب نماز کو فرض کیا تھا تو دو دو۲ رکعت فرض کیا تھا لہٰذا نمازِ سفر کو بدستور رہنے دیا گیا اور حالت قیام میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔

ائمہ حنفیہ حضرت عائشہؓ کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں سفر میں قصر واجب ہے اتمام جائز نہیں ہے اور ائمہ شافعیہؒ کہتے ہیں حضرت عائشہؓ نے یہ فرمایا۔

فرض اللہ الصلوٰۃ حین	اللہ تعالیٰ نے نماز کو جب فرض کیا
فرضھا رکعتین رکعتین	سفر اور حضر دونوں میں دو دو۲ رکعت
فی الحضر والسفر[۲]	فرض کیا۔

یہ حضرات کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ (جو اس حدیث کی راویہ ہیں) وہ سفر میں بھی اتمام کیا کرتی تھیں لہٰذا ان کی رائے بھی یہی ہے کہ اتمام جائز ہے اگر قصر واجب ہوتا تو اتمام نہ کرتیں حضرات حنفیہؒ کہتے ہیں۔ اگر رائے صحابیؓ روایت کے خلاف ہو تو اس کی رائے کا اعتبار نہ ہوگا اور حضرات شافعیہؒ اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

ھذہٖ صدقۃ تصدق	یہ اللہ کا صدقہ ہے جو اس نے
اللہ بھا علیکم[۳]	تم پر کیا ہے۔

اور آیتِ مبارکہ ہے۔

فلیس علیکم جناح ان تقصروا	تم پر کوئی حرج نہیں ہے کہ نماز میں
من الصلوٰۃ[۴]	قصر کر دو۔

لفظ قصر کا تقاضہ یہ ہے چار فرض تھے کہ ان میں سے سفر میں کچھ کم کر دیئے گئے۔ لہٰذا صواب یہ ہے کہ جب نماز حضر چار ہیں تو نماز سفر بھی چار ہیں، حالتِ سفر میں تخفیف کی رخصت دیدی گئی ہے

[۱] ابوداؤد [۲] جمع الفوائد [۳] ابوداؤد [۴] شیخ کا منشا یہ ہے کہ قصر رخصت ہے عزیمت نہیں ہے اور حنفیہ کا کہنا یہ ہے کہ یہ واجب ہے۔ اگر رخصت ہوتی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محض بیان جواز ہی کے لئے عمل ضرور ہوتا اور ایسا ہے نہیں۔ تفصیلی بحث البنایہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت فاطمہ رضی کی آمد

سلہ ہی میں آپ نے اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ کو پانچ سو درہم اور دو اونٹ دے کر حضرت فاطمہ رضی، حضرت ام کلثوم رضی حضرت سودہ رضی اسامہ بن زید رضی۔ ام ایمن رضی کے لینے کو مکہ معظمہ بھیجا۔ اس جماعت کو لے کر دہ مکہ سے باہر آئے۔ اور عبداللہ بن ابی بکر رضی اپنے گھر والوں کو لے کر روانہ ہوئے۔ طلحہ بن عبیداللہ نے بھی موافقت کی اور وہ بھی آگئے۔

روایت ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے دیوار مسجد کے متصل ہی اپنی ازواج کے لئے حجرے بنائے تھے۔ اور ابو ایوب رضی کے یہاں سے ان حجروں میں منتقل ہو گئے تھے۔

اسلام سلمان فارسی

اسی سال سلہ جمادی الاول میں حضرت سلمان فارسی رضی مسلمان ہوئے ان کے مسلمان ہونے کا قصہ آئندہ ذکر کیا جائے گا۔

عقد مواخاۃ

اسی سال مدینہ منورہ آنے کے بعد آپ نے اپنے دوستوں کے درمیان عقد مواخاۃ قائم کیا۔ مدینہ میں پہونچنے کے ۵ ماہ یا ۶ ماہ بعد یہ عقد قائم ہوا۔ انصار میں سے ۴۵ آدمی اور مہاجرین میں سے ۴۵ آدمی اور ایک روایت پچاس پچاس آدمیوں کی بھی ہے ان دونوں کے درمیان مسجد میں عقد مواخاۃ قائم کیا۔ شیخ ابن حجر رح نے شرح بخاری میں علامہ ابن عبدالبر سے نقل کیا ہے کہ یہ عقد مواخاۃ صرف مہاجرین کے درمیان تھا، انصار اس میں داخل نہ تھے۔ اور حاکم ابو عبداللہ نیشاپوری رح نے ابن عمر رض کی حدیث روایت کی ہے کہ آپ نے عقد مواخاۃ ابو بکر رض، عمر رض اور طلحہ رض و زبیر اور عثمان و عبدالرحمن بن عوف کے درمیان قائم کیا تو حضرت علی رض نے عرض کیا کہ حضور میری مواخاۃ کس کے ساتھ؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔

انت اخی فی الدنیا	تو دنیا اور آخرت میں میرا
والآخرۃ	بھائی ہے

اور ایک روایت یہ ہے کہ حمزہ بن عبدالمطلب کا عقد مواخاۃ زید بن حارثہ کے ساتھ قائم کیا یہ سب مہاجرین ہی تھے لیکن عقد مواخاۃ جو درمیان انصار و مہاجرین کے قائم ہوا۔ ان حضرات کے اسماء اس قدر معلوم ہو سکے ہیں۔ ابو بکر رض اور خارجہ بن زید رض ابو عبیدہ بن جراح اور سعد بن معاذ زبیر بن عوام اور سلمہ بن سلامہ اور عثمان بن عفان و اوس بن ثابت اور طلحہ بن عبیداللہ اور

کعب بن مالک رض اور عبدالرحمن بن عوف، اسعد بن الربیع اور سلمان فارسی و ابو درداء کے درمیان عقد مواخاۃ قائم کیا یہ مہاجرین اور انصار ہیں[1] اور ایک مواخات نامہ تحریر فرمایا کہ ایک دوسرے کی اعانت کریں، ایک دوسرے کی میراث کے مالک ہوں گے یہ حکم غزوہ بدر تک رہا جب آیت مبارک۔

وا ولوا الارحام بعضھم اولی	اللہ کی کتاب میں رشتہ دار آپس میں
ببعض فی کتاب اللہ	ایک دوسرے سے اولی ہیں

یہ آیت نازل ہوئی تو وہ حکم منسوخ ہو گیا۔

حضرت عائشہ رض کی رخصتی

اسی سال سنہ ۱ھ ماہ شوال میں حضرت عائشہ رض کی رخصتی ہوئی حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں ہمارا قیام مدینہ منورہ میں محلہ سنخ بنی الحارث بن الخزرج میں ہوا۔ ایک دن آپ ہمارے یہاں آئے تو انصار کے بہت سے مرد اور عورتیں جمع ہو گئے میری والدہ کام کر رہی تھیں انہوں نے میرے سر میں کنگھی کی اور بنا سنوار کر اس جگہ پہونچا دیا جہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ اور ان کے پاس بٹھا دیا اور کہا حضور! یہ آپ کی اہل ہے۔ گھر میں سے سب لوگ باہر آ گئے اور آپ نے میرے ساتھ زفاف کیا۔ اس دن کوئی اونٹ یا بکری ذبح نہیں کی گئی اور طعام ولیمہ صرف ایک پیالہ دودھ تھا جو سعد بن عبادہ رض کے یہاں سے آ گیا تھا۔ میں اس وقت نو سال کی تھی۔

حضرت اسماء بنت عمیس رض کہتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رض کی رخصتی کے وقت موجود تھی۔ واللہ اس دن کوئی طعام ولیمہ نہ تھا۔[2] ایک پیالہ دودھ آ گیا تھا۔ اس میں سے قدرے آں حضرت صلی اللہ

---

[1] زاد المعاد وغیرہ کتب سیر سے معلوم ہوتا ہے کہ عقد مواخاۃ دو ہوئے ہیں۔ ایک مہاجرین ہی کے درمیان اور ایک مہاجرین اور انصار کے درمیان۔ جو عقد صرف مہاجرین ہی کے درمیان قائم ہوا تھا موجودہ اصطلاح میں اس کو فرقہ پرستی ہرگز نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اعانت اور استعانت، افادہ اور استفادہ کی غرض سے اگر کوئی چھوٹی سی تنظیم قائم کر لی جائے تو وہ فرقہ پرستی نہیں ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ بعض مسلمان لیڈر مسلمانوں کی کسی تنظیم کو کیوں فرقہ پرستی کہتے ہیں۔ مسلمان تو ایک ملت ہیں۔ فرقہ نہیں ہیں [2] اس سے معلوم ہوا کہ ٹونا اور ٹوٹکا اعمال جاہلیت میں سے ہیں۔ ہندوستان میں تعویذات کے عاملین کے یہاں یہ مشرکانہ خرافات بہت ہیں۔

علیہ وسلم نے تناول فرمایا اور بعد میں عائشہ کو دیا۔ وہ شرم میں ڈوبی تھی۔ میں نے کہا۔ لے کیوں نہیں لیتی؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ اور لے۔ شرم کے ساتھ اس کو عائشہ رضی نے لیا۔ اور تھوڑا سا پیا آپ نے فرمایا اور پیو! اور اسماء کو دو۔ ہم نے عرض کیا حضور! رغبت نہیں ہے آپ نے فرمایا بھوک اور جھوٹ جمع نہیں ہو سکتے ہم نے عرض کیا رغبت نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا' یہ جھوٹ میں شمار ہوتا ہے۔

مدینہ کے امراض

مدینہ منورہ میں عفونت کی وجہ سے وہاں امراض بہت پیدا ہوتے تھے زمانہ جاہلیت میں مدینہ وبائی امراض کے لئے مشہور تھا روایت ہے کہ جب کوئی مدینہ میں آتا تو اس کی سلامتی کے لئے یہ طریقہ تھا کہ وہ "گدھے" کی طرح آواز نکالے اس سے وہ بیمار نہ ہوتا۔ القصہ یہ کہ مہاجرین کو ہوائے مدینہ موافق نہ آئی۔ غربت اور افلاس علیحدہ تھا۔ ضعف اس قدر ہو گیا تھا کہ کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے تھے۔ ابوبکر رض اور بلال رض بیمار ہو گئے۔ حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں جب میرے والد کو بخار آیا تو وہ یہ شعر پڑھتے تھے۔

کل امرء مصبح فی اھلہ   والموت ادنیٰ من شراک نعلہ

حضرت بلال رض کو جب بخار آیا تو انھوں نے رونا شروع کیا اور کہا۔

اے اللہ عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، امیہ بن خلف پر لعنت فرما انھوں نے ہی ہمیں مکہ سے نکال کر وبائی زمین کی طرف بھیجا ہے۔

حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں۔ جب عامر بن فہیرہ بیمار ہوئے تو ان کی تیمارداری میں کرتی تھی اور یہ قبل نزول حجاب کا واقعہ ہے۔ وہ بخار میں بڑبڑا رہے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان کو ہذیان ہو گیا ہے تب آپ نے ارشاد فرمایا

اللھم حبب الینا المدینہ	اے اللہ ہمیں مدینہ مکہ سے بلکہ اس سے
کحبنا مکۃ او اشد حبا	زیادہ محبوب بنا دے اور اس کو صحت
وصححھا وبارک لنا	کی جگہ کر دے اور ، کے صاع اور مد میں
فی صاعھا ومدھا وانقل	ہمارے لئے برکت دے اور اس کے بخار کو

حمّھا الی الحجفۃ [1] جحفہ کی طرف نکال دے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور مدینہ کی ہوا کو مہاجرین کے لئے سازگار بنا دیا۔ اور بخار وہاں سے جحفہ کی طرف چلا گیا چنانچہ پھر جو کوئی جحفہ جاتا بخار زدہ واپس آتا۔

ابتداءِ اذان

اسی سال سنہ ۱ھ میں اذان شروع ہوئی، واقعہ یہ ہوا کہ جب آپ مدینہ منورہ میں آئے تو قیام جمعہ اور جماعت کے لئے ضرورت پیش آئی کہ کوئی علامت مقرر کی جائے جس سے سب لوگ مسجد میں داخل ہو جایا کریں چنانچہ آپ نے اکابر مہاجرین اور انصار سے مشورہ کیا بعض نے کہا "بوق" بجایا جائے جیسا کہ یہودی بجاتے ہیں بعض نے کہا۔ ناقوس بجایا جائے آپ نے ان دونوں کو یہود و نصاریٰ کی علامت کی وجہ سے رد کر دیا۔ کسی نے آگ جلانے کو کہا آپ نے آتش پرستوں سے مشابہت کی وجہ سے رد کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے مشورہ دیا کہ حضور کسی آدمی کو مقرر کر دیا جائے کہ وہ نماز کے وقت بلند آواز سے کہدیا کرے "الصلوٰۃ جامعۃ" چنانچہ حضرت بلالؓ کو مقرر کیا گیا [2]

ایک رات عبداللہ بن زید انصاریؓ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی آدمی سبز لباس پہنے ناقوس بیچ رہا ہے۔ انھوں نے کہا۔ کیا یہ بیچتے ہو؟ اس نے کہا تم کیا کروگے؟ جواب دیا نماز کے اعلام کے لئے ضرورت ہے۔ اس آدمی نے کہا میں تمہیں ایک طریقہ بتلاتا ہوں اس پر عمل کرو (چنانچہ کلمات اذان سکھائے" جب عبداللہ بن زید بیدار ہوئے تو حاضر ہو کر حضور سے سب واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا یہ "خواب سچا ہے" اور آپ نے حضرت بلالؓ کو امر فرمایا کہ وہ اذان دیں۔ چنانچہ انھوں نے بلند آواز سے جب کلمات اذان کہے تو حضرت عمرؓ آئے اور اپنی خواب بھی اسی قسم کی بیان کی۔ آپ نے فرمایا:۔

قد سبقک بذلک الوحی — وحی آپ سے اس بارے میں سبقت کر گئی [3]

---

[1] شرح مواہب ص ۳۶۲ ج ۲ [2] قومیت کا تقاضہ یہ تھا کہ مروجہ طریقوں کو اختیار کیا جائے لیکن ملی انفرادیت کے مزاج کے خلاف تھا اس وجہ سے مروجہ طریقوں کو اختیار نہ کیا گیا [3] ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنا یہ خواب بیس دن تک چھپائے رکھا تھا۔ جب عرض کیا تو آپ نے فرمایا تم کو خبر دینے سے کس نے روکا تھا اور ترمذی نے روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر میں بذات خود اذان دی

روایت ہے کہ صحابہؓ میں سے سات حضرات نے یہی خواب دیکھا تھا اور قصہ معراج میں گذر چکا ہے کہ اس شب آپ نے ایک فرشتہ کو اذان دیتے سنا تھا تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر آپ نے کیوں مشورہ کیا؟ اور وہی طریقہ کیوں نہ مقرر فرما دیا، جواب یہ ہے کہ "اس وقت یہ نہیں بتلایا گیا تھا کہ یہ کلمات اذان ہیں، مترجم کہتا ہے مشورہ بہر حال ضروری تھا" سنن ابن ماجہ میں ہے کہ صبح کی نماز کے وقت حضرت بلالؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ شریفہ پر آکر پکارا کرتے تھے۔ "الصلوٰۃ یا رسول اللہ" کہتے ہیں کہ آپ نے خواب میں دیکھا "الصلوٰۃ خیر من النوم" اس کے بعد سے صبح کی اذان میں اس کلمہ کا اضافہ کیا گیا۔ اور امام مالکؒ نے اپنی موطاء میں بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں موذن ان کے پاس آیا۔ اور انھوں نے خواب میں دیکھا تھا۔ "الصلوٰۃ خیر من النوم" اس کلمہ سے حضرت عمرؓ کو بیدار کیا حضرت عمرؓ نے فرمایا اس کلمہ کو اذان میں داخل کر دو۔[۱]

بھیڑیہ کا بات کرنا

(اسی سال سنہ ۱ھ میں) ایک بھیڑیہ بکریوں کے ریوڑ میں آگھسا اور ایک بکری کو اٹھا لیا چند چرواہوں نے اس کا تعاقب کیا اور بکری کو اس سے چھڑا لیا۔ بھیڑیا ٹیلے کے اوپر جا کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا "خدا نے مجھے رزق دیا تھا جو چھڑا لیا گیا" چرواہے کو یہ سن کر بہت حیرت ہوئی، اور بولا تعجب ہے کہ بھیڑیا بولتا ہے۔ بھیڑیہ نے جواب دیا کہ تعجب کی بات یہ نہیں بلکہ یہ ہے کہ "ایک شخص مدینہ میں موجود ہے اور گذشتہ و آئندہ کی خبر دیتا ہے اور تم لوگ نہیں مانتے ہو۔ چرواہا یہودی تھا۔ یہ سنکر بکری کو وہیں چھوڑا اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور حکایت بیان کی آپ نے تصدیق فرمائی اور ارشاد ۱
فرمایا "قیامت کی علامتوں میں سے ایک یہ بھی ہے اور فرمایا ایسا بھی ہوگا کہ آدمی اپنے گھر سے باہر آئے گا اور جب داخل ہوگا تو۔ اس کا جوتہ۔ تازیانہ اس کو خبر دے گا کہ اس کے اہلِ خانہ نے کیا کیا۔ کیا ہے؟

روزہ عاشورہ

اسی سال سنہ ۲ھ میں آپ نے صحابہ کو عاشورہ کے روزہ کا امر فرمایا تھا۔

---

[۱] متعدد روایات سے ثابت ہے کہ یہ کلمہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی کے زمانے سے اذان میں داخل تھا شیخ نے یہاں موطا کی روایت کو لیا ہے جس کی تردید اور تاویل بہت سے محدثین نے کی ہے۔

اوجز ۱۹۲ / ۱۰۷

حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں. جب مدینہ منورہ آئے اور یہودیوں کو عاشورہ کا روزہ رکھتے دیکھا تو دریافت کیا یہ کیسا روزہ ہے ؟ انھوں نے کہا آج کا دن بہت بزرگ ہے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پھندے سے آزاد کیا تھا. اور اس کو غرق کر دیا تھا. تو موسیٰ علیہ السلام نے شکریہ کے طور پر یہ روزہ رکھا تھا. آپ نے فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اتباع میں. میں تم سے زیادہ حقدار اور اولیٰ ہوں. پس آپ نے اس دن روزہ رکھا. اور دوسروں کو امر فرمایا جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو عاشورہ کے روزے کا وجوب ختم ہو گیا۔[1]

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ عاشورہ کا روزہ اب مسنون ہے. آپ نے اس روزہ کی فضیلت میں ارشاد فرمایا ہے کہ یہ روزہ ایک سال کے روزوں کی کفایت کرتا ہے. علماء نے کہا کہ "مستحب یہ ہے کہ اس کے ساتھ نویں تاریخ کا روزہ اندر شامل کر لیا جائے" کیونکہ آپ نے اپنی عمر کے آخری دنوں میں فرمایا تھا" اگر میں سال آئندہ حیات رہا تو نویں تاریخ کا روزہ رکھوں گا." لیکن آئندہ سال آپ کی وفات ہو گئی۔

صلوٰۃ جنازہ

اسی سال ۱ھ میں. آپ نے حضرت براء بن معرور رضؓ کی قبر پر صحابہ رضؓ کے ساتھ جنازہ کی نماز پڑھی. ان کا انتقال حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پیشتر اچانک ہو گیا تھا. آپ نے ان کے لئے دعا کی "اے اللہ اس پر رحم کر اس کی مغفرت فرما اور اس سے راضی ہو جا"[2] اسی سال اسعد بن زرارہ کا انتقال ہوا تھا. ان کو بقیع میں دفن کیا گیا. انصار کہتے ہیں کہ وہ پہلے آدمی ہیں جو بقیع میں دفن ہوئے اور مہاجرین کہتے ہیں عثمان بن مظعون رضؓ سب سے پہلے دفن ہوئے. روایت ہے کہ جب اسعد بن زرارہ رضؓ کی وفات ہوئی تو انصار حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا اب کوئی نقیب مقرر فرما دیجئے. ارشاد فرمایا میں ہی تمہارا نقیب ہوں۔

---

[1] یاد رہے کہ صوم عاشورہ پورے عرب میں قومی دن شمار ہوتا تھا اور مشرکین بھی اس کا روزہ رکھتے تھے (زاد المعاد) رمضان المبارک کی فرضیت سے اور صوم عاشورہ کے ساتھ نویں تاریخ کے روزہ کے اضافہ سے امت کی انفرادیت کو نمایاں فرمایا ہے. [2] اگر یہ معلوم ہو جائے کہ میت پر جنازہ کی نماز نہیں پڑھی گئی اور زمین بھی ایسی ہے کہ لاش خراب نہ ہوئی ہوگی تو قبر پر جنازہ کی نماز جائز ہے تفصیل فقہ کی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیے۔

اسی سال کلثوم بن ہدم کی وفات ہوئی اور مشرکین مکہ میں سے۔ عاص بن وائل، ولید بن مغیرہ کا اسی سال انتقال ہوا۔ جب مرنے کا وقت قریب ہوا تو اس نے بہت واویلا مچایا۔ ابوجہل نے کہا چچا کیوں روتے ہو؟ بولا۔ موت کے ڈر کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے ابن ابی کبشہ کا دین مکہ میں پھیل جائے گا ابوسفیان نے کہا آپ فکر نہ کریں اس کا ضامن میں ہوں۔

تحویل قبلہ ۲ھ

اسی سال تحویل قبلہ کا حکم ہوا۔ اہل سیر لکھتے ہیں مدینہ میں پہونچنے کے بعد آپ نے ۱۶ مہینہ یا سترہ مہینہ بیت المقدس کی طرف کو منہ کر کے نماز ادا کی۔ لیکن دل نہیں مانتا تھا کہ اہل کتاب کی موافقت کی جائے[1]۔ اہل مدینہ کہتے تھے کہ "محمد" صلعم کا عجیب حال ہے کہ قبلہ کے معاملہ میں تو ہماری موافقت اور دین کے معاملہ میں ہماری مخالفت۔ یہ بات آپ کے کانوں تک پہونچی اور آپ سمجھ گئے کہ یہ لوگ عناد کے اعلیٰ مرتبہ پر پہونچ گئے ہیں لہٰذا میل خاطر شریف ادھر ہوا کہ قبلہ کعبہ کو مقرر کر دیا جائے جو آپ کے پدر ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ تھا۔

تفسیر کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ آپ نے حضرت جبرئیلؑ سے فرمایا۔ میں چاہتا ہوں کہ کعبہ کو قبلہ مقرر کر دیا جائے۔ حضرت جبرئیلؑ نے عرض کر دیا میں بندہ ناچیز آپ کا مرتبہ بلند ہے اور یہ کہہ کر چلے گئے۔ آپ نے انتظار وحی میں چہرہ انور آسمان کی طرف کو کیا۔ دوشنبہ کا آدھا دن ہو چکا تھا۔ رجب کا مہینہ سنہ ۲ھ تھا کہ جبرئیلؑ وحی لائے۔

قد نری تقلب وجھک	ہم نے آپ کے چہرے کو آسمان کی طرف اٹھتے
فی السماء فلنولینک قبلۃ	دیکھا ہے۔ پس ہم آپ کے چہرے کو آپ کے
ترضھا فول وجھک	پسندیدہ قبلہ کی طرف کر دیں گے۔ پس اب آپ
شطر المسجد الحرام[2]	اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف کر لیجئے!

اہل سیر فرماتے ہیں کہ آپ اپنے صحابہؓ کے ساتھ بشیر بن براء بن معرور کے یہاں تھے کہ ظہر کی نماز کا وقت آ گیا اور آپ نے اس محلہ کی مسجد میں نماز ادا کی[3]۔ آپ دوسری رکعت کے رکوع میں

---

[1] تحویل قبلہ بھی ملت کی انفرادیت کے لئے ایک بڑا ثبوت ہے حالانکہ مصلحت وقت کا تقاضہ یہ تھا کہ تحویل قبلہ نہ ہو لیکن نازک ترین حالات ہی میں ملی انفرادیت کی حفاظت کی جاتی ہے [2] سورہ بقرہ [3] مسجد بنو سلمہ جس کو مسجد قبلتین کہا جاتا ہے۔ وفاء الوفا صفحہ ۲/۱۲

تھے کہ یہ حکم نازل ہوا[1] اور آپ قبلہ کی طرف کو ہو گئے صحابہ بھی آپ کے ساتھ ہی قبلہ رخ ہو گئے۔ اور نماز کو پورا کیا اس مسجد کو مسجد ذی قبلتین کہتے ہیں۔ قرطبی نے اپنی تفسیر میں ابو سعید بن المعلیٰ رض کی روایت نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت مبارکہ خارج صلوٰۃ نازل ہوئی تھی۔ اور اکثر علماء بھی فرماتے ہیں۔ لیکن یہ حدیث غرابت سے خالی نہیں ہے کیونکہ اس روایت میں ہے کہ آپ نے منبر پر قصہ تحویل بیان فرمایا اور آیت مبارکہ پڑھی" حالانکہ باتفاق اہل سیر منبر بہت دنوں کے بعد رکھا گیا تھا۔

صحیح بخاری میں براء بن عازب رض سے مروی ہے کہ آپ نے دوسری نماز کعبہ کی طرف کو منہ کرکے پڑھی تھی اور یہ بھی منقول ہے کہ جب منافقوں نے تحویل قبلہ کے بارے میں سنا تو کہنا شروع کر دیا ان لوگوں کو کیا ہو گیا کہ قبلہ ترک کر دیا ہے؟ یہود کہتے کہ آپ کو اپنے وطن اور شہر سے محبت ہے۔[2] کافر کہتے ہیں کہ آپ حیران ہیں کوئی بات طے نہیں کر پائے کہ کدھر کو منہ کرکے نماز پڑھیں تب آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

سیقول السفہاء من	بیوقوف لوگ کہیں گے یہ لوگ
الناس ما ولّٰھم عن	اس قبلہ سے کیوں پھر گئے جس
قبلتھم التی کانوا علیھا الخ	پر قائم تھے۔

حیی بن اخطب نے مسلمانوں سے پوچھا کیوں صاحب! بیت المقدس کی طرف منہ کرکے جو نمازیں پڑھیں ہیں وہ ہدایت تھی یا گمراہی۔ اگر گمراہی تھی تو اتنے دن گمراہی پر کیوں رہے؟ اور اگر ہدایت تھی تو اس سے کیوں پھر گئے؟ مسلمانوں نے آپ سے دریافت کیا۔ جو حضرات مر چکے ہیں ان کی نمازوں کا کیا ہوگا تب اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا۔

---

[1] حنفیہ کے نزدیک اگر کوئی آدمی غلط سمت کو نماز پڑھ رہا ہو اور اس کو حالت صلوٰۃ ہی میں معلوم ہو جائے کہ اس کا رخ غلط ہے تو اس کو اپنا رخ صحیح سمت معلومہ کی طرف کر لینا چاہیئے اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ [2] آج کل ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کا تعلق مکہ اور مدینہ سے زیادہ ہے۔ بیشک! وہ ہمارا ایمانی تعلق ہے جو سب چیز پر فوقیت رکھتا ہے اس جگہ خوب غور کیا جائے کہ نیشنلسٹ کیا کہتے ہیں۔ اور اسلام کیا کہتا ہے؟

ما کان اللہ لیضیع ایمانکم — اللہ تعالیٰ تمہاری نمازوں کو ضائع نہ کرے گا۔

امام نجم الدین عمر نسفی نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ اس آیت میں ایمان کے معنی صلوٰۃ کے ہیں[۱] اس وجہ سے کہ یہ مومنین پر واجب ہے، ائمہ سلف کا اختلاف ہے کہ مکہ مکرمہ میں آپ کس جہت کو منہ کر کے نماز پڑھتے تھے؟ ابن عباسؓ اور ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ بیت المقدس کی طرف کو نماز پڑھتے تھے اور بیت اللہ کو بھی سامنے رکھتے تھے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ بیت اللہ کی طرف کو نماز پڑھتے تھے۔ جب مدینہ تشریف لائے تو یہود کو اسلام کی طرف رغبت دلانے کے لئے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز شروع کی۔[۲] شیخ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے، یہ ضعیف ہے اس سے دو بار نسخ ثابت ہوتا ہے۔

منقول ہے کہ جب تحویلِ قبلہ کے بعد آپ قبا تشریف لائے تو اس مسجد کی دیوار بجانب کعبہ کر دی اور اس کی بنیاد اپنے دستِ مبارک سے رکھی۔ اور صحیح سند سے ثابت ہے کہ آپ ہر ہفتہ قبا تشریف لاتے تھے۔ کبھی پیدل اور کبھی سوار۔ اس مسجد کی فضیلت کے بارے میں فرمایا کہ جو کامل وضو کرے اور اس جگہ نماز پڑھے اس کو عمرہ کا ثواب ملے گا۔

نکاح فاطمہؓ

صفر یا رجب سنہ ۲ھ میں حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے ہوا۔ اور رخصتی بھی اسی مہینہ میں ہوئی تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ بعد میں ہوئی تھی۔ .... اس وقت حضرت فاطمہؓ کی عمر ۱۵ سال تھی۔

مروی ہے کہ آپ سے حضرت ابو بکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کے بارے میں درخواست کی آپ نے ارشاد فرمایا "وحی کا انتظار ہے"، بہ صورت حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہی انہوں نے جواب دیا کہ آپ کی درخواست رد فرما دی ہے۔ کچھ وقفہ کے بعد حضرت عمرؓ نے عرض کیا تو آپ نے ان کو بھی یہی جواب دیا کچھ دنوں کے بعد حضرت علیؓ سے ان کے احباب نے

---

[۱] امام بخاری نے ایک باب اسی پر باندھا ہے [۲] اس جگہ مصلحت وقت اور اعتراضات کو ذہن میں رکھ کر سوچنا چاہیئے کہ سب کچھ برداشت کر کے ملی انفرادیت کو نمایاں کیا جاتا ہے

کہا اب آپ پیغام دیجئے! حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا کیا چاہتے ہو؟ عرض کیا حضرت فاطمہؓ کے بارے میں درخواست ہے۔ آپ نے "مرحبا" کہا۔ حضرت علیؓ مجلس سے باہر آئے اور احباب سے بتلا دیا کہ یہ فرمایا ہے۔ احباب نے کہا۔ آپ کی درخواست قبول ہو گئی ہے۔

روایت ہے کہ آپ نے حضرت فاطمہؓ سے جا کر فرمایا "علیؓ نے تیرے لئے درخواست کی تھی؟ حضرت فاطمہؓ نے کچھ جواب نہ دیا اور خاموش رہیں۔ اس کے بعد آپ نے حضرت علیؓ کے ساتھ حضرت فاطمہؓ کا نکاح کر دیا۔ اس جگہ فقہاء نے کہا اگر دختر بالغ ہو تو ولی کو بھی اجازت لینا چاہیئے۔

روایت ہے کہ جب حضرت علیؓ نے درخواست کی تھی آپ نے فرمایا تھا مہر کا کیا ہو گا؟ عرض کیا میرے پاس کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا زرہ حطیمیہ کو فروخت کر دو اور اس کی قیمت لیکر میرے پاس آؤ۔ حضرت عثمانؓ نے اس زرہ کو ۴۸۰ درہم میں خرید لیا۔ حضرت علیؓ نے یہ رقم آپ کی خدمت میں پیش کر دی۔ اور آپ نے اس پر قبضہ کر لیا۔ اور بلالؓ کو بلا کر کچھ رقم خوشبو وغیرہ کے لئے دی اور ام سلیمؓ سے فرمایا بقیہ رقم میں سے حضرت فاطمہؓ کے جہیز کا انتظام کر دو

روایت ہے کہ دو درہم کی خوشبو، چار درہم میں لباس خریدا، دو کپڑے اور دو چادریں تھیں اور دو بازو بند چاندی کے خریدے۔ ایک تکیہ۔ پیالا۔ چکی۔ دو گھڑے۔ دو بستر۔ جس میں کھجور کے پٹھے بھرے تھے خریدے[۱]۔ شیخ زرندی نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا کہ آثار وحی ظاہر ہونے۔ نزولِ وحی کے بعد فرمایا انسؓ! جانتے ہو؟ جبرئیل میرے پاس کیا پیغام لائے تھے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فاطمہ کو علیؓ کے لئے فرمایا ہے۔ اس کے بعد آپ نے۔ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، عثمانؓ۔ طلحہؓ۔ زبیرؓ۔ اور انصار کی ایک جماعت کو طلب فرمایا۔ جب یہ حضرات آگئے تو چار سو مثقال چاندی کے مہر مقرر فرمایا اور خطبہ بلیغہ کے بعد حضرت علیؓ کا نکاح حضرت فاطمہؓ کے ساتھ کر دیا اور یہ دعا کی۔

---

[۱] یہ امر قابلِ لحاظ ہے کہ جہیز کا سامان، مہر کی رقم میں سے خرید کیا گیا تھا

جمع اللہ شملکما واسعد جدکما وبارک
علیکما واخرج منکما کثیراً طیباً

اور ایک طباق چھوہارے لائے گئے آپ نے فرمایا ہر آدمی حاصل کرے۔ فقہاء نے اس جگہ کہا ہے کہ شیرینی، وغیرہ ضیافت نکاح میں بکھیرنے میں کوئی حرج نہیں ہے بعض فقہاء نے اس کو مستحب قرار دیا ہے۔

رخصتی اور انتظام بیت

روایت ہے کہ آپ نے ام سلیم رض سے فرمایا "میری بیٹی کو علی رض کے گھر پہنچا دو! اور ان سے کہو جلدی نہ کریں میں بھی آتا ہوں جب عشاء کی نماز سے فراغت ہوئی آپ تشریف لے گئے اور ایک کوزہ پانی طلب فرمایا۔ اور اس میں آب دہن مبارک ڈالا اور معوذتین وغیرہ پڑھ کر دم کیا اور فرمایا علی! اس میں سے پیو اور وضو کرو اور اس کے بعد حضرت فاطمہ رض سے فرمایا۔ تم بھی پیو! اور وضو کرو! اور کچھ تھوڑا سا پانی لے کر حضرت فاطمہ رض کے سر اور سینہ پر چھڑکا اور فرمایا۔

اللّٰھم انی اعیذھا بک و	اے اللہ میں اس کو اور اس کی اولاد کو
ذریتھا من الشیطٰن الرجیم	شیطان مردود سے آپ کی پناہ میں دیتا ہوں

اور کچھ پانی حضرت علی رض کے دونوں شانوں کے درمیان چھڑکا اور یہی پڑھا۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ آپ نے فرمایا۔

الٰہی یہ دونوں مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ الٰہی
جس طرح آپ نے مجھ سے نجاست کو دور کیا اور مجھے
پاک کیا ان کو بھی پاک کر۔

اس کے بعد فرمایا جاؤ آرام کرو! اللہ تعالیٰ تم دونوں کے درمیان الفت قائم کرے اور برکت دے اس کے بعد جب آپ واپس تشریف لانے اور روانے لگے تو حضرت فاطمہ رض پر گریہ طاری ہو گیا آپ نے فرمایا۔

جان پدر! میں نے تجھے ایسے آدمی کے سپرد کیا ہے
جس کا اسلام سب سے پہلا۔ اس کا علم زیادہ۔ اس

کا خلق بہترین۔ اس کا عرفان زیادہ۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ کو یہ خیال ہوا کہ شاید فاطمہ رضؓ اس وجہ سے روتی ہوں کہ علی رضؓ کے پاس کچھ نہیں ہے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

جان پدر! میں نے تیرے حق میں کوتاہی نہیں کی
ہے وہ میرے اہل بیت میں سے ہے قسم خدا کی میں
نے اس شخص سے تیرا عقد کیا ہے جو دنیا اور آخرت
کا سردار ہے۔

روایت ہے کہ آپ نے کچھ چھوہاروں اور کشمش سے حضرت علی رضؓ کا ولیمہ کیا اور سعد کبشی نے بیان کیا ہے کہ حضرات انصار نے کچھ پیش کیا تھا۔ اس سے حضرت علی رضؓ کا ولیمہ کیا گیا۔

مروی ہے کہ آپ نے اندرون خانہ امور مثلاً روٹی پکانا۔ جھاڑو دینا۔ چکی میں آٹا پیسنا حضرت فاطمہ رضؓ کے سپرد کیا اور بیرونِ خانہ امور پانی لانا۔ بازار سے سامان لانا حضرت علی رضؓ یا ان کی والدہ فاطمہ بنت اسد رضؓ کے سپرد کیا۔

صحیح سند سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت علی رضؓ نے حضرت فاطمہ رضؓ سے عرض کیا۔ میں پانی لاتا لاتا پریشان ہو گیا ہوں۔ حضرت فاطمہ رضؓ نے فرمایا۔ میں چکی چلاتے چلاتے پریشان ہو گئی ہوں میرے ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے ہیں۔

ایک روایت یہ ہے کہ حضرت علی رضؓ نے فرمایا دختر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں آگ کے سامنے بیٹھتی ہیں جن سے ان کا رنگ متغیر ہو گیا ہے۔ جھاڑو لگانے سے ان کے کپڑے میلے ہو گئے ہیں۔ آٹا پیسنے سے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں۔ میں نے فاطمہ رضؓ سے کہا۔ حضور سے جا کر کوئی خادم طلب کرو آج کل قیدی آئے ہیں۔ حضرت فاطمہ رضؓ تشریف لے گئیں لیکن آپ گھر موجود نہ تھے حضرت عائشہ رضؓ سے تمام حالات بیان کئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضؓ نے سب واقعات سنا دیئے۔ آپ حضرت علی رضؓ کے یہاں تشریف لائے اس وقت دونوں تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ دونوں نے اٹھنا چاہا آپ نے منع فرما دیا اور دونوں کے درمیان بیٹھ گئے۔ حضرت علی رضؓ فرماتے ہیں مجھے اس وقت بڑی راحت حاصل ہو رہی تھی۔ آپ نے حضرت فاطمہ رضؓ

کی طرف چہرۂ انور کر کے فرمایا۔ جان پدر! کس واسطے گئیں تھی۔ حضرت علی رض نے عرض کیا حضور! میں نے بھیجا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ میں تمہیں ایسی چیز بتلاتا ہوں جو خادم سے بہتر ہے۔ سوتے وقت سبحان اللہ ۳۳، الحمد للہ ۳۳۔ اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ حضرت علی رض فرماتے ہیں میں فوراً ہی مشغول ہو گیا۔ اور اس کو پڑھا اور پھر اس کو ترک نہ کیا ہاں صفین کی رات میں مجھ سے یہ ورد چھوٹ گیا تھا۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ اول شب میں ترک ہو گیا تھا۔ آخر شب میں اس کو ادا کر لیا تھا۔

فرضیت روزہ اسی سال سنہ ۲ھ میں شعبان کے آخر میں پورے ماہ رمضان کے روزے فرض ہوئے اور اسی سال صلوۃ عید اور صدقۂ فطر واجب ہوا۔

غزوات اور سرایا ۲ھ

فرضیت جہاد اسی سال سنہ ۲ھ میں فرضیت جہاد میں یہ آیت نازل ہوئی۔

اُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ	حکم دیا گیا ان لوگوں کو جن سے کافر جنگ
بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى	کرتے ہیں اس واسطے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے
نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۱	بیشک اللہ ان کی امداد پر قادر ہے

اہل حدیث اور سیر کی اصطلاح میں جس لشکر میں آپ بنفس نفیس شریک ہوئے وہ غزوہ اور جس میں آپ نہ شریک ہوئے بلکہ کسی کو بھیجدیا اس کو بعث یا سریہ کہتے ہیں۔ بعض اہل سیر کے نزدیک غزوات کی تعداد ۱۹ یا ۲۱، ۲۴ جو بیس ہے اور ایک قول ۲۷ کا ہے۔ مبنی اختلاف کا یہ ہے کہ بعض نے طائف و حنین کو ایک غزوہ کہا ہے اور بعض نے دو و علی ہذا۔ اس کتاب میں اشہر واقرب قول کو اختیار کیا ہے۔ نو غزوات میں کفار کے ساتھ جنگ ہوئی یعنی احد، بدر، احزاب، بنی قریظہ، بنی مصطلق، خیبر، فتح مکہ، طائف، حنین اور آپ کے سرایا کی تعداد ۵۶ ہے۔ اہل سیر کا اختلاف ہے کہ پہلا غزوہ کونسا ہوا؟ محمد ابن اسحق وغیرہ کہتے ہیں پہلے غزوہ ابواء اس کے بعد بواط اور اس کے بعد عشیرہ ہوا بعض نے غزوہ عشیرہ کو اول کہا ہے۔ شیخ ابن حجر نے پہلے قول کو

---

۱ سورۂ حج۔ یہ سب سے اول آیت ہے جس میں قتال (جنگ) کا حکم دیا ہے اس کو حاکم نے بروایت ابن عباس روایت کیا ہے۔ اکلیل ص ۲۴۱،

پسند کیا ہے [1]

غزوہ ابواء [2]

سال دوم کے شروع میں یا سنہ ۱ھ کے آخر میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سعد بن عبادہ رض کو مدینہ میں خلیفہ مقرر کیا اور آپ اپنے اصحاب کو لیکر مدینہ سے باہر قریش، اور قبیلہ بنی ضمرہ کے لئے تشریف لائے۔ جب آپ مقام ابواء میں پہونچے تو سردار قبیلہ مخشی بن عمر ضمری نے صلح کر لی اور آپ یہاں سے واپس ہو گئے جنگ کی نوبت نہیں آئی تھی۔

روایت ہے کہ جب آپ مدینہ واپس آ گئے تو آپ نے ابو عبیدہ بن حارث کو ۶۰ مہاجرین کے ساتھ قریش کی ایک جماعت کے تعاقب میں بھیجا۔ اور اس لشکر کا جھنڈا سفید تھا جو آپ نے مسطح بن اثاثہ کے حوالہ کیا۔ یہ سب سے پہلا جھنڈا تھا جو لشکر اسلام میں دکھائی دیا۔ کفار کی جماعت میں ابوسفیان بن حرب بقول دیگر عکرمہ بن ابو جہل۔ بقول دیگر مکرز بن حفص تھا۔ مسلمانوں کی طرف سے سب سے پہلے سعد بن وقاص نے کافروں کی طرف تیر پھینکا۔ یہ سب سے پہلا تیر تھا جو دشمنوں کی طرف پھینکا گیا۔ تلوار کے ساتھ جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ کافروں نے سمجھا کہ مسلمانوں کے پیچھے کوئی اور جماعت بھی آئی ہوگی وہ بھاگ گئے مسلمان یہاں سے مدینہ واپس آ گئے۔

---

[1] زاد المعاد میں علامہ نے ۲۳، اور ۳۶، ۲۹ بھی تعداد بتلائی ہے، غزوات اور سرایا میں سب سے زیادہ اہم چیز یہ ہے کہ یہ سب دعوت پر مشتمل ہیں کیونکہ احادیث کی کتابوں میں بعث کے ساتھ ذکر کیا گیا اور بعث بعثہ لغۃً اس کو کہتے ہیں جس میں دعوت ہو، دوسری اہم چیز یہ ہے کہ جن غزوات میں آپ مدینہ سے باہر تشریف لے گئے۔ تو آپ نے مدینہ میں خلیفہ مقرر فرمایا۔ اور جن سرایا کو بھیجا ان میں امیر مقرر فرمایا۔ ایسے ہی جتنے وفود آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے ان کا امیر مقرر کیا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام کا داخلی اور خارجی نظام امارت اور خلافت کے تحت ہے۔ اور اسلامی زندگی اس کے بغیر ممکن نہیں ہے اسی سے ملت کا وجود بنتا ہے اور اسی میں اسلامی قومیت ہے۔

علامہ ابن قیم نے زاد المعاد ج ۵ زیر بحث آیت جزیہ پر نہایت تفصیلی کلام کیا ہے اور سحر فرنگ (قومیت نیشنلزم) کا توڑ اس بحث میں موجود ہے۔

[2] اس کا نام غزوہ ودان بھی ہے۔

کافروں کی ایک جماعت تجارت ملک شام سے واپس آرہی تھی کہ آپ کو خبر دی گئی آپ نے ذی الحمزہ بن عبدالمطلب کو تیس مہاجرین پر امیر مقرر کیا اور سفید جھنڈا بنا کر ان کو دیا روایت ہے کہ یہ پہلا جھنڈا تھا۔ بہرحال مسلمانوں نے ساحل کے قریب کافروں کو جا دبایا کافروں میں ۳۰۰ آدمی تھے۔ ان میں ابوجہل بھی تھا۔ قتال کی نوبت نہیں آئی کیونکہ مجدی بن عمرو جہنی دونوں فریق کا حلیف تھا وہ بیچ میں آڑے آیا اور مسلمان مدینہ لوٹ آئے اور ابوجہل مکہ چلا گیا۔

سریہ سعد بن ابی وقاص اسی سال سنہ ۱ھ میں آپ نے سعد بن وقاص رضؓ کو سفید جھنڈا دیا اور بیس مہاجرین کے ساتھ قریش کی جماعت کے تعاقب میں بھیجا جب "مقام حرار" پر پہونچے تو قریش کا قافلہ ایک دن پہلے جا چکا تھا۔ وہاں سے مدینہ واپس آ گئے۔

غزوہ بواط اسی سال سنہ ۲ھ میں غزوہ بواط ہوا سعد بن ابی وقاص کو آپ نے سفید جھنڈا دیا اور مدینہ میں سائب بن عثمان بن مظعون کو بقول دیگر سعد بن معاذ رضؓ کو خلیفہ مقرر کیا اور دو سو آدمی ہمراہ لے کر مدینہ سے باہر قریش کے قافلہ (جو امیہ بن خلف کی سرکردگی میں جا رہا تھا) کے تعاقب میں آئے۔ اس قافلہ میں سو آدمی۔ پانچسو اونٹ تھے۔ جب مقام "بواط" پہونچے تو یہ قافلہ جا چکا تھا۔ اس لئے مدینہ واپس آ گئے۔

غزوۂ عشیرہ اسی سال سنہ ۲ھ میں آپ کو معلوم ہوا کہ قریش کی ایک جماعت شام سے آتی ہے آپ دو سو آدمیوں کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے لیکن یہ قافلہ جا چکا تھا۔ اس غزوہ سے لوٹتے وقت بنی مدلج اور ان کے حلیفوں نے جو عشیرہ کے آس پاس تھے۔ صلح کر لی۔ اسی غزوہ[۱] میں آپ نے حضرت علی رضؓ کی کنیت ابوتراب مقرر فرمائی عمار بن یاسر رضؓ کہتے ہیں کہ میں اور حضرت علی رضؓ ایک درخت کے نیچے زمین پر لیٹے تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا "قم یا ابا تراب" اور اس کے بعد فرمایا "علی! میں تجھ کو خبر دیتا ہوں کہ دو آدمی بدبخت ہیں۔ ایک وہ جس نے ناقہ صالح کو قتل کیا اور دوسرا وہ جو تجھے شہید کرے گا" اور یہ فرما کر آپ نے اپنا دست مبارک حضرت علی رضؓ کے سر پر پھیرا۔

غزوۂ بدر اولیٰ اسی سال سنہ ۲ھ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ کرز بن جابر فہری جناب رسول اللہ

---

[۱] اسی روایت پر کلام آئندہ موجود ہے۔ راوی کو سہو ہوا ہے جو کنیت کے واقعہ کو غزوہ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں کو (جو مدینے سے باہر چر رہے تھے) لے گیا۔ جب آپ کو خبر ہوئی تو آپ نے جھنڈا حضرت علیؓ کے سپرد کیا اور مدینہ میں زید بن حارثہ کو خلیفہ مقرر کیا اور روانہ ہوئے۔ جب وادی صفوان پہونچے (جو بدر کے پاس ہے) تو معلوم ہوا کہ کافر بھاگ گئے۔ لہٰذا مدینہ منورہ واپس آ گئے [1]

سریۂ زید بن حارثہ

اسی سال سنہ ۲ھ میں آپ نے حضرت عبداللہ بن جحش کو آٹھ آدمیوں کے ساتھ اور بروایت دیگر بارہ حضرات کے ساتھ روانہ کیا اور مکتوب حوالہ کیا اور فرمایا۔ دو دن سفر کرنے کے بعد اس کو پڑھنا اور اس پر عمل کرنا۔ جب دو دن گذر گئے تو اس مکتوب کو پڑھا گیا اس میں لکھا تھا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اما بعد۔ اللہ کی برکت اور تائید کے ساتھ سفر کرو۔ جب بطن نخلہ [2] میں پہونچ جاؤ تو وہاں توقف کرو۔ ایک قافلہ قریش کا آتا ہے اس کا انتظار کرو۔ یاد رکھو کسی... ساتھی کے ساتھ چلنے پر جبر نہ کرنا جو چاہے جائے اور جو چاہے واپس آ جائے۔

سب نے اس مضمون پر لبیک کہا۔ لیکن سعد بن ابی وقاصؓ۔ عتبہ بن غزوان کی سواری کا اونٹ گم ہو گیا تھا یہ دونوں اس کو تلاش کرنے لگے اور پیچھے رہ گئے جب عبداللہ بن جحش بطن نخلہ میں پہنچے تو توقف کیا۔ کافروں کا قافلہ طائف کی طرف سے آ رہا تھا جب وہ اس جگہ پہونچے تو مسلمانوں کو دیکھ کر خوف زدہ ہوئے۔ اور بولے کہ جلد یہاں سے کوچ کر دینا چاہیئے، یہ محسوس کر کے۔ عکاشہ بن محصن نے جو مسلمانوں کے لشکر میں تھے۔ ایک تدبیر کی کہ اپنا سر مونڈ لیا۔ اس سے کافر یہ جان گئے کہ یہ لوگ عمرہ کے لئے آئے ہیں [3] خاطر جمع ہو کر۔ جنگل میں کھانا پکانا شروع کیا۔ یہ روز اول ماہ رجب تھا۔ مسلمانوں کو تردد ہوا کہ اول ماہ رجب ہے یا آخری جمادی الثانی ہے۔ بہرحال مسلمانوں

---

[1] ان واقعات سے ظاہر ہے کہ جنگ کے اسباب کافر پیدا کر رہے تھے۔

ف۔ بواط مدینہ منورہ سے ینبع کی جانب ۴ برد کے فاصلہ پر چشمہ دار جگہ ہے اور عشیرہ تصغیر ہے۔ ینبع میں بنی مدلج کی بستی تھی۔

[2] نخلہ۔ مکہ اور طائف کے درمیان ایک شب کی دوری پر واقع ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیرونی حالات سے کتنے باخبر رہتے تھے۔ مسلم قیادت کے لئے بھی لازم ہے کہ اندرونی اور بیرونی پالیسیوں سے باخبر رہے اور یہ کام بڑی وسعت نظر کا ہے اللہ تعالیٰ جس کو دے [3] اس قسم کو تقیہ کہتے ہیں اور یہ کذب نہیں ہے

نے کافروں کے قافلہ پر حملہ کر دیا اور واقد بن عبداللہ تمیمی نے مسلمانوں کی طرف تیر مارا جو عمرو بن حضرمی کے لگا اور وہ مر گیا۔ عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کو گرفتار کر لیا۔ نوفل بھاگ گیا۔ مسلمان اس قافلہ کا تمام مال لے کر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُدھر کافروں نے مکہ کے مسلمانوں کو طعنہ دینا شروع کر دیا "لیجئے صاحب! ابو "محمد" صلعم نے ماہ محرم کو بھی حلال کر لیا۔ ادھر یہودیوں نے واقد بن عبداللہ کے نام تعبیر لی " وقدت الحرب" جنگ بھڑک اٹھی۔ اور عمرو بن حضرمی کے قتل سے تعبیر لی "عمرت الحرب" وغیرہ باتیں شروع ہو گئیں۔

جب عبداللہ بن جحش مدینہ کے قریب پہونچے تو انھوں نے مالِ غنیمت میں سے خمس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نکال کر علیحدہ رکھ لیا حالانکہ ابھی تک خمس کی فرضیت نازل نہ ہوئی تھی یہ اول مالِ غنیمت اور اول خمس تھا جو مسلمانوں کو حاصل ہوا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقت حال معلوم ہوئی تو آپ نے اہل سریہ کو تنبیہ کی اور اسیروں اور اموال کا معاملہ تا نزول حکم پر معلق رکھا۔ اہل سریہ پریشان تھے۔ دیکھئے کیا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ۔ قل قتال فیہ کبیر وصد عن سبیل اللہ و کفر بہ والمسجد الحرام واخراج اھلہ منہ اکبر عند اللہ من القتل والفتنۃ اکبر من القتل [1]	آپ سے شہر حرام میں جنگ کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ فرما دیجئے۔ اس میں جنگ کرنا بڑا گناہ ہے اور اللہ کے راستہ سے روکنا اور اس کا کفر کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اور وہاں کے باشندوں کو نکال دینا اللہ کے نزدیک قتل سے بڑا ہے اور فتنہ تو قتل سے بھی بڑا ہے۔

حضرت عبداللہ بن جحش اور ان کے ساتھیوں نے جب سنا تو خوش ہو گئے اور آپ نے بھی وہ خمس قبول کر لیا اور بقیہ کی تقسیم بدستور رہی اور یہ بھی روایت ہے کہ یہ مالِ غنیمت اور بدر کا مالِ غنیمت دونوں کو ایک ساتھ تقسیم کیا گیا۔ دو قیدیوں کے بدلے کفار مکہ نے فدیہ بھیجا۔ لیکن آپ نے فرمایا۔ ابھی ہمارے دو [2]

[1] سورۂ بقرہ۔ فتنہ سے مراد فتنہ کفر ہے نا دا لمعاد میں علامہ نے اس پر عجیب بحث کی ہے

آدمی نہیں آئے ہیں۔ اگر وہ آگئے تو بہتر ورنہ ان کے بدلے ان دونوں کو قتل کر دیا جائے گا۔ جب وہ دونوں واپس آگئے تو آپ نے "حکم" پر اسلام پیش کیا وہ مسلمان ہو گئے اور بیر معونہ میں شہید ہوئے اور عثمان نے انکار کر دیا اس کو واپس کر دیا .... اس کا انتقال حالت کفر پر ہی ہوا۔

بدر ثانیہ یا کبریٰ

بدر کبریٰ سنہ ۲ھ میں ہوا اس کو بدر قتال بھی کہتے ہیں۔ اس کا سبب یہ تھا ابو سفیان مکہ سے ایک تجارتی قافلہ لے کر ملک شام گیا تھا۔ آپ نے عشیرہ پر اس کا تعاقب کیا تھا لیکن یہ قافلہ جا چکا تھا۔ جب یہ قافلہ واپس ہوا تو حضرت جبرئیلؑ نے آپ کو اطلاع دی۔ آپ نے تفتیش حال کے لئے حضرت طلحہ بن عبید اللہ۔ سعید بن زید کو بھیجا۔ یہ دونوں "مقام تجار" پر پہونچے اور وہاں اپنے آپ کو چھپا دیا جب قافلہ اس جگہ سے گزر گیا تو یہ دونوں مدینہ منورہ واپس آگئے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت طلحہ و سعیدؓ اسی رات (کہ اس کے اگلے دن یہ قافلہ بدر پہونچنے والا تھا) سنا کہ کوئی جاریہ کسی دوسری جاریہ سے کہہ رہی تھی کہ "قافلہ کل کو یا پرسوں کو" یہ سنا اور دونوں صاحب واپس آگئے۔ جب ابو سفیان بدر پہونچا تو مجدی بن عمرو (جو یہاں تھا) سے دریافت کیا کہ "محمد" صلعم اور ان کے ساتھیوں کی کچھ خبر ہے" اس نے کہا مجھے کچھ خبر نہیں البتہ دو شتر سواروں نے اس جگہ دیکھے تھے۔ ابو سفیان وہاں گیا اور دیکھا تو سمجھ گیا وہ دونوں سوار مدینہ کے تھے۔ لہذا اس نے یہیں سے راستہ بدل دیا۔ اور بائیں طرف ساحل کے راستے سے ہوتا ہوا مکہ پہونچا۔

جب حضرت طلحہؓ اور سعیدؓ نے آپ کو قافلہ کی خبر دی تو آپ نے ابن ام مکتومؓ کو مدینہ پر خلیفہ مقرر کیا اور مہاجرین اور انصار کو ساتھ لے کر محض قافلہ کو پکڑنے کے لئے مدینہ منورہ سے باہر آئے یہ پہلا غزوہ تھا کہ انصار آپ کے ساتھ تھے۔ اور ان میں سے بھی بہت سے مدینہ ہی میں رہ گئے تھے ان پر کسی نے ملامت نہ کی کیونکہ بارادۂ جنگ نہیں آئے تھے[1]

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے شنبہ ۱۲ رمضان المبارک بروایت ۱۳ رمضان المبارک کو نکلے تھے۔ مدینہ منورہ سے ایک میل دور چلنے کے بعد جب آپ نے

---

[1] جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام روز اول سے جنگی عزائم رکھتا ہے یا اسلام جارح ہے غلط۔ جارج کونسٹان بھی اپنی کتاب "پیغمبر اسلام" میں یہی کہتا ہے جو ہماری رائے ہے

اپنے صحابہؓ کی کمزور حالت اور قلت سامان کو دیکھا تو دعا کی ۔

یا رب انھم حفاۃ	اے رب یہ پیدل ہیں انہیں
فاحملھم وجیاع	سوار کر یہ بھوکے ہیں ان کا پیٹ
فاشبعھم وعراۃ	بھر یہ ننگے ہیں ان کو کپڑے دے
فاکسھم وعالۃ فاغنھم	یہ غریب ہیں انہیں اپنے فضل
من فضلک	سے غنی کر دے ۔

چنانچہ آپ کی دعا کی برکت سے ایسا ہوا کہ ہر ایک کو ایک اونٹ یا دو اونٹ اور بہت سا کھانا اور سامان ملا۔ کم عمر صحابہؓ میں سے عبداللہ بن عمرؓ ۔ زید بن ثابت ۔ براء بن عازب وغیرہ کو آپ نے اسی جگہ سے واپس کر دیا۔ کہتے ہیں کہ تین سو پانچ نفر آپ کے ساتھ تھے جن میں مہاجرین اسّی . . . . . . تھے ۔ اور آٹھ حضرات ایسے تھے کہ جو عذر کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ آپ نے ان کو حصہ دیا تھا۔ اہل سیر نے ان آٹھ کو بھی شرکاء میں شمار کیا ہے۔ جن میں تین مہاجر اور پانچ انصار تھے۔ مہاجرین میں ۔عثمان بن عفانؓ ۔ وہ صاحبزادی محترمہ حضرت رقیہؓ کی تیمارداری میں رہ گئے تھے۔ طلحہ اور سعید یہ جاسوسی کے لئے مقرر ہوئے تھے اور بس ۔ انصار میں سے حضرت ابو لبابہ ان کو آپ نے راستے سے واپس کر دیا تھا کہ ابن ام کلثوم کی جگہ وہ خلیفہ رہیں گے ۔ عاصم بن عدی حارث بن حاطب ۔ حارث بن صمۃ ۔ خوات بن جبیر۔ ان سب حضرات کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی نہ کسی کام سے بھیجا تھا۔ لشکرِ اسلام میں ستر اونٹ اور دو یا تین گھوڑے تھے۔ ایک حضرت مقدادؓ کا اور ایک ابی مرثد یا زبیر کا ۔ چھ زرہ اور آٹھ تلواریں تھیں ، دو ، دو یا تین تین باری سے ایک اونٹ پر سوار ہوتے تھے۔ سواری میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے شریک شروع میں حضرت علیؓ اور آخر میں زید بن حارثہ اور ابو لبابہؓ تھے ۔ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدل چلتے تو حضرت علیؓ اور ابو لبابہؓ عرض کرتے حضور ! آپ سوار رہیں ۔ آپ کی طرف سے بھی ہم چلیں گے ۔ تو آپ ارشاد فرماتے ۔

ما انتما با قوی منی وما	تم دونوں مجھ سے زیادہ قوی نہیں ہو
انا باغنی من الاجر منکما	اور نہ میں تم دونوں سے زیادہ غنی ہوں

مشرکین کو "شام" ہی میں معلوم ہو گیا تھا کہ مسلمان ہمارے انتظار میں ہیں انھوں نے شام سے روانہ ہونے سے پہلے ہی ضمضم بن عمرو غفاری کو مکہ بھیجدیا تھا کہ اہل مکہ ہماری حمایت کو پہونچیں۔ ضمضم کے مکہ میں داخل ہونے سے تین دن قبل، عاتکہ بن عبدالمطلب نے ایک خواب دیکھا تھا کہ ایک شتر سوار آیا ہے جو "ابطح" میں بلند آواز سے قریش کو پکار رہا ہے۔ پھر وہ مسجد حرام میں آیا اور وہاں پکارا۔ پھر کوہ بوقبیس پر آیا وہاں پکارا۔ اور کوہ بوقبیس سے ایک پتھر گرا اور چورا چورا ہو گیا۔ اور اس کے تمام ٹکڑے مکہ کے تمام گھروں میں پہونچ گئے کوئی گھر خالی نہ رہا۔

عاتکہ نے اس خواب کو عباس بن عبدالمطلب سے بیان کیا اور تاکید کی کہ کسی سے ذکر نہ کریں عباس رض نے اس کو قبول کر لیا لیکن اپنے دوست ولید بن عتبہ سے کہدیا اور ولید نے اپنے باپ سے کہدیا غرض کہ بات پھیل گئی اور ابوجہل تک پہونچی۔ ابوجہل حضرت عباس رض سے آکر ملا اور کہا "ابوالفضل تمہارے یہاں تو کوئی عورت پیغمبر ہو گئی ہے" عباس نے کہا کون۔ بولا۔ تمہاری بہن عاتکہ۔ تمہارے یہاں مرد تو پیغمبر ہوتے ہی تھے عورتیں بھی پیغمبر ہونے لگیں۔ اگر اس خواب کا اثر تین دن میں ظاہر نہ ہوا تو لکھ کر تمام قبائل میں تقسیم کر دوں گا کہ تم لوگ سب سے زیادہ جھوٹے عرب ہو" عباس نے کہا عاتکہ نے کوئی خواب نہیں دیکھا ہے۔

حضرت عباس رض روایت کرتے ہیں شام کو بنی عبدالمطلب کی تمام عورتیں میرے پاس جمع ہو گئیں اور بولیں۔ عباس! یہ ابوجہل مردوں پر تو طعن کرتا ہی تھا اب بنی عبدالمطلب کی عورتوں پر بھی آوازے کستا ہے اور آپ نے کچھ نہیں کیا۔ عباس نے کہا اگر میں نہ کہتا اور دفاع نہ کرتا تو اس کا شر اور زیادہ ہو جاتا حضرت عباس رض کہتے ہیں تیسرے روز صبح ہوتے ہی میں گھر سے باہر آیا۔ مجھے ابوجہل پر غصہ تھا اور اس کے بدلے کے لئے میں مسجد حرام میں داخل ہوا تو ابوجہل پر نظر پڑی اس کو دیکھا کہ مسجد میں چاروں طرف بھاگا پھر رہا ہے۔ میں نے اپنے جی میں کہا۔ کیا ہو گیا ہے؟ میں اس کو گالی دینے والا ہی تھا کہ ضمضم بن عمرو غفاری کی آواز سنائی دی کہ آواز دیتا ہے۔

اے قریش اپنے قافلہ کی خبر لو! "محمد صلعم" اور ان کے یاروں نے گھیر لیا ہے۔

میں نے دیکھا کہ ضمضم اونٹ پر سوار ہے اور ناک اور کان کٹے ہوئے ہیں، کپڑے پھٹے

ہوئے ہیں[۱]۔ ابو جہل نے یہ سنا اور بولا "محمد صلعم" کی یہ ہمت اور شور مچا کر تمام قریش کو جنگ کے لئے تیار کر لیا۔ ابو لہب کے سوا سب چلنے کو تیار ہو گئے۔ ابو لہب نے اپنے بدلے عاص بن ہشام کو بھیج دیا۔ امیہ بن خلف نے بھی جانے سے انکار کر دیا اور عذر ظاہر کیا کہ میں بوڑھا ہوں میرا جسم میرے قبضہ میں نہیں ہے۔ حالانکہ اُسے یہ خوف تھا کہ "اس نے کسی دن سن لیا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ "امیہ بن خلف" کو میرے احباب قتل کر دیں گے" اس بنا پر خوف زدہ تھا۔ ابو جہل نے آکر سمجھایا کہ آپ یہاں کے سردار ہیں جب لوگ دیکھیں گے کہ آپ نہیں جا رہے ہیں تو دوسرے بھی عذر تلاش کریں گے، جب عقبہ بن ابی معیط کو معلوم ہوا کہ امیہ نہیں جا رہا ہے تو۔ ایک انگیٹھی میں خوشبو ڈال کر لایا کہ "عورتوں کی طرح اس کے پاس بیٹھ جاؤ" بہر حال وہ چلنے کو آمادہ ہو گیا۔ جب مکے سے باہر آیا تو بولا۔ کہ ہمارے درمیان اور بنی کنانہ کے درمیان دشمنی ہے وہ کوئی آفت مچائیں گے فوراً ہی شیطان لعین سراقہ بن مالک (جو سردار کنانہ تھا) کی صورت بن کر آیا اور کہا۔ میں بنی کنانہ کی طرف سے آپ لوگوں کو امن دیتا ہوں۔

مشرکین سے جنگ کفار مکہ کی تعداد ۹۵۰ تھی۔ سات سو گھوڑے ستر اونٹ تھے۔ اور گانے والی عورتیں اور سامان عیش ساتھ تھا جب یہ لوگ مقام "صفرا" پہ پہونچے تو حضرت جبرئیلؑ نے آپ کو خبر دی آپ نے اپنے صحابہؓ کو جمع کیا اور مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیئے؟ حضرت ابو بکرؓ نے نیک مشورہ دیا۔ ان کے بعد حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور اپنی بات کہی۔ ان کے بعد مقداد اور اسود کندی کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔ آپ کو جو امر خداوندی ہو کیجئے اور ہماری طرف سے اطمینان فرمائیں۔ ہم ہرگز وہ بات نہیں کہیں گے جو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی۔

اذھب انت وربک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون	آپ اور آپ کا خدا لڑے ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔

بلکہ ہم کہتے ہیں:۔

اذھب انت وربک فقاتلا وانا معکم مقاتلون	آپ اور آپ کا خدا جنگ کرے اور ہم بھی آپ کے شریک ہو کر جنگ کریں گے۔

---

[۱] عرب کی عادت یہی تھی کہ جب حمایت کے لئے طلب کرتے تو یہی حالت بناتے تاکہ لوگ جوش میں آجائیں۔

خدا کی قسم ہم تو آپ کے ساتھ "برک الغماد" (حبشہ کا شہر ہے) تک ساتھ دیں گے۔ آپ نے سب کو دعائے خیر دی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا "لوگو! (مراد انصار) آپ بھی مشورہ دیں کیونکہ انھوں نے بیعت عقبہ میں کہا تھا کہ جب ہمارے شہر میں آئیں گے تو ہم آپ کی حمایت کرینگے اور یہ معاملہ مدینہ سے باہر پیش آگیا تھا۔ حضرت سعد بن معاذ کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔

ہم آپ پر ایمان لائے ہیں۔ ہم نے آپ کی تصدیق کی ہے آپ جو کچھ لائے ہیں (قرآن پاک) ہم نے اس کی تصدیق کی ہے۔ اگر آپ ہمیں دریا میں کودنے کا امر فرمائیں گے ہم سمندر میں کود جائیں گے۔ آپ ہم کو جنگ میں ثابت قدم پائیں گے۔ جس سے آپ کی آنکھیں روشن ہوں گی۔

یہ بات سن کر آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کیا ہے "قافلہ قریش یا کفار قریش کا لشکر"[1] قسم خدا کی میں نے ان لوگوں کی قتل گاہ کو دیکھا ہے۔

جب آپ نے بدر کے قریب منزل کی۔ تو ایک صحابی رضؓ کو ساتھ لے کر ادھر ادھر گھوم کر دیکھا اتفاقاً ایک بوڑھا دکھائی دیا۔ آپ نے اس سے دریافت حال کیا۔ اس نے کہا پہلے آپ بتلائیں آپ نے فرمایا جب تک تو نہ بتلائے گا۔ ہم بھی نہ بتلائیں گے۔ بوڑھے نے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ "محمد صلعم" مع اپنے ساتھیوں کے کفار کے لئے فلاں دن مدینہ سے روانہ ہو چکے ہیں۔ اس اعتبار سے آج ان کو فلاں جگہ ہونا چاہیئے۔ اور مجھے معلوم ہوا کہ کفار مکہ فلاں دن مکہ سے روانہ ہو چکے ہیں اور اب وہ فلاں جگہ ہوں گے۔ بوڑھے نے کہا۔ اب آپ بتلایئے! کون ہیں؟ آپ نے توریہ کیا اور فرمایا:۔

نحن من ماءٍ   ہم پانی (نطفہ) سے ہیں

عرب اہل ماء۔ عراق والوں کو کہتے ہیں کیونکہ وہاں پانی کی کثرت ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام گاہ پر واپس آگئے۔ اور رات ہوتے ہی آپ نے حضرت علی رضؓ زبیر بن عوام

---

[1] سورۂ انفال

سعد بن ابی وقاص کو۔ قریش کی خبر کے لئے بھیجا۔ یہ حضرات گئے اور اُدھر سے قریش کے غلام اونٹوں پر پانی لینے کے لئے آئے تھے۔ ان دونوں کو پکڑ لیا۔ ان میں سے ایک کا نام "اسلمی" تھا۔ اور دوسرے کا نام "عریض" تھا۔ اور باقی غلام بھاگ گئے بھاگنے والے کا نام "عمیر" تھا اس نے قریش کو جا کر خبر دی کہ "محمد صلعم" کے ساتھی اونٹوں اور غلاموں کو پکڑ کر لے گئے۔ اس خبر سے قریش بہت پریشان ہوئے۔

حضرت علیؓ وغیرہ نے ان دونوں غلاموں کو آپ کی خدمت میں پیش کیا اس وقت آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ کے ساتھیوں نے ان غلاموں سے دریافت کیا۔ تم دونوں کون ہو۔؟ انھوں نے کہا "ہم قریش کے سقہ ہیں" صحابہ نے ان کو مارنا شروع کیا تو بولے "ہم ابوسفیان کے غلام ہیں" اتنے میں آپ نماز سے فارغ ہوئے اور فرمایا۔ عجیب بات ہے تم لوگوں نے سچ بات پر تو مارا اور جھوٹ بات پر چھوڑ دیا۔ پھر آپ نے دریافت کیا۔ قریش کی تعداد کیا ہے؟ بولے بہت ہے۔ پھر دریافت کیا وہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں۔ بولے ایک دن ۹۔ اور ایک دن دس۔ آپ نے فرمایا وہ نوسو سے زیادہ ہیں اور ہزار سے کم ہیں۔ پھر دریافت کیا۔ سرداران قریش میں سے کون ہیں؟ جواب دیا۔ عتبہ۔ شیبہ۔ ابوالبختری۔ حکیم بن حزام۔ حارث بن عامر۔ طعیمہ بن عدی۔ نضر بن حارث۔ زمعہ۔ ابوجہل۔ امیہ بن خلف بنیہ۔ منبہ۔ سہیل بن عمرو۔ عمرو بن عبدود۔ آپ نے اپنے صحابہؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ آج مکہ نے اپنے جگر گوشوں کو نکال کر تمہارے سامنے ڈال دیا ہے۔

روایت ہے کہ جب قریش مقام "جحفہ" میں پہونچے تو جہیم بن صلت بن مخرمہ بن عبدالمطلب نے خواب دیکھا کہ ایک اونٹ سوار آیا ہے اور اس نے۔ عتبہ۔ شیبہ۔ ابوالحکم بن ہشام (ابوجہل) کو قتل کر دیا۔ اور پھر اپنا اونٹ ذبح کر دیا کہ اس کے خون کے قطرات قریش کے تمام گھروں میں پہونچ گئے۔ یہ خواب جب ابوجہل نے سنا تو بولا۔ لو صاحب! یہ بھی بنی عبدالمطلب کے پیغمبر ہیں۔

روایت ہے کہ جب ابوجہل کا قافلہ وہاں سے گذر گیا تو اس نے لشکر قریش کے پاس خبر بھیجی کہ آپ لوگ واپس آجائیں "محمد صلعم" اور ان کے ساتھیوں سے کوئی تعرض نہ کریں مگر ابوجہل نہ مانا اور کہا ہم تو بدر تک جائیں گے اور وہاں تین روز تک قیام کریں گے۔ اونٹ

ذبح کریں گے اور کھائیں گے۔ شراب کا دور چلے گا۔ گانا ہوگا۔ ہماری بہادری کی شہرت ہوگی۔ پھر "محمد صلعم" اور ان کے ساتھی ہمارا پیچھا نہ کر سکیں گے اخنس بن شریف نے سمجھایا اس کی بات نہ مانی۔

روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قریب آکر قیام فرمایا تھا پانی فاصلے پر تھا کافروں کے قریب تھا۔ اور اس کے خلاف بھی روایت ہے۔ جس طرف آپ کا قیام تھا۔ ادھر ریتلی زمین تھی اور جدھر کافروں کا قیام تھا ادھر کی زمین سخت تھی۔ کافروں نے بھی مسلمانوں کے دل میں وسوسہ ڈالنا شروع کیا۔ کچھ مسلمانوں کو غسل جنابت کی بھی ضرورت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اسی دن پانی برسا دیا جس سے۔ وہاں کی زمین سخت ہوگئی اور پینے کو پانی جمع کر لیا گیا۔ غسل اور وضو بھی کیا۔ آیت مبارکہ یہ ہے۔

اذ یغشیکم النعاس	جب ڈال دی خدا نے اونگھ اپنی طرف سے
امنۃ منہ وینزل علیکم	تمہاری تسکین کے لئے اور اتارا تمہارے لئے
من السماء ماء لیطھرکم بہ	آسمان سے پانی تاکہ تم کو اس سے پاک کر دے
ویذھب عنکم رجز الشیطان	اور دور کر دے تم سے شیطان کی نجاست۔
ولیربط علی قلوبکم ویثبت	اور مضبوط کر دے تمہارے دلوں کو اور جما دے
بہ الاقدام (انفال)	اس سے تمہارے قدم۔

اس سے مسلمانوں کے دل میں اطمینان ہوا۔ خوف دور ہوا۔ روایت ہے کہ جب آپ بدر پہونچے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ بدر کے کنوؤں پر قیام کرو! خباب بن منذر کہتے ہیں حضور! جس جگہ آپ کا قیام ہے یہی جگہ مناسب ہے فرمایا۔ نہیں یہ جگہ مناسب نہیں ہے۔ بہر حال ہم کنوئیں کے پاس آئے۔ ان کو پانی سے بھر دیا۔ ایک حوض بنا دیا اور پانی سے لبریز کر دیا۔ دشمن کے پاس اس قدر پانی نہ تھا۔ حضرت جبرئیل آئے اور کہا۔ خباب بن منذر نے جو اشارہ کیا ہے وہیں اترنا چاہیئے لہٰذا وہاں سے کوچ کیا اور وہیں جا کر قیام فرمایا۔ آپ نے زمین پر ہاتھ رکھا اور فرمایا یہ فلاں کی قتل گاہ ہے۔ یہ فلاں کی قتل گاہ ہے وعلی ہذا۔ اور جو جگہ آپ نے فرمائی تھی اسی جگہ سرداران قریش آکر قتل ہوئے۔

روایت ہے کہ حضرت سعد بن معاذؓ نے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا "ہم اس جگہ آپ کے لئے کھجور کی شاخوں کی جھونپڑی بنائے دیتے ہیں۔ اور چند سوار آپ کے پاس مقرر کئے دیتے ہیں آپ یہاں دعا میں مشغول ہوں اور ہم جنگ میں مشغول ہوں۔ اگر فتح ہوئی تو بہتر اور اگر نقشہ دیگر ہوا تو آپ ان آدمیوں کے ساتھ مدینہ چلے جائیں۔ آپ کی سلامتی سب پر فوقیت رکھتی ہے۔ حضرت یہ سن کر خوش ہوئے۔ چھپر تیار کیا گیا۔ اتنے ہی میں آپ نے دعا کی۔

الٰہی یہ قریش ساز و سامان کے ساتھ غرور میں اکڑتے
ہوئے تیرے رسول کی تکذیب کے لئے آئے ہیں الٰہی
تو ہماری مدد فرما۔

لشکر کفار مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوا اور پانی پینا چاہا۔ حکیم بن حزام ان میں تھا۔ مسلمانوں نے منع کیا آپ نے فرمایا رہنے دو ان لوگوں کو پانی پینے دو۔ راوی کہتا ہے کہ جتنے کافروں نے بھی پانی پیا وہ سب مقتول ہو گئے یا اسیر ہو گئے۔ مگر حکیم بن حزام بھاگ گیا تھا وہ بعد میں مسلمان ہوا۔ کہتے ہیں اسود بن اسد مخزومی نے پانی پیا اور کافروں سے کہا۔ میں نے مسلمانوں کا پانی خراب کر دیا ہے۔ جب وہ اپنے لشکر سے باہر آیا تو حضرت حمزہؓ نے اس پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ اس کا ایک پیر کٹ کر گر پڑا پھر دوسرا وار کیا تو وہ قتل ہو گیا اور منہ کے بل حوض میں جا گرا اس طرح اس نے اپنی بات کو سچ کر دکھایا۔

جب کافروں کا لشکر مطمئن ہو گیا تو انھوں نے عمیر بن وہب کو بھیجا کہ گشت لگا کر لشکر اسلام کا پتہ چلائے کہ کس قدر ہے؟ کہیں کمین گاہوں میں تو نہیں چھپا ہے۔ وہ آیا اور کہا اور کوئی لشکر نہیں ہے۔ لیکن گروہ قریش۔ میں نے ان کے اونٹوں کو دیکھا ہے سم قاتل لادے ہوئے ہیں قسم خدا کی ان میں سے کوئی اس وقت تک نہ قتل ہوگا جب تک کہ وہ تم میں کے ایک کو نہ قتل کر دے وہ تلوار کے علاوہ کوئی پناہ گاہ نہیں رکھتے ہیں۔ حکیم بن حزام نے یہ بات سنی اور عتبہ کے پاس گیا۔ اور کہا آپ سردار قوم ہیں آپ کا نام ہمیشہ روشن رہے گا۔ آپ لوگوں کو واپس کر دیجئے اور دیت عمرو بن حضرمی (نخلہ میں قتل ہو گیا تھا) لے کر واپس ہو جائیے۔ عتبہ نے کہا مجھے تو منظور ہے لیکن آپ ابوجہل سے جا کر کہیں تاکہ وہ جنگ سے باز آجائے۔ حکیم بن حزام ابوجہل کے پاس گیا اس کے

پاس عامر بن حضرمی بھی تھا۔ ابو جہل بولا آج سے ہم بنی عبد شمس کے ساتھ جو عقد تھا اس کو ختم کرتے ہیں (حکیم بن حزام کے قبیلہ کا نام ہے) اور بنی مخزوم کے ساتھ عقد باندھتے ہیں تم عتبہ سے جا کر کہدو کہ تمہارا جادو ختم ہوا" (بزدل لوگوں کو طعن دیا جاتا ہے) حکیم بن حزام کہتے ہیں ابو جہل جنگ کے علاوہ کسی بات پر راضی نہ تھا۔ عتبہ نے کہا ابو جہل اس وجہ سے کہہ رہا ہے کہ اس کو مسلمان کم دکھائی دے رہے ہیں۔[لہ] لیکن عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ گوز شتر کون ہے؟ ابو جہل نے یہ سنا اور عامر بن حضرمی کو بھڑکایا کہ اپنے بھائی کا خون طلب کرو! وہ ننگا ہو کر شور مچانے لگا اور جنگ قائم ہو گئی۔

روایت ہے کہ لشکر اسلام میں تین جھنڈے تھے۔ بڑا جھنڈا مہاجرین کے پاس تھا۔ دوسرا جھنڈا خزرج کا خباب بن منذر رض کے پاس تیسرا جھنڈا اوس کا سعد بن معاذ رض کے پاس تھا۔ مہاجرین کا شعار یا بنی عبدالرحمٰن خزرج کا شعار یا بنی عبداللہ اوس کا شعار یا بنی عبیداللہ تھا۔ اور روایت ہے کہ مجموعی شعار "یا منصور امت" تھا۔ مشرکین کے پاس بھی تین علم تھے۔ ایک طلحہ بن ابی طلحہ کے پاس دوسرا ابو عزیز بن عمیر کے پاس تیسرا نضر بن حارث کے پاس تھا۔ یہ سب لوگ بنی عبدالدار کے قبیلہ سے تھے۔

روایت ہے کہ اپنے صحابہ کی صفوف کو آپ نے ترتیب دیا تھا۔ ایک لکڑی آپ کے ہاتھ میں تھی کہ سواد بن غزیہ رض صف سے ذرا باہر نظر آئے آپ نے لکڑی سے ان کو سیدھا کیا۔ سواد بن غزیہ رض نے کہا میرے چوٹ لگ گئی آپ قصاص دیجیے! آپ نے اپنے سینہ سے کپڑا ہٹا دیا۔ سواد رض سینے کو چمٹ گئے اور بوسہ دیا۔ آپ نے فرمایا جب تک میں نہ کہوں حملہ نہ کرنا۔ اور جب تک کافر قریب نہ آجائیں تیر باری کرتے رہنا۔ یاد رکھو تیر بیکار نہ جائیں اور ختم نہ ہو جائیں اور یہ کہہ کر آپ جھونپڑی میں تشریف لے آئے۔ حضرت ابو بکر رض آپ کے پاس تھے۔ سعد بن معاذ رض چند انصار کو ساتھ لئے کھڑے تھے۔

کافروں کی طرف سے سب سے پہلے مبارزت کے لئے عتبہ و شیبہ۔ اور ولید میدان میں آیا انصار میں سے تین جوان ان کے مقابلہ کو نکلے۔ عوذ، معوذ، عبداللہ بن رواحہ۔ کافروں نے کہا

لہ سورۂ انفال

ہمیں تم سے سروکار نہیں ہے ہمارے آدمیوں میں سے بھیجو! اور بولے "اے محمد صلعم" ہماری برابری کے لوگوں کو بھیجو۔ آپ نے حمزہ۔ عبیدہ۔ علی کو حکم فرمایا۔ عتبہ بوڑھے تھے وہ تو عبیدہ کے مقابل ہوئے۔ حمزہ، شیبہ کے اور علی ولید کے اور اس کے برعکس بھی روایت ہے حمزہ اور علی نے اپنے اپنے مقابل کو قتل کر دیا لیکن عبیدہ اور عتبہ نے ایک دوسرے کو زخمی کر دیا تب حمزہ رضؓ، عبیدہ کی مدد کو پہونچا اور عتبہ کو قتل کر دیا۔ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ آیت مبارکہ

هذان خصمان اختصموا فی ربهم ؕ — یہ دونوں مقابل جھگڑتے ہیں اپنے رب کے بارے میں۔

ان چھ حضرات کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ روایت ہے کہ حضرت عبیدہ کی پنڈلی میں تلوار کا زخم کاری آیا تھا۔ جس سے پنڈلی کا روغن ٹپک رہا تھا۔ حضرت حمزہ ان کو اٹھا کر رسول اللہ صلعم کے پاس لائے۔ انھوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا میں شہید نہیں ہوں؟ آپ نے فرمایا تو شہید ہے۔ واپسی کے وقت "مقام روحاء یا صفراء" میں انتقال فرمایا۔ اور وہیں ان کو دفن کر دیا گیا۔

صحیح احادیث میں موجود ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف فرماتے ہیں کہ میں صف جنگ میں تھا کہ انصار میں سے دو جوان آئے اور انھوں نے میرے کان میں کہا۔ چچا! ابو جہل کون ہے؟ اس نے رسول اللہ کو بہت ستایا ہے اتنے ہی میں ابو جہل اپنی اونٹنی پر سوار چند آدمیوں کے ساتھ جھومتا ہوا ادھر آ گیا میں نے اشارہ کیا "لو یہ تمہارا مطلوب ہے" دونوں جوان مثل باز کے جھپٹے۔ اور تلوار سے حملہ کیا اور اس کے پیر کاٹ دیئے۔ معاذ کہتے ہیں کہ ابو جہل کے بیٹے عکرمہ نے جب دیکھا تو میرے اوپر حملہ کیا اور میرا ہاتھ شانوں سے کٹ گیا اور لٹک گیا جس سے مجھے کچھ رکاوٹ محسوس ہوئی میں نے اس کو پاؤں میں داب کر علیحدہ کر دیا اور دوسرے ہاتھ سے ابو جہل کا خاتمہ کر دیا۔ اور دونوں نے حاضر ہو کر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا اپنی تلواریں دکھاؤ۔ اور دیکھ کر فرمایا ہاں تم دونوں نے قتل کیا۔ ابو جہل کا سامان تمہارا ہے۔ روایت ہے کہ حضرت معاذ رضؓ اسی زخم کے ساتھ حضرت عثمان رضؓ کی خلافت تک حیات رہے اور معوذ بدر کی جنگ میں لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ روایت ہے کہ جب آپ نے لشکر کفار کی کثرت دیکھی تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔

الٰہی آپ نے جو مجھ سے وعدہ کیا ہے اسے پورا کیجئے
الٰہی آپ نے جو مجھ سے وعدہ کیا ہے اسے پورا کیجئے
الٰہی آپ نے جو مجھ سے وعدہ کیا ہے اسے پورا کیجئے
اگر اہلِ اسلام کی یہ جماعت ختم ہو گئی تو زمین پر قیامت
تک آپ کی عبادت نہ ہو سکے گی۔

بے خودی اور گریہ اس قدر طاری ہوا کہ دوشِ مبارک سے چادر گر جاتی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کو ٹھیک کر دیتے تھے ایک مرتبہ آپ کا دوشانہ پکڑ کر عرض کیا۔ بس بس آپ کی دعا قبول ہو گئی اور یہ بھی روایت ہے کہ اسی حالت میں اونگھ آپ پر طاری ہوئی جب بیدار ہوئے تو فرمایا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ! خدا کی مدد آگئی۔ یہ جبرئیل گھوڑے پر سوار ہیں۔ اور جھونپڑی سے باہر آئے اور فرمایا۔

جو جس کو قتل کر دے مقتول کا سامان اس کا ہے

لیکن کوئی آدمی اس کے لئے جنگ نہ کرے خدا کے لئے جنگ کرے۔ روایت ہے کہ عمیر بن الحام رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں چند کھجوریں تھیں وہ اس کو کھا رہے تھے۔ جب یہ سُنا تو کھجوروں کو ہاتھ سے پھینک دیا اور میدان جنگ میں کود پڑے اور اس قدر لڑے کہ شہید ہو گئے۔ روایت ہے کہ آپ جھونپڑی سے باہر تشریف لائے اور ایک مشت سنگریزہ لے کر کفار کے لشکر کی طرف یہ کہہ کر پھینک دیئے۔

سیھزم الجمع ویولون الدبر	جماعت شکست کھا گئی اور وہ پشت پھیر کر بھاگ گئے۔

اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا حملہ کر دو! حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ بدر کے دن میں نے سنا (اس دن یہ کافر ہی تھے) گویا وہ سنگریزوں کی آواز تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بدر کے دن کافی دیر تک جنگ کرنے کے بعد میں آپ کی خبر لینے کو حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ سجدہ میں پڑے ہوئے یہ فرما رہے ہیں "یاحیّ یاقیوم برحمتک استغیث" میں پھر آیا اور جنگ میں مشغول ہو گیا۔ دوبارہ حاضر ہوا تو آپ اسی حالت میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت عطا فرمائی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن میں نے کچھ لوگ دیکھے کہ اس سے قبل نہ دیکھے تھے۔ حضرت جبرئیل اور میکائیل۔ ہزار ہزار کا لشکر ساتھ لئے موجود تھے۔ اور حضرت اسرافیل بھی ہزار فرشتوں

کا لشکر ساتھ لئے موجود تھے۔ فرشتے اس دن، سرخ۔ سبز۔ زرد عمامے باندھے ہوئے تھے ابلق گھوڑوں پر سوار تھے، کافر گھوڑوں کی آوازیں تو سنتے تھے لیکن ان کو دکھلائی کچھ نہیں دیتا تھا جب کوئی مسلمان کسی پر حملہ کرتا تو وہ کافر اس کے وار سے پہلے ہی قتل ہو کر گر پڑتا۔

حضرت ابن عباس رضی ایک انصاری رضی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک انصار نے ایک کافر کا تعاقب کیا۔ ان کو سامنے ایک کوڑے کی آواز آئی دیکھا کہ اس کا چہرہ اور ناک پھٹ گئے تھے۔ اس انصاری رضی نے آکر حضور سے ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا یہ تیسرے آسمان کی مدد تھی۔

صحیح روایت سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا۔ کون ہے کہ جو ابوجہل کی خبر لائے۔ عبداللہ بن مسعود رضی نے عرض کیا۔ میں حاضر ہوں۔ وہ گئے دیکھا تو وہ مقتولوں کے درمیان بے پیروں کے کٹا ہوا پڑا ہے تھوڑی سی جان ہے۔ ابن مسعود رضی اس کے سینہ پر بیٹھ گئے۔ اور کہا ابوجہل! تو ہی ہے جو اس ذلت کے ساتھ پڑا ہے۔ خدا تجھے رسوا کرے۔ ابوجہل نے ان کو مکہ میں بہت ستایا تھا۔ ابوجہل نے کہا افسوس کہ مجھے "کاشتکار نے قتل کیا ہے" یہ اشارہ انصار کی طرف تھا۔ ابوجہل بولا کس کی فتح ہوئی۔ میں نے کہا خدا اور رسول کی۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ ابن مسعود رضی نے فرمایا اے دشمن خدا جب فرعون غرق ہوا تو وہ بھی اعتراف کرنے لگا تھا تو اتنا گمراہ ہے کہ اس وقت بھی کبر میں مبتلا ہے اور فوراً تلوار نکال کر اس کا سر اتار لیا اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاکر پیش کیا۔ آپ نے فرمایا۔

تعریف خدا کی جس نے اے دشمن خدا تجھے ذلیل کیا!
فرمایا تعریف خدا کی جس نے اپنے بندے کی مدد کی اور اپنے
دین کو قوت دی۔

اور سجدہ شکر بجالائے اور ارشاد فرمایا۔ ابوجہل اس امت کا فرعون ہے۔ فقہاء نے بیان کیا ہے کہ جب کسی آدمی کے اوپر سے مصائب اور بلایا دور ہوں تو اس کو سجدہ کرنا مستحب ہے [1]

روایت ہے کہ اس روز ستر کافر قتل ہوئے اور ستر کافر گرفتار ہوئے۔ مسلمانوں میں سے چودہ شہید ہوئے۔ ۶ مہاجرین اور آٹھ انصار۔ روایت ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جھونپڑی کے پاس سے دیکھا کہ مسلمان کافروں کو گرفتار کر رہے ہیں تو برا معلوم

---

[1] حنفیہ کہتے ہیں۔ سجدے سے مراد نماز ہے آیات اور احادیث سے بہت جگہ یہی معنی ثابت ہیں۔

ہوا آپ نے ان کے چہرہ سے دریافت کر لیا اور فرمایا۔ یہ کیوں ؟ عرض کیا۔ حضور ان کا تو قتل ہونا اچھا معلوم ہوتا ہے۔

روایت ہے کہ ابوالیسیر رضؓ انصاری نے عباس بن عبدالمطلب کو گرفتار کیا حالانکہ عباسؓ بہت تن و توش کے آدمی تھے اور ابوالیسیر رضؓ بہت کمزور تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ ابوالیسیر رضؓ تم نے ان کو کیسے گرفتار کر لیا ؟ عرض کیا ایک آدمی نے میری مدد کی اور میں اس کو دیکھ نہیں سکا۔ آپ نے ارشاد فرمایا وہ فرشتہ تھا۔

آپ نے بدر کے دن اپنے اصحاب سے فرمایا تھا کہ جب بنی ہاشم کو گرفتار کرو خصوصاً عباسؓ کو تو سختی نہ کرنا وہ زبردستی لائے گئے تھے۔

ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ سنا تو کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میرے بھائی اور باپ تو قتل ہو گئے ہیں۔ اگر میں عباس رضؓ کو پاؤں گا تو ان کو قتل کر دوں گا۔ حضور صلعم نے حضرت عمر رضؓ سے فرمایا۔ ابو حفص ! (حضرت عمر رضؓ فرماتے ہیں کہ یہ پہلا دن تھا جو آپ نے مجھے کنیت سے یاد کیا) سنتے ہو یہ کیا کہتے ہیں ؟ حضرت عمر رضؓ نے عرض کیا۔ مجھے اجازت ہو میں اس منافق کی گردن قلم کر دوں۔ آپ نے منع فرما دیا۔ ابو حذیفہ کہتے ہیں یہ سن کر میں بہت ڈرا۔ اور جی میں کہا اس کا کفارہ یہی ہے کہ میں شہید ہو جاؤں۔ چنانچہ وہ جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے۔

روایت ہے کہ مسلمانوں نے اسیران بدر کو بند کر دیا۔ جب رات ہوئی تو عباس رضؓ کے رونے کی آواز آئی تو حضور کی نیند اچٹ گئی اور بے چین ہو گئے۔ یہ دیکھ کر ایک صاحب گئے اور عباس رضؓ کے بند ڈھیلے کر دیئے۔ آپ نے فرمایا سب قیدیوں کے بند ڈھیلے کئے جائیں۔

روایت ہے کہ کفار قریش کے ۲۴ سردار قتل ہوئے تھے جن کو آپ نے فرمایا تھا۔ ان سب کو بدر کے گڑھوں میں ڈال دیا جائے امیہ بن خلف کو بھی دیکھا کہ وہ مرا ہوا پڑا تھا۔ زرہ میں پھول گیا تھا۔ اس کی لاش بدبو کر رہی تھی۔ اعضا چھوٹ رہے تھے۔ اس کو اسی جگہ گڑھا کھود کر دفن کر دیا اور اوپر سے مٹی اور پتھر ڈال دیئے۔

روایت ہے کہ عبدالرحمن بن عوف رضؓ نے جنگ بدر میں چند زرہ پائیں تھی۔ ان کو ساتھ لئے پھر رہے تھے کہ ناگاہ امیہ بن خلف پر گذر ہوا کہ وہ پڑا تھا۔ اس نے ان کو دیکھتے ہی کہا

مجھے بچاؤ! ناگاہ بلال رضؓ کی نظر اس پر گئی۔ فوراً شور مچا دیا۔ اگر یہ بچ گیا تو میری خیر نہیں ہے۔ فوراً ہی چند انصار نے آکر اس کو قتل کر دیا۔ ابن حجرؒ نے شرح بخاری میں واقدی سے نقل کیا ہے کہ امیہ کو خبیب بن یساف نے قتل کیا۔ عبدالرحمن بن عوف فرماتے ہیں، خدا بلال پر رحم کرے کہ اس نے میری ایک زرہ ضائع کرا دی۔

جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ کافروں پر فتح کے بعد آپ تین دن تک وہاں قیام فرمایا کرتے تھے۔ تیسرے دن آپ بدر کے کنووں پہ آئے اور مقتولین قریش میں سے ایک ایک کا نام لے کر پکارا " کیا تم نے اپنے رب کے وعدہ کو سچا پایا اور ہم نے تو اپنے رب کے وعدہ کو سچا پایا۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ حضور! کیا یہ سنتے ہیں۔ ارشاد فرمایا۔ ہاں یہ تم سے زیادہ سنتے ہیں۔ قتادہ جو اس حدیث کے راویوں میں سے ایک ہیں فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے کافروں کو یہ بات سنانے کے لئے زندہ کر دیا تھا تاکہ ان پر حسرت زیادہ طاری ہو۔[لہ]

روایت ہے کہ جب مسلمانوں نے عتبہ بن ربیعہ کی لاش کو منہ کے بل گھسیٹ کر گڑھے میں ڈالا تو اس کے بیٹے حضرت ابو حذیفہ دیکھ رہے تھے۔ حزن و ملال اُن کے چہرے سے ٹپک رہا تھا۔ جناب رسالت مآب نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ ابو حذیفہ! کیا باپ کا غم ہے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ۔ میرا باپ ذی رائے تھا۔ ذی علم و فضل۔ صاحب اخلاق و حلم تھا۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ وہ دولت اسلام سے محروم رہا۔ میں نے بہت کوشش کی کہ وہ اس دولت کو حاصل کرے مگر محروم رہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو حذیفہ کے لئے دعائے خیر کی۔

حضرت عبادہ بن صامت رضؓ فرماتے ہیں۔ بدر کے دن لشکر اسلام کی تین قسم کی جماعت تھیں، ایک جنگ کرنے والی۔ ایک سامان اکٹھا کرنے والی۔ ایک حضور کے گرد پہرہ دینے والے ان تینوں کو مال غنیمت میں حصہ برابر دیا گیا۔ جب آپ " مقام صفر " پر پہونچے تو سب مال جمع کیا گیا آپ نے ذوالفقار کو اور ابو جہل کی اونٹنی کو اپنے لئے منتخب کیا۔ بعد میں ذوالفقار حضرت علیؓ کو دے دی گئی تھی۔

لہ اس جگہ شراح حدیث نے سماع موتیٰ کے بارے میں طویل بحث کی ہے ہم نے قصداً اس سے صرف نظر کیا۔ البتہ اس پر تفصیلی کلام اپنی کتاب سیرت خیر العباد ترجمہ زاد المعاد میں کیا ہے۔

روایت ہے کہ بدر کی فتح ۱۷ رمضان المبارک جمعہ کے دن ہوئی تھی۔ آپ نے عبد اللہؓ بن رواحہ کو عوالی مدینہ کی طرف اور زید بن حارثہؓ کو ساحل کی طرف بھیجا تاکہ فتح کا اعلان کر دیں اسامہ بن زید کہتے ہیں جس وقت میرے والد یہ خبر لائے تو ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دختر رقیہؓ کے دفن سے فارغ ہو رہے تھے۔ سب لوگ میرے والد کے پاس آ گئے اور دریافت کرنے لگے کہ فلاں فلاں قتل ہوئے یا نہیں؟ میرے والد اسیروں اور مقتولوں کی تعداد شمار کرا رہے تھے۔ اور سب کو تعجب ہو رہا تھا۔ جس دن حضور تشریف لائے تو اہلِ مدینہ آپ کے استقبال کے لئے ٹوٹ پڑے جب قیدیوں کو دیکھا تو یقین آیا کہ میرے باپ نے سچ کہا تھا۔ جب اہلِ مدینہ مبارک باد دینے کے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اور صحابہؓ کی خدمت میں آتے تو۔ یہ حضرات فرماتے مبارک باد کیسی؟ بدر کی جنگ کو ہم نے بزورِ شمشیر فتح نہیں کیا۔ بلکہ ہم نے تو یہ دیکھا جب کسی کافر پر قتل کے لئے تلوار اٹھاتے اس کا سر از خود تن سے جدا ہو جاتا اور کافر اونٹ کی طرح زمین پر گر پڑتا

وقت مراجعت بدر آپ نے راستہ میں دو قیدیوں کو قتل کرنے کا حکم فرمایا۔ ایک نضر بن حارث کو اور دوسرے عقبہ بن ابی معیط کو۔ ان دونوں نے حضور کو بہت ایذائیں دی تھیں۔ جب آپ نماز پڑھ رہے تھے تو ان دونوں ہی نے اونٹ کا اوجھڑ آپ پر لا کر ڈالا تھا کیونکہ انھوں نے نماز کی اہانت کی تھی، ان دونوں نے قتل کے وقت کہا "اے محمد" صلعم ہمارے بچوں کا کون کفیل ہو گا فرمایا دوزخ کی آگ۔

روایت ہے کہ کافروں میں ایک آدمی بھاگ گیا اور مکہ پہونچا۔ اہلِ مکہ نے کہا کیا خبر لایا بولا عتبہ، شیبہ۔ ابوجہل اور فلاں فلاں قتل ہو گئے ہیں۔ اس وقت صفوان بن امیہ بن خلف حجر کے پاس بیٹھا تھا۔ بولا۔ اس آدمی کی عقل خراب ہو گئی ہے۔ اتنے ہی میں ابولہب آ گیا۔ اور سن کر حیرت زدہ رہ گیا۔ اسی وقت ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب بھاگ کر آیا۔ ابولہب نے کہا بھتیجے! تو ہی سچی خبر سنائے گا۔ ابوسفیان نے کہا چچا! ہم نے تو یہ دیکھا۔ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ہتھیار چھین لئے اور ہمارے ہاتھ کندھوں پر باندھ دیئے اور زمین اور آسمان کے درمیان ہم نے سفید لباس پہنے ہوئے ابلق گھوڑوں پر سوار بہت سے آدمی دیکھے کہ جن کو ہم شناخت نہ کر پائے۔ ابو رافع عباس کے غلام نے کہا۔ قسم خدا کی وہ فرشتے تھے۔ ابولہب نے غصہ میں آ کر ایک مٹھی خاک میرے

چہرے پر پھینک ماری۔ اور مجھ کو پکڑ کر زمین پر دے مارا اور سینہ پر بیٹھ گیا۔ اور مارنا شروع کیا اتنے ہی میں ام فضل آئیں اور ایک لاٹھی نہایت زور سے اس کے سر پر ماری کر اس کا سر پھٹ گیا۔ اور کہا عباس کی عدم موجودگی میں ایسی حرکت کرتا ہے ابولہب اپنے گھر بھاگ گیا۔ اور سات دن بعد کالا دانہ اس کی زبان میں نکلا اور وہ مر گیا۔ اس بیماری کے ڈر سے اس کے رشتہ داروں نے ویسے ہی گڈھے میں دھکیل دیا اور دور سے پتھر پھینک پھینک کر اس گڈھے کو بند کیا۔

روایت ہے کہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا کہ ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دینا چاہیئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے بھی یہی مشورہ دیا اور کہا اس سے قوم کو روزی حاصل ہوگی اور ممکن ہے کہ ان میں کوئی مومن ہو جائے۔ عمر بن خطابؓ نے مشورہ دیا سب کو قتل کر دینا چاہیئے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آپ کو بے نیاز اور غنی کر دے گا اور میرے فلاں رشتہ داروں کو میرے سپرد کیجئے ان کو میں قتل کر دوں گا۔ عقیل کو علی کے اور عباس کو حمزہ کے سپرد کیجئے کہ وہ قتل کریں تاکہ معلوم ہو جائے کہ ہم کافروں کو دوست نہیں رکھتے ہیں[1]۔ اس سے کافروں کی قوت ختم ہو جائے گی۔ لیکن جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ کے مشورہ کو قبول کیا اور فرمایا۔ اے ابو بکرؓ! تمہاری مثال ابراہیم علیہ السلام جیسی ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا تھا۔

فمن اتبعنی فانہ منی	جو میری اتباع کرے وہ میرا ہے
ومن عصانی فانک غفور رحیم	اور جو نافرمانی کرے تو آپ غفور رحیم ہیں۔

اور اے عمر۔ تیری مثال نوح علیہ السلام جیسی ہے کہ انھوں نے فرمایا تھا۔

رب لا تذر علی الارض	اے رب زمین پر کافروں کا کوئی
من الکافرین دیارًا	گھر باقی نہ رکھ۔

لہٰذا آپ نے فدیہ اختیار کیا۔ اور فرمایا آپ لوگوں کے فقر کا تقاضہ یہ ہے کہ کسی کافر کو بلا فدیہ آزاد نہ کرو۔ عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم میں نے سہیل بن بیضا

---

[1] غور طلب مقام ہے

کو مکہ میں اظہار اسلام کرتے دیکھا ہے۔ آپ نے سکوت اختیار کیا۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ یہ گھڑی مجھ پر بہت گراں گذری میں نے آسمان کی طرف دیکھا کہ مبادا مجھ پر کوئی پتھر نہ ٹوٹ پڑے کہ میں نے رسول اللہ صلعم کے سامنے کیوں کلام کیا تھوڑی دیر کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا "اچھا سہیل بن بیضا" لہذا اس گھڑی سے زیادہ خوشتر کوئی گھڑی مجھ پر نہ گذری تھی

روایت ہے کہ قیدیوں میں سے جو لوگ غریب تھے ان کو ویسے ہی چھوڑ دیا انھیں میں ابوعزہ شاعر بھی تھا۔ اس سے وعدہ لیا کہ دوبارہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ نہ کرنا۔ اور جو لوگ لکھنا جانتے تھے ان کے ساتھ شرط لگائی کہ ہر ایک آدمی دو انصاری بچوں کو کتابت سکھائے[1] اس کے بعد آزاد اور ہر آدمی اپنی قدرت کے مطابق فدیہ ادا کرے کسی آدمی سے ہزار درہم سے کم اور چار ہزار درہم سے زیادہ فدیہ قبول نہ ہوگا" حضرت عباسؓ نے عرض کیا میں تو مسلمان ہوں۔ یہ لوگ مجھ کو زبردستی ساتھ لائے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ آپ کے اسلام کو خدا جانے بظاہر تو آپ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کر رہے تھے۔ آپ کو چار فدیہ ادا کرنے ہیں۔ ایک اپنا۔ اور دو عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث کا اور ایک اپنے حلیف عتبہ بن حجام کا۔ عرض کیا میں کہاں سے دوں گا۔ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ کہا۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا چچا بھیک مانگ کر دے آپ نے فرمایا۔ وہ سنہرا مال کہاں ہے جو یہاں آتے وقت اپنی بیوی ام فضل کو دے آئے تھے۔ عباسؓ نے کہا آپ کو کیسے معلوم؟ فرمایا میرے خدا نے بتلا دیا ہے۔ عباسؓ نے کہا۔ آپ نے سچ فرمایا ہے اور کہا۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ[2] یہ بھی روایت ہے کہ اس وقت حضرت عباسؓ کے پاس بیس اوقیہ سونا تھا۔ ان کو اس وجہ سے لائے تھے کہ روزانہ دس یا تیرہ لشکریوں کے کھانے کا انتظام کرتے تھے ابھی ان کی باری نہیں آئی تھی کہ گرفتار ہو گئے اور وہ سونا مسلمانوں نے مال غنیمت میں داخل کر دیا تو حضرت عباسؓ نے کہا اس بیس اوقیہ سونے کو میری طرف سے حساب میں لگائیے! فرمایا یہ تو آپ کافروں کی اعانت کے لئے لائے تھے۔

---

[1] یہ امر قابل لحاظ ہے کہ ملت کے عمومی مفاد کو کس قدر ملحوظ رکھا گیا ہے۔ تاکہ ان پڑھ لوگوں میں علم داخل ہو اور وہ دنیا اور آخرت کی ترقی کی راہ کو آسانی سے پا سکیں علم کی فضیلت ظاہر ہے [2] یہ بھی روایت ہے کہ یہ فتح مکہ پر مسلمان ہوئے تھے۔ ممکن ہے مسلمان اس وقت ہو گئے ہوں اور اعلان اس وقت کیا ہو۔

وہ تو سب مالِ غنیمت میں داخل ہو گیا۔ روایت ہے کہ جب آپ بدر کے قیدیوں سے فدیہ وصول کر رہے تھے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

ما کان لنبی ان یکون له	نبی کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ
اسریٰ حتیٰ یثخن فی الارض	قیدیوں کا خون بہائے بغیر چھوڑ دے
تریدون عرض الدنیا واللہ	تم دنیا کا سامان چاہتے ہو اور اللہ
یرید الاٰخرۃ واللہ عزیز	آخرت کو چاہتا ہے اور اللہ غالب،
حکیم	حکمت والا ہے۔

یہ آیت اس بات پر دلیل ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا اجتہاد جائز ہے اور کبھی ان کے اجتہاد میں خطا بھی ہو جاتی ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ دوسرے دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا میں نے آپ کو اور ابوبکرؓ کو روتے دیکھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کیوں گریہ کرتے ہیں؟ اگر مجھے سبب معلوم ہو جائے تو میں بھی گریہ کروں۔ ورنہ بتکلف گریہ کروں۔ فرمایا۔ فدیہ قبول کرنے کی وجہ سے مجھ پر عتاب ہوا۔ میں نے دیکھا کہ خدا کا عذاب اس درخت تک آ گیا تھا

نزدیکاں را بیش بود حیرانی

چنانچہ اس آیتِ مبارکہ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

لولا کتابٌ من اللہ	اگر پہلے سے اللہ کا لکھا نہ ہوتا
سبق لمسکم فیما اخذتم	تو جو کچھ تم نے لیا ہے اس کی وجہ
عذابٌ الیم	سے تمہیں عذاب الیم پہونچتا۔

مفسرین کا اختلاف ہے کہ اس حکم سے مراد کیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اجتہاد میں غلطی کرنے والے کو عذاب نہ ہو گا دوسرا قول یہ ہے کہ اہلِ بدر معذب نہیں ہیں تیسرا قول یہ ہے کہ کسی قوم کو اس وقت تک عذاب نہ کیا جائے گا تاوقتیکہ اس کو پہلے نہی نہ کر دی گئی ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے وہ فدیہ مراد ہے جو حاصل کر لیا گیا تھا وہ ان کے لئے حلال ہے۔
آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر عذاب نیچے آ جاتا تو عمرؓ اور سعد بن معاذ کے علاوہ کوئی نہ بچتا۔

فضیلت اہل بدر

کہتے ہیں کہ مسلمانوں پر احد کے دن جو مصیبت وارد ہوئی تھی وہ اسی فدیہ لینے کی وجہ سے ہوئی تھی۔[1] شیخ ابن حجر نے اپنی شرح میں ترمذی۔ نسائی۔ ابن حبان کی روایت ذکر کی ہے کہ حضرت جبرئیل جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ آپ اپنے اصحاب کو ان قیدیوں کے بارے میں اختیار دیدیں خواہ وہ فدیہ لیں یا قتل کر دیں کیونکہ آئندہ سال اتنے ہی مسلمان مقتول ہو جائیں گے۔ آپ کے صحابہ نے فدیہ کو اختیار کیا۔ روایت ہے کہ حضرت جبرئیل آئے اور آپ سے دریافت کیا آپ کی اہل بدر کے بارے میں کیا رائے ہے فرمایا۔ وہ مسلمانوں میں افضل ترین ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا اسی طرح ملائکہ جو بدر میں شریک ہوئے ہمارے یہاں افضل ترین ہیں، اور اہل بدر کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

ان اللہ قد اطلع علی اهل	اللہ تعالیٰ اہل بدر پر مطلع ہو گیا
بدر فقال اعملوا ما شئتم	پس فرمایا جو چاہے کرو۔ میں نے تمہاری
فقد غفرت لکم[2]	مغفرت کر دی ہے۔

اور حسن بصری سے منقول ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ اہل بدر کے بارے میں بھی کہا گیا ہے۔

طوبیٰ لجیش امیرهم رسول اللہ	وہ لشکر مبارک جس کے امیر رسول اللہ
ومبارزهم اسد اللہ وجهادهم	صلعم اور مبارز حضرت علیؓ، اور جہاد ان
طاعة اللہ ومددهم ملائکة	کا خدا کی طاعت، اور مددان کی اللہ
اللہ وثوابهم رضوان اللہ[3]	کے فرشتے اور ثواب ان کا خدا کی رضا۔

سریہ عمیر بن عدی ۲ھ

اسی سال ۲ھ میں آپ نے عمیر بن عدی کو چند حضرات

---

[1] یہ قول غلط ہے کیونکہ اولاً تو اعملوا ما شئتم الایۃ سے اس کی تردید ہو رہی ہے دوسرے غزوہ احد میں شکست امر رسول کے خلاف کرنے کی وجہ سے ہوئی اور مال غنیمت کی وجہ سے ہوئی جس کے پیچھے گھاٹی والے لوگ گھاٹی سے ہٹ گئے تھے [2] ایک روایت میں اس کی تفسیر قد وجبت لکم الجنۃ بھی کی ہے [3] یہ مقولہ شیعیت سے متاثر معلوم ہوتا ہے ورنہ غزوہ خیبر اور خندق میں بھی ایسا ہی پیش آچکا ہے۔ بہرحال یہ ایک مقولہ ہے۔

کے ساتھ بھیجا کہ وہ عصما بنت مروان، یہودیہ کو قتل کر دیں کیونکہ وہ مسلمانوں کو اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بہت گالیاں دیا کرتی تھی۔ یہ رات کو وہاں پہونچے۔ دیکھا کہ اس کے گرد بچے ہیں، ایک بچہ دودھ پی رہا ہے۔ اس کو تو علیحدہ کیا اور اس کا سر قلم کر دیا اور صبح کی نماز مسجد نبوی میں آکر ادا کی۔

غزوہ بنی قینقاع

اسی سال ۲ھ میں غزوہ بنی قینقاع واقع ہوا اس کا سبب یہ تھا کہ جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہود بنی قینقاع نے آپ سے معاہدہ کر لیا تھا[1] کہ آپ ان کے ساتھ تعرض نہ کریں اور وہ مسلمانوں کے دشمنوں کی اعانت نہ کریں گے اور اگر دشمنوں نے آپ کو گھیر لیا تو ان کے خلاف مسلمانوں کی مدد کریں گے۔ لیکن جب آپ جنگ بدر سے واپس تشریف لائے تو انھوں نے حسد اور بغض کی وجہ سے کہنا شروع کر دیا "محمد صلعم نے ان لوگوں کے ساتھ جنگ کی ہے جو فنون جنگ سے واقف نہ تھے اگر ہمارے ساتھ کریں تو پتہ چل جائے گا۔

یہ بھی سبب بیان کیا ہے کہ ایک مسلمان عورت، کسی یہودی زرگر کی دکان پر کسی کام سے گئی اس یہودی نے یہ شرارت کی کہ پیچھے سے اس عورت کے کپڑے میں گرہ لگا دی کہ اگر وہ اٹھے تو اس کا کپڑا پھٹ جائے اور عورت ننگی ہو جائے۔ اس زمانہ میں عرب عورتیں کوئی زیریں جامہ نہیں پہنتی تھیں۔ لباس دراز ہوتا تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس عورت کا کپڑا پھٹ گیا اور شرم گاہ ظاہر ہو گئی۔ اس عورت نے شور مچایا۔ قریب ہی ایک مسلمان تھا۔ اس نے اس یہودی کو قتل کر دیا اور سب یہودیوں نے مل کر اس مسلمان کو قتل کر دیا۔ جب یہ اطلاع حضور کے پاس پہونچی تو آپ نے اشراف یہود کو طلب کیا۔ انھوں نے کہا "آپ ناتجربہ کار قریش کے ساتھ جنگ

---

[1] مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد آپ نے ان معاہدوں کے علاوہ تمام شہریوں کے لئے ایک چارٹر بھی مرتب فرمایا تھا جس کی ۴۷ دفعات ہیں اس کو ابن ہشام نے روایت کیا ہے ان دفعات کو نیشنلسٹ مسلمانوں اور ان کے لیڈران نے معاہدہ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہاں سے نیشنلزم کی بنا پڑی ہے ان لوگوں نے اس قسم کے استدلال کر کے ملت کی انفرادیت کو بہت نقصان پہونچایا ہے اسی کتاب کے متفرق حواشی میں ہم۔ ملی انفرادیت کی طرف اشارے کرتے آ رہے ہیں

کرکے بہت مغرور ہوگئے ہیں۔ ہمارے ساتھ کرینگے تو پتہ چل جائے گا۔ اس وقت جبرئیل علیہ السلام یہ آیت لائے۔

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ	اگر آپ کو ڈر ہو کسی قوم کی دغا
خِیَانَۃً فَانْبِذْ اِلَیْہِمْ	بازی کا تو پھینک دے ان کی
عَلٰی سَوَاءٍ [1]	طرف عہد برابری پر

آپ نے مسلمانوں کو جنگ کا حکم دیا۔ مدینہ پر ابو لبابہ کو خلیفہ مقرر کیا اور جھنڈا حضرت حمزہ کو دیا اور یہودیوں کا محاصرہ کر لیا۔ پندرہ دن تک محاصرہ رہا۔ آخر تنگ آکر کہا۔ ہم خدا اور رسول کے زیر فرمان ہیں۔ آپ نے منذر بن قدامہ کو امر فرمایا کہ ان لوگوں کو باندھ لیا جائے۔ اور قتل کا ارادہ کر چکے تھے کہ عبداللہ بن ابی سلول منافق ادھر آیا۔ اور چھڑانا چاہا۔ منذر نے منع کر دیا تو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور قسم دے کر سفارش کی۔ آپ نے ناگواری کا اظہار کیا جب اس نے بہت اصرار کیا اور خوشامد کی تو آپ نے فرمایا۔

حلوا لعنہم اللہ ولعنہ	کھولدو خدا ان پر لعنت کرے اور
معہم	جو ان کے ساتھ ہو اس پر لعنت ہو۔

اور حکم فرمایا فوراً شہر خالی کر دیا جائے۔ یہودی اس حکم سے ملول ہوئے۔ عبداللہ بن ابی سلول پھر آیا اس وقت آپ اندر دولت خانہ میں تشریف لے جا چکے تھے۔ اور دروازہ پر عویم بن ساعدہ تھے انھوں نے اندر جانے سے منع کیا اس نے اندر جانے پر اصرار کیا اسی اصرار میں عبداللہ کا منہ دیوار سے جا ٹکرایا اور خون آلود ہو گیا۔ اتنے ہی میں عبادہ بن صامت آگئے اور کہا جاؤ تم لوگوں کو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تین دن کی مہلت دی ہے اور میں تو ایک دن کی بھی مہلت نہ دیتا۔ چنانچہ یہ لوگ ملک شام کی طرف چلے گئے۔ اور کچھ دنوں کے بعد جا کر ہلاک ہو گئے۔ اسی غزوہ میں سے مسلمانوں کے بہت سا مال اور ہتھیار ہاتھ آئے۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے اپنے لئے تین کمان منتخب کیں جن کا نام یہ ہے۔ کتوم۔ یہ غزوہ احد میں ٹوٹ گئی تھی۔ روحا۔ بیضا۔ دو زرہ بھی

---

[1] سورہ انفال

ضغدیہ. نضیر تین تلواریں دقلعی. بتار. حتف ان کا نام تھا. اور خمس کے نکالنے کا امر فرمایا. یہ پہلا خمس تھا جو آپ کے امر سے علیحدہ کیا گیا ایک زرہ آپ نے محمد بن مسلمہ رضؓ کو اور دوسری سعد بن معاذ رضؓ کو دے دی تھی اس غزوہ سے واپس ہو کر آپ نے نماز عید قربان ادا. اور قربانی کی

غزوہ سویق سنہ ۲ھ

اسی سال سنہ ۲ھ میں غزوہ سویق ہوا. اس کا سبب یہ تھا کہ سفیان بن حرب غزوہ بدر سے فرار کر گیا تھا. اس نے قسم کھائی تھی کہ جب تک میں مسلمانوں کو قتل نہ کروں گا اس وقت تک نہ سر میں تیل ڈالوں گا اور نہ اپنی عورت کے پاس جاؤں گا چنانچہ بیس سوار لے کر بقول ۲۰۰ سوار لے کر روانہ ہوا اور بنی نضیر میں حیی بن اخطب کے یہاں آکر چھپ گیا. اور سلام بن مشکم سے ملاقات کی اور مشورہ کرنے کے بعد صبح ہی کو روانہ ہو گیا اور "مقام عریض" پر پہونچا. مدینہ یہاں سے تین میل رہ جاتا ہے ایک انصاری اور اس کا نوکر اپنی کھیتی کاٹ رہے تھے کہ اس نے ان کو جا کر قتل کر دیا اور چند درختوں کو کاٹ گرایا تاکہ اس کی قسم پوری ہو جائے اور بھاگ گیا

جب یہ خبر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ میں ملی تو آپ نے ابو البابہ کو مدینہ پر خلیفہ مقرر کیا. اور اپنے اصحاب کو ساتھ لے کر اس کے تعاقب میں روانہ ہوئے. ابو سفیان نے یہ کیا کہ اپنے لوگوں کو ہلکا کرنے کے لئے ستو کے بورے جو ان کے پاس تھے راستہ میں گراتے چلے گئے. مسلمانوں کے ہاتھ جب یہ بورے آئے تو انھوں نے ان کو اٹھا لیا. اسی وجہ سے اس کو غزوہ ذات السویق کہتے ہیں. جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مقام "قرقرۃ الکدر" تک ان کا تعاقب کیا اور اس کے بعد مدینہ منورہ واپس آگئے. اس غزوہ میں پانچ یوم صرف ہوئے بعض اہل سیر نے غزوۂ سویق کو سنہ ۳ھ میں شمار کیا ہے.

غزوہ قرقرہ

اسی سال ۲ھ میں غزوہ قرقرہ واقع ہوا. سبب اس کا یہ تھا کہ آپ کو معلوم ہوا کہ بنی سلیم اور بنی غطفان نے ایک جماعت اکٹھی کی ہے اور اس مقام پر جمع ہو گئے ہیں آپ نے ایک جھنڈا ترتیب دیا اور حضرت علی رضؓ کے سپرد فرمایا اور مدینہ پر عبداللہ بن ام کلثوم رضؓ کو خلیفہ مقرر کیا. اور دو سو آدمیوں کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ سے باہر تشریف لائے اور اس جگہ پہونچے تو کسی کو نہ پایا. آپ نے اپنے اصحاب کو تلاش کے لئے بھیجا. انھوں نے

ہر جگہ تلاش کیا صرف چند نوجوان ملے جو غلام معلوم ہوتے تھے۔ ان میں سے ایک غلام کا نام یسار تھا آپ نے اس سے دریافت کیا کہ بنی سلیم اور بنی غطفان کہاں ہیں۔ اس نے کہا میں نہیں جانتا آپ ان غلاموں اور ان کے اونٹوں کو لے کر مدینہ منورہ واپس تشریف لائے اور خمس اس میں سے علیحدہ کر کے باقی کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ ہر آدمی کے حصہ میں دو اونٹ آئے تمام اونٹوں کی تعداد پانچ سو تھی "یسار" جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حصہ میں آیا۔ آپ نے اس کو آزاد کر دیا۔ آپ نے دیکھا کہ وہ نماز پڑھتا ہے۔ اس غزوہ میں پندرہ شبانہ روز صرف ہوئے۔ بعض اہلِ سیر اس غزوہ کو بھی ۳ھ میں بتلاتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حالات ۳ھ

۱۔ غزوہ غطفان

۲۔ سریہ قردہ

۳۔ قتل کعب بن اشرف

۴۔ قتل ابورافع

۵۔ عقد عثمان رضؓ

۶۔ عقد حفصہ رضؓ

۷۔ عقد زینب

۸۔ غزوہ احد

۹۔ غزوہ حمراء

۱۰۔ سریہ رجیع

۱۱۔ سریہ بنی اسد

۱۲۔ سریہ عبداللہ بن انیس

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

ترتیب

حالات ۳ھ

غزوہ غطفان

۳ھ میں غزوہ غطفان واقع ہوا اس کو "غزوہ ذی امر" غزوہ انما بھی کہتے ہیں اس کا سبب یہ تھا کہ "بنی محارب نے "مقام ذی امر (جو نجد کے علاقہ میں ہے) پر اپنی فوج جمع کی اور اس کا باعث دعثور بن حارث تھا اور صحیح یہ ہے کہ اس کا نام "غورث" تھا۔ یہ خبر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک پہونچی اور آپ نے اپنے اصحاب کو امر فرمایا اور مدینہ پر عثمان بن عفان کو خلیفہ مقرر کیا اور خود ۴۵۰ مجاہدین کو لے کر روانہ ہوئے۔ جب مقام "ذی القصہ" پر پہنچے تو آپ نے "جبار" نامی آدمی کو گرفتار کیا۔ اس نے بتلایا کہ آپ ان کو نہ پا سکیں گے کیونکہ اگر ان کو آپ کے بارے میں معلوم ہو گیا تو وہ پہاڑوں میں چھپ جائیں گے۔ آپ نے جبار کو اسلام کی دعوت دی۔ اور وہ مسلمان ہو گیا۔ آپ نے اس کو حضرت بلال کا مصاحب بنا دیا۔ اس جگہ جنگ کی نوبت نہیں آئی کیونکہ دشمن نے پہاڑوں میں پناہ لے لی تھی۔

عجیب واقعہ

اتفاق ایسا ہوا کہ اس دن بارش ہو گئی تھی۔ آپ نے اپنے کپڑے اتارے اور دھوپ میں ڈال دیئے اور خود علیحدہ ایک درخت کے سایہ میں آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے۔ "اعراب" یہ تمام چیزیں پہاڑ کی چوٹی سے دیکھ رہے تھے۔ غورث جو سب میں بہادر تھا آپ کو تنہا دیکھ کر ادر تیز تلوار لے کر آپ کے سرہانے آکھڑا ہوا۔ اور بولا اب آپ کو کون بچائے گا؟ فرمایا حق تعالیٰ! حضرت جبرئیل نے اس کافر کے سینہ پر ہاتھ مارا اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ آپ نے اس کو اٹھایا اور فرمایا "اب تجھے کون بچائے گا" بولا۔ کوئی نہیں اور فوراً ہی کلمہ پڑھ لیا۔ آپ نے اس کی تلوار اس کو دیدی[1] وہ لوٹ کر اپنی قوم کے پاس گیا۔ اور جب انھوں نے دریافت کیا۔ تو بولا میں نے دیکھا کہ ایک

---

[1] موجودہ سیاست کا تقاضہ یہ ہے کہ اگر ایسا موقع مل جائے تو عہد سے پھر جائے اور قتل کر ڈالے لیکن پیغمبر اور جو لوگ پیغمبر کی دعوت عزیمت کے مالک ہوتے ہیں وہ ایسا نہیں کرتے۔

سفید بلند اور بالا آدمی نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور میں پشت کے بل زمین پر گر پڑا۔ میں سمجھا کہ وہ فرشتہ ہے۔ اس کے بعد اس نے اپنی قوم کو دعوتِ اسلام دی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

یاایھا الذین آمنوا اذکروا	ایمان والو! اللہ کی اسی نعمت کو یاد کرو!
نعمۃ اللہ علیکم اذ ھم	جب تمہاری طرف ایک قوم نے ہاتھ بڑھانے
قوم ان یبسطوا الیکم	کا ارادہ کیا تو اس نے ان کے ہاتھ کو تم
ایدیھم فکف ایدیھم عنکم[۵]	سے روک دیا۔

یہ آیت مبارکہ اسی واقعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس غزوہ میں گیارہ دن خرچ ہوئے

سریہ قرد

اسی سال ۳ھ میں یہ واقعہ ہوا۔ سبب اس کا یہ تھا کہ آپ کو معلوم ہوا کہ قریش کا قافلہ عراق کی راہ سے شام کو جاتا ہے۔ بدر کے واقعہ سے کفار پر رعب طاری ہو چکا تھا۔ اس قافلہ میں چاندی سونا اور بہت مال تجارت تھا اس وجہ سے انھوں نے حجاز کا راستہ ترک کر دیا تھا صفوان بن امیہ۔ حویطب بن عبدالعزی۔ عبداللہ بن ربیعہ اس قافلہ میں تھے۔ حضور صلعم نے زید بن حارثہ کو سو مجاہد دے کر روانہ کیا۔ یہ پہلا سریہ تھا جس کا ان کو امیر بنایا گیا تھا۔ انھوں نے قافلہ کو جا پکڑا۔ سردارانِ قافلہ تو بھاگ گئے۔ باقی لوگوں کو حضور صلعم کی خدمت میں پیش کیا گیا آپ نے اس میں سے خمس نکالا جو تقریباً بیس ہزار درہم ہوگا اور باقی اہل سریہ میں تقسیم کر دیا آپ نے زید بن حارثہ کے بارے میں ارشاد فرمایا

وہ امراء سرایا میں سب سے بہتر ہیں۔

قتل کعب بن اشرف

اسی سال ۳ھ میں کعب بن اشرف یہودی کا قتل ہوا۔ یہ شخص شاعر تھا اور اپنے اشعار میں آں حضرت صلعم اور مسلمانوں کی برائیاں بیان کرتا تھا اور ان کو ایذائیں پہونچایا کرتا تھا۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ قریش کو بدر

---

[۵] سورۂ مائدہ اس واقعہ کو شیخین نے حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے لیکن اس قصہ کو اس آیت کا شانِ نزول نہیں بتلایا۔ البتہ بیہقی نے دلائل النبوۃ میں بروایت قتادہؓ یہی شان نزول بتلایا ہے اور علامہ بغویؒ، ابن اسحٰق، اور بہت سے مشائخ تفسیر نے یہود بنی نضیر کے پتھر گرانے کا واقعہ اس کے شان نزول میں تحریر کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ مظہری۔ ج ۳ ص ۶۲، ص ۳۱ / ۲

میں شکست ہوئی اور ان کے سردار قتل ہو گئے تو اس کو بہت رنج و ملال ہوا اور مکہ پہونچا اور کافروں کو پھر جنگ کے لئے آمادہ کیا۔ جب آپ کو معلوم ہوا تو آپ نے دعا کی۔

الٰہی کعب بن اشرف کے شر اور اس کے اشعار

سے ہماری کفایت فرما۔

اور اپنے صحابہؓ سے فرمایا کہ اس کو کون قتل کرے گا؟ محمد بن مسلمہؓ کھڑے ہوئے اور کہا میں تیار ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ دیر نہ کرو۔ محمد بن مسلمہؓ نے عرض کیا۔ مجھے اجازت دیجئے کہ اس سے جو چاہوں کہوں۔ آپ نے فرمایا۔ اجازت ہے۔ اور سعد بن معاذؓ سے اور مشورہ کرو! حضرت ابن معاذؓ نے مشورہ دیا کہ تم کعب بن اشرف کے پاس جاؤ اور اس سے اپنا فقر ظاہر کر کے قرض مانگو اسی طرح اس کو اپنے چنگل میں پھانس کر قتل کر دو! چنانچہ محمد بن مسلمہؓ نے اپنے ساتھ ابو نائلہ عباد بن بشرؓ حارث بن اوس بن معاذ۔ ابو عبس بن جبیرؓ کو لیا اور روانہ ہوئے۔ ابو نائلہ کعب بن اشرف کا رضاعی بھائی تھے۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ محمد بن مسلمہؓ بھی رضاعی بھائی تھے۔

سب سے پہلے ابو نائلہ کعب بن اشرف کے پاس پہونچے اس نے خوب مہمانداری کی اور مجلس شعر گرم ہوئی۔ ابو نائلہ نے موقع پاکر کہنا شروع کیا کہ "جب سے یہ شخص (محمد صلعم) ہمارے درمیان آئے ہیں بلا یا اور مصائب نے ہم کو آکر گھیر لیا ہے۔ عربوں سے جنگ چھڑ گئی۔ تجارت کے راستے بند ہو گئے۔ روزانہ صدقات کا مطالبہ ہوتا رہتا ہے۔ کعب بن اشرف بولا۔ ابھی تو کچھ نہیں آئندہ دیکھنا کیا ہوتا ہے۔ اور یہ تو بتاؤ اہل مدینہ کا ان کے بارے میں کیا خیال ہے؟

جواب دیا تھوڑے دنوں کے بعد وہ دست بردار ہو جائیں گے۔ اور کہا میرے ہم خیال فلاں فلاں حضرات اور ہیں۔ اور ان کو خاص ضرورت در پیش ہے کچھ قرضہ کی ضرورت ہے۔ کعب بولا کیا مضائقہ ہے لیکن اپنی عورتوں کو رہن رکھنا پڑے گا۔ ابو نائلہ بولے یہ تو اس وجہ سے مشکل ہے کہ آپ عرب میں حسین ترین ہیں۔ ہماری عورتیں بھی ہمارے ہاتھ سے چلی جائیں گی۔ اس نے کہا کہ پھر اپنے لڑکوں کو رہن رکھ دیجئے! ابو نائلہ نے کہا۔ لوگ کہیں گے کہ محض کھانے کے لئے اولاد کو رہن رکھ دیا۔ ہمارے پاس ہتھیار ہیں وہ رکھ سکتے ہیں۔ ہم رات کو آئیں گے کعب نے قبول کر لیا اور کہا جب چاہیئے تشریف لائیے! ابو نائلہ نے آکر اپنے ساتھیوں کو خبر دی اور

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ اگلے دن شام کو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بقیع غرقد تک دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔ وہ شب چودھویں رات تھی۔ چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ یہ پانچوں آدمی کعب کے قلعہ کے پاس آئے اور آواز دی۔ کعب اٹھا اور دروازہ کی طرف بڑھا اور اس کی عورت نے اس کا دامن پکڑا اور کہا۔ اس وقت نہ جاؤ۔ اس آواز سے خون ظاہر ہو رہا ہے۔ کعب نے کہا غلط ہے میرا بھائی محمد بن مسلمہ یا ابو نائلہ ہے۔ عورت نے پھر روکا۔ کعب نہ مانا۔ عورت نے قسم کھا کر کہا واللہ مجھے بوئے شر آرہی ہے مگر کعب نے نہ سنا اور باہر آیا۔ محمد بن مسلمہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ میں کعب کے بالوں کو خوشبو سونگھنے کے بہانے پکڑلوں گا۔ تم اس وقت اس کو قتل کر دینا۔ اتنے میں ہی کعب آگیا اور آپس میں بات چیت ہونے لگی۔ ابو نائلہ یا محمد مسلمہ رض نے کہا اس وقت چاندنی شباب پر ہے تھوڑی دیر سیر کریں۔ کعب نے کہا بہتر ہے۔ پھر محمد بن مسلمہ رض نے کہا۔ بھائی کعب تمہارے بالوں میں سے عجیب خوشبو آرہی ہے۔ جی چاہتا ہے کہ خوب سونگھوں۔ کعب نے کہا۔ میرے نکاح میں عرب کی اجمل ترین عورت ہے۔ اور سر کو جھکا دیا۔ محمد بن مسلمہ رض نے موقع کو غنیمت جانا اور سر کے بالوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ دوسرے ساتھیوں نے ایسا وار کیا کہ تلوار پیٹ تک اتر گئی اس وقت کعب نے آواز مہیب نکالی۔ سب قبیلہ والوں نے آگ روشن کر لی۔ حارث اپنے ساتھیوں کے ہاتھوں زخمی ہو گئے تھے غرضکہ سب لوگ اس ملعون کا سر لے کر حاضر خدمت اقدس ہوئے اور اہل قلعہ دوسرے راستہ سے باہر آئے مگر کسی کو نہ پایا۔ محمد بن مسلمہ رض جب بقیع غرقد میں داخل ہوئے تکبیر کہی حضور اس وقت نماز میں تھے جان گئے کہ وہ لوگ آگئے ہیں۔ یہ لوگ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا "افلحت الوجوہ" چہرے بامراد ہوئے۔ عرض کیا۔ حضور آپ کا چہرۂ انور بامراد ہوا۔ اور سر آپ کے سامنے ڈال دیا۔ آپ نے شکر خدا ادا کیا اور حارث رض کے زخم پر لعاب دہن لگایا۔ فوراً ہی زخم آرام ہو گیا۔

روایت ہے کہ دوسرے دن قوم کعب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور کہنے لگے کہ ہمارے سردار کو بے جرم وخطا قتل کیا گیا ہے۔ فرمایا وہ ہماری ہجو کرتا تھا اور مسلمانوں کو ایذائیں دیتا تھا اور مشرکین کو جنگ کے لئے اکساتا تھا۔

قتل ابو رافع

اسی سال ۳ھ میں ابو رافع تاجر حجاز کا قتل ہوا۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ اس کا قتل ۴ھ میں ہوا ہے۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ ۵ھ میں ہوا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ۶ھ میں ہوا ہے کہتے ہیں کہ اس کا نام عبداللہ تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کو سلام بن حقیق بھی کہتے ہیں۔ تفصیل اس کے قتل کی یہ ہے کہ جب مسلمانوں کو کعب بن اشرف کے قتل کی فضیلت معلوم ہوئی تو انھوں نے کہا اسی کی مثل ایک خزرجی دشمن اور ہے اس کو بھی ہلاک ہونا چاہیئے۔ رائے یہ طے پائی کہ ابو رافع ایذاء حضرت اور مسلمانوں میں بہت دلیر ہے اور مشرکوں کی ہر طرح امداد کرتا ہے۔

ابو رافع کا ایک بھائی کنانہ بن ابی حقیق شوہر صفیہ ام المومنین رضؓ تھا اور اس نے خیبر کے نواح میں قلعہ بنایا تھا۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کے قتل کے لئے اجازت چاہی آپ نے اجازت دے دی چنانچہ عبداللہ بن عتیک رضؓ۔ عبداللہ بن انیس رضؓ۔ عبداللہ بن عتبہ رضؓ ابو قتادہ رضؓ تیار ہوئے۔ عبداللہ بن عتیک رضؓ کو ان پر امیر مقرر کیا گیا۔ جب یہ لوگ اس کے قلعہ کے قریب پہنچے تو شام ہو چکی تھی۔ عبداللہ بن عتیک رضؓ نے دوستوں سے کہا۔ آپ یہیں رہیں میں جاتا ہوں اور کوئی حیلہ کرتا ہوں ممکن ہے کہ کارگر ہو جائے۔ یہ کہہ کر روانہ ہو گئے جب قلعہ کے دروازہ کے پاس پہونچے۔ تو کپڑے اوپر کرکے اس طرح بیٹھ گئے جیسا کہ پاخانہ کرتے ہیں۔ چند آدمی دروازے پر آئے۔ اور دربان کو آواز دی دربان نے کہا بندۂ خدا جلد آ ورنہ دروازہ بند کرتا ہوں۔ عبداللہ بن عتیک کہتے ہیں میں دروازہ میں داخل ہو گیا اور اندر جا کر چھپ گیا۔ دربان نے دروازہ بند کرکے چابیاں ایک کھونٹی میں ٹانگ دیں۔ جب وہ سو گیا اور آمد و رفت بند ہو گئی۔ تو میں اٹھا اور چابیاں اٹھا کر دروازہ کھولا۔ اور سوچا اگر اہل قلعہ نے دیکھ لیا تو بھاگ جاؤں گا۔

ابو رافع اوپر کی منزل میں تھا۔ ایک قصہ گو اس کو قصہ سنا رہا تھا۔ میں نے توقف کیا تاکہ قصہ پورا ہو جائے جب وہ سنتے سنتے سو گیا تو بالاخانہ کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوا۔ ابو رافع اپنے اہل و عیال کے درمیان سو رہا تھا۔ گھر میں اندھیرا تھا۔ مجھے اس کے سونے کی جگہ معلوم نہ تھی۔ میں نے کہا اے ابو رافع! وہ بیدار ہو گیا۔ اور کہا کون ہے؟ میں نے آواز پر تلوار چلا دی مگر دہشت کی وجہ سے ضرب کاری نہ پڑی۔ فوراً ہی گھر سے باہر آ گیا اور تھوڑی دیر

توقف کیا۔ اور پھر گیا اور آواز بدل کر بولا۔ یہ آواز کیسی تھی؟ بولا۔ کوئی آدمی گھر میں تھا جو تلوار لے کر میرے سامنے آیا۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ اس کی بیوی بیدار ہوئی۔ اور بولی! ابورافع یہ آواز عبداللہ بن عتیکؓ کی معلوم ہوتی ہے بولا۔ تیری ماں تجھے نہ پائے۔ عبداللہ بن عتیکؓ کا یہاں کیا کام؟ میں نے آواز پر تلوار چلادی اور جانا کہ شاید وار پورا نہیں ہوا۔ پھر میں نے تلوار اس کے پیٹ پر زور سے دبائی۔ اس کی عورت اس کی کمر کی طرف سے باہر آئی۔ میں بھی باہر آگیا۔ اور ایک ایک دروازہ کھولتا ہوا زینہ سے باہر آگیا چونکہ چاندنی رات تھی۔ میں سمجھا کہ میں نیچے آگیا ہوں گر پڑا اور میری پنڈلی ٹوٹ گئی۔ میں نے مضبوطی سے اپنے عمامہ سے اس کو باندھ دیا۔ اور ایک ٹانگ سے سرکتا ہوا قلعہ سے باہر آگیا اور اپنے دوستوں سے آملا اور تھوڑا توقف کیا کہ صبح ہوتے ہی یہ آواز ہمارے کانوں میں آئی "ابورافع تاجر حجاز قتل ہوگئے" ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپ نے اپنا دست مبارک میری پنڈلی پر پھیرا۔ فوراً ہی آرام ہوگیا۔ یہ روایت صحیح بخاری کی ہے۔ قتل ابورافع میں اور دیگر روایات بھی ہیں مگر یہ سب سے اولیٰ ہے واللہ اعلم۔

۱۔ اسی سال ۳ھ میں نور دیدۂ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسنؓ پیدا ہوئے۔

۲۔ اسی سال ۳ھ میں حضرت عثمان بن عفانؓ کا عقد حضرت ام کلثومؓ سے ہوا۔

۳۔ اسی سال ۳ھ میں حضرت عمرؓ نے اپنی صاحبزادی حضرت حفصہؓ کا عقد جناب رسول اللہ صلعم کیساتھ کیا۔

۴۔ اسی سال ۳ھ میں حضرت زینب بنت خزیمہؓ کا عقد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔

غزوہ احد

اسی سال ۳ھ میں غزوہ احد ہوا۔ سبب اس کا یہ بیان کیا ہے کہ جب مشرکین بدر سے واپس ہوئے تو ابھی تک وہ قافلہ جو ملک شام سے ابوسفیان کی سرکردگی میں واپس آیا تھا دارالندوہ میں محبوس تھا اس وجہ سے کہ چند سرگروہ اس کے غائب تھے اشراف قریش ابوسفیان کے پاس آئے اور کہا کہ اس قافلہ کا منافع لشکر کی تیاری پر صرف کیا جائے گا۔ اور "محمد صلعم" سے دوبارہ جنگ کی جائے گی ابوسفیان نے کہا آپ لوگوں کی مرضی ہے!

ابو سفیان نے کہا ہے میری رائے ہے سب سے پہلے بنو منات نے اتفاق کیا۔ لہٰذا سامان قافلہ کو فروخت کیا گیا۔ کل سرمایہ ہزار اونٹ اور پچاس ہزار دینار کا تھا۔ ایک دینار کی قیمت پر ایک دینار منافع ملا اصل قیمت مالکوں کو دے دی گئی۔ اور منافع کو لشکر کی تیاری پر صرف کیا گیا۔ اور اسی بارے میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

الذین کفروا ینفقون اموالھم	کافر اپنے مالوں کو اللہ کے راستے
لیصدوا عن سبیل اللہ	سے روکنے کے لئے خرچ کرتے ہیں،
فسینفقونھا ثم تکون علیھم	وہ خرچ کریں پھر ان پر حسرت ہوگی
حسرۃ ثم یغلبون (انفال ۵ع)	پھر شکست کھائیں گے۔

اور مختلف قاصدوں کو اطراف و جوانب میں بھیجا تاکہ قبائل عرب سے تعاون حاصل کیا جائے۔ اس بارے میں اختلاف ہو گیا تھا کہ اس مرتبہ عورتوں کو ساتھ لے جانا چاہیئے یا نہیں؟ آخر میں لے جانا طے پایا تاکہ وہ جنگی سپاہیوں کو عار دلائیں۔

روایت ہے کہ حضرت عباس رضؓ نے ان ایام میں مکہ ہی میں تھے انھوں نے بنی غفار کے ایک آدمی کو اجرت پر لیا اور کہا کہ تین دن کے اندر اندر مدینہ خبر پہونچا دے اور ایک مکتوب مہر لگا کر حوالہ کیا۔ اس مکتوب میں کافروں کے حملہ کا راز لکھا تھا۔ وہ قاصد مدینہ میں آیا اس وقت جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد قباء میں تھے قاصد نے سواری کا جانور مسجد کے دروازہ پر چھوڑا اور مسجد میں داخل ہوا۔ اور مکتوب پیش کیا آپ نے وہ مکتوب ابی بن کعب رضؓ کو دیا۔ انھوں نے سنایا اور کہا اس کا مضمون لوگوں سے پوشیدہ رکھا جائے۔ آپ سعد بن ربیع کے یہاں تشریف لائے اور فرمایا کوئی گھر میں تو نہیں ہے؟ عرض کیا کوئی نہیں! آپ نے تمام حالات سنائے۔ سعد نے کہا حضور اس معاملہ میں آپ کے حق میں خیر ہوگی۔ آپ مدینہ واپس تشریف لائے اور تاکید کر دی ابھی کسی سے نہ کہنا۔ لیکن سعد نے اپنی بیوی سے ذکر کر دیا اور عورت

۵ے شیخ نے اس جگہ ابن اسحٰق کی روایت کو اختیار کیا ہے اور اسی قول کو فوائد عثمانی میں ترجیح دی ہے لیکن علامہ بغوی اور حاکم نے اس کو غزوۂ بدر کی اس تیاری کے بارے میں قرار دیا ہے جو ابو جہل نے مال صرف کیا تھا آیت مبارکہ میں دونوں احتمال موجود ہیں واللہ اعلم۔ مظہری ۶۴ ج ۴۔ فوائد عثمانی ۲۳۳

نے کہا۔ یہ تو میں نے حضور کی زبانی سن لیا تھا سعد نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور کہا کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرما دیا کہ کوئی ہے تو نہیں فوراً اپنی بیوی کا گلا پکڑا اور گھسیٹتے ہوئے حضور کے پاس لائے۔ سعد کی بیوی حاملہ تھی۔ آکر عرض کیا یا رسول اللہ میری بیوی نے مجھ سے کہا تھا کہ جو کچھ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تجھ سے کہا ہے مجھے بتلا دے میں نے جب پس و پیش کیا تو کہا۔ میں نے تو سن لیا ہے۔ اب میں اس کو لایا ہوں کہ شاید آپ کو خیال ہو کہ میں نے راز فاش کیا ہے، آپ نے ارشاد فرمایا "اس کو رہنے دو"[۱] غرض کہ یہ خبر مدینہ میں مشہور ہو گئی کہ کفار مکہ فوج لے کر روانہ ہو گئے ہیں۔ ابو عامر بن راہب بھی اپنی قوم کے پچاس آدمی لے کر لشکر کفار سے جا ملا اسی طرح ۳ ہزار فوجی جن میں سات سو زرہ پوش تھے، دو سو[۲] گھوڑے تین ہزار اونٹ تھے اور تمام اشراف قریش مثلاً ابو سفیان۔ اسود بن عبد المطلب۔ جبیر بن معطم۔ صفوان بن امیہ۔ عکرمہ۔ حارث بن ہشام۔ عبداللہ بن ابی ربیعہ۔ حویطب۔ خالد بن ولید۔ ابو عزہ اسی لشکر میں موجود تھے۔ امیر لشکر ابو سفیان تھا۔

روایت ہے کہ ابو عزہ شاعر "بدر" میں گرفتار ہو گیا تھا اور اس کی خوشامد اور غربت کی وجہ سے اس شرط پر آزاد کر دیا تھا کہ آئندہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ نہ کرے گا۔ لیکن صفوان بن امیہ اس کے پاس پہنچا اور کہا کہ تجھے اس قدر مال دیا جائے گا کہ پھر فقیر نہ ہو گا اور اگر تو قتل بھی ہو گیا تو تیری اولاد کو اسی قدر مال دیا جائے گا غرضکہ اسی طرح کی باتیں کر کے ابو عزہ کو جنگ میں شریک کر لیا۔

احد کیلئے مشورہ کافروں کا یہ لشکر نہایت کروفر کے ساتھ ذی الحلیفہ پہونچا۔ اور یہاں تین دن قیام کیا جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انس رضؓ مونس رضؓ فضالہ کے بیٹوں کو جاسوسی کے لئے بھیجا۔ یہ گئے اور خبر لائے کہ تمام جنگل اونٹ اور گھوڑوں سے پٹا پڑا ہے اتنے علاقہ میں سبزہ و گھاس باقی نہیں رہا ہے۔ ان کے بعد جناب منذر رضؓ کو مزید تحقیق کے لئے بھیجا۔ انھوں نے لشکر کفار کی کیفیت اور تعداد بیان کی چنانچہ آپ نے مکتوب عباس رضؓ اور خبر جناب بن منذر دونوں میں مطابقت پائی اور "حسبنا اللہ ونعم الوکیل" کہا۔

---

۵۲ حضرات صحابہ رضؓ کا یہ تقوی اور دیانت قابل ستائش ہے۔

روایت ہے کہ یہ جنگ شنبہ کے دن ہوئی۔ شب جمعہ کا واقعہ ہے کہ سعد بن معاذؓ، سعد بن عبادہ، اسید بن حضیر اور بہادرانِ اسلام کی ایک جماعت ہتھیار بند مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے در دولت کے سامنے موجود تھی۔ اسی شب آپ نے دیکھا کہ زرہ جسم پر تنگ ہو گئی ہے۔ اور آپ کی ذوالفقار میں دندانے پڑ گئے ہیں۔ ایک گاؤ کو کسی نے قتل کیا پھر ایک دنبے کو قتل کیا۔ صبح کو آپ نے اپنے اصحاب سے بیان فرمایا اور اس کی تعبیر دی۔

زرہ محکم سے مراد مدینہ ہے اور ذوالفقار میں
دندانوں سے مراد مصیبت ناگہانی ہے۔ قتل گاؤ
سے مراد میرے صحابہ پر قتل واقع ہوگا اور قتل
دنبہ سے مراد قریش کا قتل ہے۔

روایت ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رائے مبارک تھی کہ مدینہ سے باہر نہ نکلیں چنانچہ آپ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ اکثر اکابر مہاجر و انصار اور عبداللہ بن ابی بن سلول (منافق) کی رائے حضور کی رائے کے موافق تھی۔ ابن سلول نے کہا۔ حضور! ہمارا بارہا کا تجربہ ہے کہ جب بھی کسی نے مدینہ پر حملہ کیا ہے۔ ہم نے یہیں رہ کر کامیابی حاصل کی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میرے نزدیک بھی مناسب یہی ہے کہ مدینہ میں رہیں۔ اور بچوں اور عورتوں کو محفوظ مقامات پر بھیج دیں۔ لیکن جوانانِ انصار جو غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے انھوں نے شوقِ شہادت میں مدینہ سے باہر نکلنے کی رائے دی۔

روایت ہے کہ حمزہ بن عبدالمطلبؓ۔ سعد بن عبادہؓ۔ نعمان بن مالکؓ (ان کا تعلق قبیلہ اوس و خزرج سے تھا) نے عرض کیا۔ حضور! اگر ہم نے باہر نکل کر مقابلہ نہ کیا تو کافر خیال کریں گے ہم ان کی کثرت سے ڈر گئے۔ اس وجہ سے وہ اور بھی جری ہو جائیں گے۔ غرض کہ اس قدر دلائل اور وجوہات بیان کیں کہ آپ نے باہر نکلنے کا ارادہ کر لیا۔ روایت ہے کہ وہ دن جمعہ کا تھا۔ آپ نے خطبہ میں لوگوں کو بہت زیادہ نصائح کئے اور جنگ کے بارے میں کچھ امور تلقین فرمائے۔ جن لوگوں کی خواہش باہر نکلنے کی تھی وہ بہت مسرور ہوئے۔ نماز کے بعد آپ حجرہ شریفہ میں تشریف لے گئے، ابوبکر و عمرؓ ہمراہ تھے۔ آپ نے دستار باندھی اور جنگی

لباس زیب تن فرمایا۔ باہر لوگ صف باندھے کھڑے تھے اور انتظار کر رہے تھے۔ سعد بن معاذ رضؓ اسید بن حضیر نے لوگوں سے کہا۔ "آپ لوگوں نے باہر نکلنے کے لئے حد سے زیادہ مبالغہ کیا ہے یہ مناسب نہیں ہے بلکہ جو امر آسمان سے نازل ہوتا اس پر عمل کرتے۔ اسی دوران آپ گھر سے مسلح ہو کر باہر تشریف لائے۔ آپ نے زرہ زیب تن فرما رکھی تھی۔ چمڑے کی پیٹی کمر میں۔ تلوار لٹکائے ہوئے ڈھال کندھے پر ڈالے ہوئے نیزہ ہاتھ ہاتھ میں لئے ہوئے تھے۔ صحابہؓ نے جب آپ کو اس ہیئت میں دیکھا شرمندہ ہوئے اور عرض کیا حضور! جو آپ کی رائے مبارک ہے وہی کریں۔ ہم اسی پر راضی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا۔ اب "رسول" کے لئے مناسب نہیں ہے کہ بغیر جنگ کئے ہتھیار اتارے[۱]۔ اب جو کہوں وہ کرو! انشاء اللہ تعالیٰ تم کو کامیابی ہوگی۔ اس وقت آپ نے تین نیزے طلب فرمائے ان کے تین جھنڈے بنائے۔ اوس کا جھنڈا اسید بن حضیر کے ہاتھ میں۔ خزرج کا جھنڈا خباب بن منذر رضؓ کے ہاتھ میں اور مہاجرین کا جھنڈا علی بن ابی طالب رضؓ کے ہاتھ میں تھا۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ مصعب بن عمیر رضؓ کے ہاتھ میں تھا۔ مدینہ پر ابن ام مکتوم رضؓ کو خلیفہ مقرر فرمایا۔ اور گھوڑے پر سوار ہو کر احد کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرات صحابہ رضؓ مسلح آپ کے ساتھ تھے۔ سو زرہ پوش تھے۔ دونوں سعد زرہ پہنے ہوئے آپ کے آگے آگے چل رہے تھے۔

میدانِ احد میں آمد

روایت ہے کہ جمیل بن سراقہ ضمری رضؓ آپ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے جب سے اپنا خواب سنایا ہے میں رنجیدہ ہوں۔ آپ نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا، جب آپ منزل شیخین پر پہنچے تو ایک گروہ سامنے آیا۔ آپ نے دریافت کیا یہ کون؟ بولے ہم ابن سلول کے ساتھیوں میں سے ہیں ہمیں یہود نے مشورہ دیا ہے کہ نہ کافروں کی مدد کرو اور نہ کافروں کے خلاف مدد کرو۔

اسی جگہ لڑکوں کی ایک جماعت حاضر خدمت ہوئی۔ مثلاً ابن عمر۔ زید بن ثابت۔ اسامہ بن زید۔ زید بن ارقم۔ براء بن عازب۔ اسید بن ظہیر۔ عروبہ بن اوس۔ ابوسعید خدری۔ سمرۃ بن جندب رافع بن خدیج۔ ان سب کو آپ نے مدینہ واپسی کا حکم فرمایا۔ ظہیر رضؓ نے کہا یا رسول اللہ

---

[۱] آئندہ ابواب میں اس کو خصائص میں شمار کیا ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم۔ رافع خوب تیر اندازی جانتے ہیں۔ رافع نے پنجوں کے بل کھڑے ہو کر اپنا قد لمبا کر کے پیش کیا، دیکھئے! میں کتنا بڑا ہوں اور مجھے اجازت دیجئے! حضور نے شاباشی دی۔ آپ نے ان کو اجازت دیدی جب حضرت سمرۃ بن جندب نے دیکھا تو اپنے سوتیلے باپ مری بن سنانؓ سے کہا دیکھئے! رافع کو اجازت مل گئی ہے میں رہ گیا ہوں حالانکہ میں رافع کو زمین پر پٹخ دوں گا۔ حضور صلعم سے یہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا۔ اچھا کشتی ہو! سمرۃ نے رافع کو زمین پر گرا دیا آپ نے اس کو شاباشی دی اور اجازت مرحمت فرما دی۔

جب شام ہو گئی حضرت بلال نے مغرب کی اذان دی۔ اور نماز جماعت سے ادا کی گئی اور رات اسی منزل میں گذاری۔ اور آپ بنی نجار میں تشریف لائے۔ اور محمد بن مسلمہؓ کو فرمایا۔ پچاسی آدمیوں کو ساتھ لشکر کی چوکیداری کریں۔ لشکر مشرکین قریب تھا اور دیکھ رہا تھا کہ جو کچھ مسلمان کر رہے تھے۔ ان کی چوکیداری۔ عکرمہ بن ابی جہل کے ذمہ تھی۔

عشا کی نماز کے بعد آپ نے سب کو سو جانے کا امر فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا آج کون پہرہ دے گا؟۔ ذکوان اٹھے۔ آپ نے فرمایا۔ کون؟۔ عرض کیا ذکوان۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹھ جاؤ۔ پھر فرمایا تو ابو سبع اٹھے فرمایا۔ کون؟۔ عرض کیا۔ ابو سبع!۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹھ جاؤ۔ پھر فرمایا تو ابن عبد قیس اٹھے۔ فرمایا۔ کون؟۔ عرض کیا۔ ابن عبد قیس! فرمایا۔ بیٹھ جاؤ اور تھوڑی دیر سوچنے کے بعد ارشاد فرمایا۔ اچھا تینوں حضرات کھڑے ہو جائیں۔ حضرت ذکوان کھڑے ہوئے۔ آپ نے فرمایا تمہارے دونوں ساتھی کہاں ہیں؟ عرض کیا۔ حضور! تینوں دفعہ میں نے ہی عرض کیا تھا (یعنی ایک مرتبہ نام بتلایا۔ اور دو مرتبہ ابو سبع۔ ابن عبد قیس کنیت ظاہر کی)۔ آپ نے فرمایا۔ خدا تمہاری حفاظت کریگا۔ یہ اٹھے اور پوری رات لشکر اسلام اور خیمہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پہرہ دیا۔ صبح ہوتے ہی آپ نے "راہبر" کو طلب فرمایا۔ ابو خثیمہؓ اٹھے اور اس خدمت کو قبول کیا۔ آپ گھوڑے پر سوار ہو کر احد کی طرف روانہ ہوئے۔

جب لشکر اسلام کا گذر قبیلہ بنی حارثہ سے ہوا تو ایک اندھا منافق اپنی دیوار پر بیٹھا ہوا تھا۔ خبر ہوتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ اور لشکر اسلام کے سامنے مٹی چھڑک دی اور کہا۔ اگر آپ رسول خدا ہوتے تو ادھر کو نہ آتے۔ سعد بن زید اشہلی نے نہایت زور سے کمان اس کے سر پر ماری کہ اس

کا سر کھل گیا۔ آپ نے فرمایا "چھوڑ دو! یہ آنکھ سے بھی اندھا اور دل سے بھی اندھا ہے" یہ دیکھ کر قبیلہ کے چند منافقین اور جمع ہو گئے اور بولے۔ اے سعد! یہ بنی اشہل کی پرانی عداوت نکالی ہے۔ جواب دیا نہیں! یہ تمہارے نفاق کا نتیجہ ہے اگر حضور کا اشارہ نہ ہوتا تو میں تمہیں قتل کر دیتا۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا۔ چھوڑ دو!

روایت ہے کہ صبح کی نماز آپ نے میدانِ احد میں ادا کی۔ آپ ایک زرہ پہنے ہوئے تھے اس کے اوپر دوسرا زرہ بھی زیب تن فرمایا[1] اور "مغفر" سر کے اوپر اوڑھا۔ ابن سلول یہاں سے پہلے ہی اپنے تین سو آدمیوں کو لے کر واپس ہو گیا تھا۔ عبداللہ بن عمرو بن حرام رضؓ ان کے پیچھے گئے اور ہر چند ان کو سمجھایا مگر وہ لوگ نہ مانے جب یہ لوگ مدینہ میں داخل ہو گئے تو عبداللہ بن عمرو بن حرام رضؓ نے ان کو بددعا دی کہ خدا تمہیں ہلاک کرے اور واپس لوٹ آئے اور لشکرِ اسلام سے آکر مل گئے۔

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضؓ کی صفوف اس طرح ترتیب دیں کہ "کوہِ احد" پشت کی جانب رکھا اور مدینہ منورہ سامنے رہا اور مقام "عینین" بائیں طرف۔ یہ ایک خطرناک گھاٹی تھی۔ اِدھر سے دشمن آسکتا تھا۔ یہاں آپ نے عبداللہ بن جبیر رضؓ کو پچاس تیر انداز دے کر مقرر فرمایا۔ اور فرمایا تم لوگ کسی حال میں بھی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا خواہ ہم غالب ہوں یا مغلوب ہوں! اگر ہم مالِ غنیمت جمع کریں تب بھی تم نہ آنا اور نہ کوئی امداد کرنا" عکاشہ بن محصن رضؓ کو میمنہ پر۔ ابو سلمہ رضؓ کو میسرہ پر مقرر کیا۔ اور ابو عبیدہ بن جراح۔ سعد بن ابی وقاص رضؓ کو مقدمہ پر۔ اور مقداد بن عمرو رضؓ کو ساقہ پر رکھا۔ مشرکین نے بھی اپنی صفوف درست کیں۔ میمنہ پر خالد بن ولید کو میسرہ پر عکرمہ کو مقرر کیا اور صفوان بن امیہ کو عمرو بن عاص کے ساتھ سواروں کا امیر مقرر کیا۔ عبداللہ بن ربیعہ کو تیر اندازوں کا امیر مقرر کیا۔ لشکر کفار میں سو تیر انداز تھے۔

---

[1] غزوہ احد اور غزوہ حنین دونوں میں آپ نے دو زرہیں زیب تن فرمائی تھیں۔ اس میں دلیل ہے کہ حتی المقدور اسباب کو اختیار کرنا توکل اور تقویٰ کے خلاف نہیں ہے زاد المعاد ج ۱/۲۲۲ یہ بھی معلوم رہے کہ واللہ یعصمک من الناس۔ الآیہ۔ اور اللہ آپ کی لوگوں سے حفاظت فرمائے گا۔ غزوہ حنین سے قبل نازل ہو چکی تھی۔ قرآنی بشارت کے باوجود اس قدر حفاظت کرنا اس سے ہماری رائے کی تائید ہو رہی ہے۔ عزیز الرحمٰن عفرلہٗ

کافروں کا جھنڈا طلحہ بن ابی طلحہ کے ہاتھ میں تھا۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کافروں کا جھنڈا کس کے پاس ہے؟ عرض کیا بنی عبدالدار کے پاس۔ آپ نے فرمایا۔ مصعب بن عمیر رضؓ کہاں ہیں؟ عرض کیا حاضر ہوں۔ ارشاد فرمایا۔ وہ جھنڈا۔ انھوں نے جھنڈا لیا اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے روانہ ہوئے۔

سب سے پہلے کافروں کی طرف سے ابوعامر فاسق نے (جس کے ساتھ اس کی قوم کے پچاس تیر انداز تھے) لشکر اسلام کی طرف تیر باری شروع کی۔ مسلمانوں نے کہا خدا تجھے ہلاک کرے۔ کافروں کی طرف غلاموں نے پتھر برسانے شروع کئے۔ مسلمانوں نے بھی تیر برسائے اور پتھر برسائے۔ اس کا نتیجہ ہوا کہ ابوعامر فاسق مع اپنے آدمیوں کے بھاگ نکلا۔ مشرکین کی عورتوں نے مردوں کو ابھارا اور رجزیہ اشعار پڑھے تیراندازنِ اسلام غالب آگئے۔ اور جماعت ہوازن (تیرانداز) نے پشت دے کر بھاگنا شروع کیا طلحہ بن ابی طلحہ جن کے ہاتھ میں کافروں کا جھنڈا تھا نے مبارزت طلب کی۔ حضرت علی رضؓ مقابلہ کو آئے اور ایسا تلوار کا ہاتھ مارا کہ بھیجا نکل پڑا۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ اس کا پیر کٹ گیا اور وہ گر پڑا اس کا ستر عورت بھی کھل گیا۔ اس نے حضرت علی رضؓ سے معافی چاہی۔ انھوں نے چھوڑ دیا۔ جب ان سے دریافت کیا تو فرمایا کہ ستر عورت کھل گیا تھا اور اس نے معافی مانگ لی تھی۔ مجھے اس کو قتل کرتے ہوئے شرم معلوم ہوئی۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت مصعب بن عمیر رضؓ نے اس کو قتل کر دیا تھا" کہتے ہیں دنبہ کے قتل ہونے کی تعبیر یہی تھی" اس کے قتل سے مسلمانوں کو خوشی ہوئی۔ سب نے تکبیر بلند کی اور حملہ کر دیا جس سے کافروں کی صفوف کا نظام درہم برہم ہو گیا۔

طلحہ بن ابی طلحہ کے بعد کافروں کا جھنڈا عثمان بن ابی طلحہ نے اٹھایا۔ حضرت حمزہ نے تلوار کا ایک وار ایسا کاری لگایا کہ کندھے سے ہاتھ جدا ہو گیا اور تلوار نیچے تک اتر گئی" حضرت حمزہ انا ابن ساقی الحجیج کہتے ہوئے واپس ہوئے۔ فوراً ہی ابوسعید بن ابی طلحہ نے جھنڈا اٹھایا۔ حضرت سعد بن وقاص رضؓ نے ایک تیر ایسا مارا کہ گلے کے پار ہو گیا۔ مثل کتوں کے زبان باہر نکل گئی" اس کے بعد مسافع بن طلحہ بن ابی طلحہ نے اٹھایا فوراً ہی ایک تیر عاصم بن ثابت رضؓ نے مارا جو اس کے سینہ پر پڑا اور وہ ہلاک ہو گیا اس کی لاش کو اٹھا کر اس کی ماں کے پاس لائے۔

جس کا نام "سلاقہ بنت سعد تھا۔ ماں نے دریافت کیا کس نے تیر مارا ہے جواب دیا" انا سنا گیا ہے۔ انا ابن ابی افلح سلاقہ نے نذر کی میں اس کی کھوپڑی میں شراب پیوں گی۔ اس کے بعد حارث بن طلحہ بن ابی طلحہ نے جھنڈا اٹھایا۔ عاصم رضؓ نے اس کو بھی تیر سے ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد کلاب بن ابی طلحہ نے جھنڈا اٹھایا۔ حضرت زبیر بن عوام رضؓ نے اس کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد جلاس بن ابی طلحہ نے جھنڈا اٹھایا اس کو طلحہ بن عبید اللہ نے قتل کر دیا۔ اس کے بعد ارطاۃ بن شرحبیل نے جھنڈا اٹھایا اس کو حضرت علی رضؓ نے قتل کر دیا۔ اس کے بعد شریح بن قانط نے جھنڈا اٹھایا۔ راوی کہتا ہے کہ اس کے بارے میں معلوم نہیں کہ وہ قتل ہوا یا نہیں؟ اس کے بعد بنی عبد الدار کے غلام "صواب" نے جھنڈا اٹھایا اس کو سعد بن وقاص بقول دیگر حضرت علی رضؓ بقول دیگر۔ قزمان نے اس کو قتل کر دیا۔ غرضکہ بنی عبد الدار کے سب علم بردار کام آگئے تو عمرۃ بنت علقمہ نے قریش کا جھنڈا اٹھایا۔ اس روز جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے تھے۔ اس میں ایک طرف یہ کندہ تھا۔

فی الجبن عار وفی الاقبال	بزدلی میں ذلت ہے اور مقابلہ میں عزت
مکرمۃ والمرء یا لجبن	ہے۔ آدمی بزدلی سے تقدیر الٰہی سے
لا ینجی من القدر	نجات نہیں پا سکتا۔

آپ نے فرمایا۔ کون ہے جو اس تلوار کو مجھ سے لے۔ اور اس کا حق ادا کرے۔ بہت سے حضرات نے لبیک کہا آپ نے کسی کو نہ دی۔ حضرت ابو دجانہ رضؓ حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ میں اس کا حق ادا کروں گا۔ حضرت ابو دجانہ رضؓ پہلوان قسم کے آدمی تھے۔ سرخ پٹی سر پر باندھا کرتے تھے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے تلوار لے کر اکڑتے ہوئے چلے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

یہ چلنا خدا کو پسند نہیں ہے۔ مگر اس جیسے موقع پر چلنا محبوب ہے۔

یہ تلوار لے کر حضرت ابو دجانہ کافروں کی جس صف پر بھی حملہ کرتے اس کو درہم برہم کر دیتے تھے اور اس کو اتنا پیچھے دھکیل دیتے کہ پہاڑ سے جا ملتے تھے۔ وہاں کافروں کی

عورتیں رجزیہ اشعار پڑھتیں اور دف بجاتیں۔ ایک دفعہ ہندہ نے بھی تلوار کا وار کیا۔ لیکن انہوں نے اس کو کچھ نہ کہا اور کہا "تجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تلوار زیادہ بزرگ ہے" مسلمانوں نے اتنا شدید حملہ کیا کہ کفار بھاگ گئے۔ ان کی عورتیں بھی دف چھوڑ چھوڑ کر بھاگ پڑیں اور ایسی بدحواسی طاری ہوئی کہ کپڑے تک گر پڑے۔ ان کے جھانور تک دکھائی دینے لگے۔ خالد بن ولید نے گھاٹی سے حملہ کیا مگر وہاں سے تیر باری شروع ہوئی کہ خالد بن ولید کو بھی پسپا ہونا پڑا۔ غرضکہ سب بھاگ گئے اور مکمل طور پر شکست ہو گئی۔

نقشہ بدل گیا مسلمان جب مالِ غنیمت اکٹھا کرنے لگے۔ تو گھاٹی والوں نے بھی ادھر توجہ کی۔ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے ہر چند نصیحت کی اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم یاد دلایا مگر کسی نے نہ سنا اور بولے۔ حضورؐ کی مراد ہرگز یہ نہ تھی جو آپ فرما رہے ہیں۔ دس آدمیوں کے علاوہ سب ہٹ گئے۔ خالد بن ولید نے جب چند آدمیوں کو دیکھا تو واپس ہو گئے۔ عکرمہ بن ابی جہل بھی واپس ہو گیا اور سب نے مل کر حضرت عبداللہ بن جبیرؓ اور ان کے چند ساتھیوں پر حملہ کیا۔ اور سب کو شہید کر دیا اور مسلمانوں کے اوپر پیچھے کی طرف سے حملہ آور ہوئے۔ مسلمان بے خبری میں تھے سنبھل نہ سکے اس طرح دنیوی لالچ کی وجہ سے لشکرِ اسلام کو یہ برا وقت دیکھنا پڑا۔ شیطان نے جعال بن سراقہ کی شکل بنا کر شور کیا "محمد صلعم قتل ہو گئے ہیں" مسلمانوں نے یہ سنا اور ہوش اڑ گئے آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے۔ "شعار جنگی تک بھول گئے" چنانچہ خود اسید بن حضیرؓ کے دو زخم مسلمانوں ہی کے ہاتھ سے پہونچے تھے۔ مسلمانوں نے جعال بن سراقہ پر حملہ کیا اور اس کو قتل کر دیا کیونکہ آواز اسی سے سُنی تھی۔ خوات بن جبیرؓ اور ابو بردہؓ گواہی دیتے ہیں۔ جعال ہمارے پاس ہی تھا جس وقت آواز دی تھی۔ لیکن ہم نے اس کو اس کے علاوہ دوسرے سے سنا تھا۔ دو زخم ابو بردہؓ پر بھی آئے تھے۔ اس قسم کی باتیں اور ان زخموں کے بارے میں جب حضورؐ کے سامنے ذکر آیا تو آپ نے فرمایا "وہ سب فی سبیل اللہ ہیں"

روایت ہے کہ حذیفہ کے والد یمان پر مسلمانوں نے حملہ کر دیا اور ان کو قتل کر دیا۔ حضرت حذیفہ نے ہر چند منع کیا مگر کسی نے نہ سنا۔ حضرت حذیفہ نے کہا خدا تم پر رحم کرے تم نے تو میرے

باپ کو قتل کر دیا جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے حذیفہؓ کو دیت دلائی لیکن انھوں نے اس دیت کو مسلمانوں پر ہی صدقہ کر دیا۔

روایت ہے کہ مصعب بن عمیر مسلمانوں کے علم بردار تھے۔ جب وہ شہید ہو گئے تو ایک فرشتہ نے ان ہی کی صورت میں متشکل ہو کر علم اٹھایا۔ جب جنگ سے فراغت ہوئی تو آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مصعب! آگے چلو!" فرشتہ نے جواب دیا میں مصعبؓ نہیں ہوں تب آپ کو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے لشکر اسلام کی علمبرداری اس طرح فرمائی ہے" تب ابوالروم جو حضرت مصعبؓ کے برادر تھے انھوں نے جھنڈا اٹھایا اور آگے آگے چل کر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے

روایت ہے کہ اس دن مشرکین کا شعار" یاللعزی یالہبل" تھا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ بہت سے مسلمان فرار کر گئے" لیکن رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ ثابت قدم رہے اور جنگ کرتے رہے۔ جب تیر ختم ہو گئے تو آپ نے پتھر برسانے شروع کئے۔ فرشتے اگرچہ اس دن موجود تھے لیکن انھوں نے جنگ میں شرکت نہیں کی تھی[1]۔ جبرئیلؑ اور میکائیلؑ دو سفید پوش مردوں کی صورت میں آپ کے دائیں بائیں ہو کر حفاظت کر رہے تھے۔ صاحب تلخیص المغازی نے ذکر کیا ہے کہ چودہ[۱۴] نفر آپ کے صحابہؓ میں سے باقی تھے۔ ۷ مہاجر اور ۷ انصار مہاجرین میں سے ابو بکر۔ عمر۔ علی۔ عبدالرحمن۔ سعد بن ابی وقاص۔ طلحہ بن عبید اللہ۔ ابو عبیدہؓ زبیر بن عوام اور انصار میں سے حباب بن منذر۔ ابودجانہ۔ عاصم بن ثابت۔ سہل بن حنیف اسید بن حضیر۔ سعد بن معاذ۔ حارث بن صمہ اور کہتے ہیں محمد بن مسلمہ بھی تھے۔ ان چودہ میں سے آٹھ حضرات نے اسی روز اپنی موت پر بیعت کی تھی۔ جن میں تین مہاجر تھے اور پانچ انصار تھے

---

[1] اس سے نہایت واضح اشارہ ہے کہ امیر کی نافرمانی کے اثرات ملاء اعلیٰ تک پڑتے ہیں۔ اور نصرت خداوندی دور رہتی ہے باوجودیکہ حضور صلعم موجود تھے لیکن فرشتے جنگ میں شریک نہیں تھے معلوم ہوا کہ اطاعت امیر بقائے اسلام اور احیاء اسلام کے مترادف ہے اور اس کی نافرمانی انہدام اسلام کے مترادف ہے اور ایسے لوگوں کی نصرت نہیں کی جاتی ہے جس دن سے ہندوستان میں نظام خلافت مسلمانوں کے ہاتھ برباد ہوا ہے اس دن سے ان کو بھی سکون نہیں ملا ان کے صلحا اور مشائخ بھی اس تنزل سے مسلمانوں کو نہیں روک سکے۔
عزیز الرحمٰن

یہ حضرت جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے جنگ کر رہے اور کہتے تھے۔

وجھی دون وجھک ، نفسی دون نفسک

حضرت علی رضؓ کی بہادری

حضرت علی رضؓ سے روایت ہے کہ جب کافروں نے مسلمانوں پر غلبہ کر لیا تو حضور میری نظروں سے غائب ہو گئے۔ میں مقتولوں کے درمیان گیا اور احتیاط سے دیکھا لیکن میں نے آپ کو نہ پایا تب اپنے جی میں کہا۔ آپ شہید نہیں ہوئے ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے فعل کی وجہ سے ہمارے اوپر غضب نازل کیا ہے کہ اپنے رسول کو آسمان پر اٹھا لیا ہے۔ لہٰذا اب بہتر یہی ہے کہ جنگ کرتا ہوا میں بھی شہید ہو جاؤں۔ میں نے تلوار کھینچی اور کافروں کے جھنڈ پر حملہ کر دیا۔ اسی اثنا میں۔ میں نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ سلامت ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ فرشتوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی ہے۔

روایت ہے کہ میدان احد میں جب آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم تنہا رہ گئے تو آپ کو غصہ آیا اس وقت آپ نے حضرت علی رضؓ کو جنگ کرتے پایا کہ برابر کھڑے ہوئے لڑ رہے ہیں۔ فرمایا۔ علی! تم دوسروں کی طرح نہیں بھاگے۔ حضرت علی رضؓ نے عرض کیا۔

ان لی بک اسوۃ

میرے لئے آپ کی اقتداء ہے

آپ نے فرمایا۔ علی! کافروں کی اس جماعت سے میرا تحفظ کرو! حضرت علی رضؓ نے ان کو مار بھگایا۔ بہت سے اس میں سے قتل ہو گئے تو دوسری ٹکڑی آئی۔ حضرت علی رضؓ نے ان کو بھی بھگا دیا اور کچھ کو ٹھکانے لگا دیا اس وقت حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا حضور! یہ کمال محبت اور کمال بہادری ہے آپ نے ارشاد فرمایا۔

انہ منی وانا منہ [1]

وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں

---

[1] جمع الفوائد مناقب علی رضؓ میں صرف اسی قدر ہے جس کو ترمذی اور رزین نے روایت کیا ہے بعد کے الفاظ نہیں ہیں اور سیرت کی متعدد کتابوں میں حضرت علی رضؓ سے متعلق واقعہ مندرجہ کو ذکر نہیں کیا ہے۔ غالباً اس باب میں علامہ ذہبی کی تنقید کو قبول کیا گیا ہے۔ ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں اسی قبیل سے حضرت علی رضؓ سے متعلق روایتوں کو موضوع قرار دیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے آخری فصول موضوعات کبیر از ملا علی قاری

جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا۔

انا منکما — اور میں تم دونوں میں سے ہوں

کہتے ہیں اس وقت ندائے غیبی سنائی دی۔

لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار — علی کے علاوہ کوئی جوان نہیں اور ذوالفقار کے علاوہ کوئی تلوار نہیں

اس حدیث کو اس طرح بہت سے اکابر محدثین اور اہل سیر نے روایت کیا ہے لیکن علامہ ذہبی جو فن رجال میں کسوٹی ہیں انھوں نے میزان الاعتدال میں اس کو ضعیف کہا ہے اور راوی کی تکذیب کی ہے۔

حضور صلعم کے قتل کے درپے ہونا

کافروں میں سے چار آدمیوں نے آپس میں عہد کیا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور قتل کریں گے۔ عبداللہ بن شہاب۔ عتبہ بن ابی وقاص۔ ابن قمیہ۔ ابی بن خلف اور ایک روایت یہ ہے کہ عبداللہ بن حمید بھی اس میں شامل ہیں۔ ابن قمیہ نے ایک پتھر ایسا تاک کر مارا کہ آپ کا چہرۂ انور زخمی ہو گیا۔ خود کے حلقے رخساروں میں گھس گئے اور پیشانی مبارک خون آلود ہو گئی۔ آپ اس کو اپنی چادر سے صاف کر رہے تھے اور فرما رہے تھے۔

کیف یفلح قوم فعلوا ھذا نبیھم وھو یدعوھم الی اللہ — وہ قوم کس طرح فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کے ساتھ یہ کیا ہے۔ اور وہ ان کو خدا کی طرف بلا رہا تھا

اس وقت یہ آیت نازل ہوئی

لیس لک من الامر شئ او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظالمون [1] — آپ کے بس میں کچھ نہیں کہ ان پر توبہ کریں یا ان پر عذاب کیا جائے وہ ظالم ہیں۔

روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا "کہ میں اپنا خون اس وجہ سے صاف کر رہا ہوں کہ اگر

---

[1] رواہ احمد و ترمذی و نسائی۔ شرح مواہب ص ۴۰ ج ۲

زمین پر خون کا قطرہ بھی گر پڑا تو اہل زمین پر عذاب نازل ہوگا اور ارشاد فرمایا :-

اللّٰھم اھدِ قومی فانھم — الٰہی میری قوم کو ہدایت دے وہ
لا یعلمون — جانتے نہیں ہیں۔

روایت ہے کہ ایک پتھر عتبہ بن ابی وقاص نے مارا جس سے آپ کے سامنے کے دندان مبارک شہید ہوگئے۔ اور لب زیریں مجروح ہوگیا۔ ایک پتھر عبداللہ بن شہاب نے مارا جو آپ کی کوہنی پر لگا۔ شیخ ابن حجر نے شرح بخاری میں عبدالرزاق عن معمر عن زہری روایت کیا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے رخ انور پر ستر زخم آئے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے کافروں کے شر سے حفاظت فرمائی۔ ممکن ہے اس سے مراد کثرت ہو نہ کہ اصل تعداد۔

مختلف واقعات

روایت ہے کہ ابن قمیّہ نے عتبہ کو تلوار دی کہ اس سے حضور پر وار کرے آپ اس روز دو[2] زرہ زیب تن کئے تھے۔ اس کے بوجھ سے تلوار کا وار بیکار رہا اور خود اس ملعون کا پیر زخمی ہوگیا۔

روایت ہے کہ جب حضرت طلحہؓ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کے ہاتھوں کی انگلیاں کیا ہوئیں؟ کہا کہ مالک بن زہیر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر تیر برسا رہا تھا اور میں ان کو ہاتھ پر روک رہا تھا۔ ایک کافر نے اسی حالت میں حضرت طلحہؓ پر تلوار کا وار کیا اور وہ اس کی تاب نہ لاکر بے ہوش ہوگئے۔ حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہیں۔ اسی دوران میں تھوڑا سا پانی لے حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ طلحہؓ کو دو۔ میں طلحہؓ کے پاس آیا اور پانی کا چھینٹا دیا جب ان کو ہوش آیا تو دریافت کیا۔ حضورؐ کا کیا حال ہے؟ میں نے کہا۔ آپ خیریت سے ہیں۔ یہ سنکر طلحہؓ نے کہا "اب اس کے بعد ہر مصیبت آسان ہے"

روایت ہے کہ جب ابن قمیّہ نے حضور پر وار کیا تو آپ ایک گڑھے میں گر پڑے۔ اس نے باواز بلند پکارا۔ بروایت دیگر شیطان نے پکارا[1] کہ "محمد صلعم" قتل ہوگئے ہیں۔ یہ خبر اسلام میں منتشر ہوگئی اور وہاں سے مدینہ منورہ پہونچی۔ جو فوجی مدینہ میں داخل ہوگئے تھے ان کو عورتوں نے طعنہ دیا کہ تم رسول اللہ کو چھوڑ کر بھاگ آئے۔

---

[1] سیرت ابن ہشام میں پکارنے والے کا نام ازب بتلایا ہے اور کہا ہے وہ شیطان تھا ص ۱۳۲ ج ۲

روایت ہے کہ انس بن نضر نے جب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کے قتل کی آواز سنی تو ساتھیوں سے کہا، اب حضور کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے تلوار لی اور دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔ اسی درمیان سعد بن ابی وقاص سے ملاقات ہو گئی۔ بولے مجھے احد کی طرف سے بہشت کی بو آرہی ہے یہ کہہ کر لشکرِ کفار کے قلب پر حملہ کیا اور بڑی زبردست جنگ کی اور شہید ہو گئے۔ روایت ہے کہ اسی زخم ان کے جسم پر آئے تھے کہ مقتولین کے درمیان شناخت نہ ہوتے تھے۔ ان کی بہن نے ہاتھ کی انگلیوں سے شناخت کیا تھا۔

روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان پانچوں کافروں کے لئے یہ بددعا کی تھی ان میں سے بعض تو اسی دن قتل ہو گئے تھے اور بعض اسی سال مر گئے تھے

جب عبداللہ بن حمید نے حضور کو گرا دیکھا تو شور مچانے لگا۔ میں نے قتل کیا ہے" حضرت ابو دجانہؓ نے اس پر فوراً تلوار کا وار کیا اور جہنم رسید کیا۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو دجانہؓ کے بارے میں فرمایا۔

اللّٰھم ارض ابن خرشہ	الٰہی آپ ابن خرشہ سے دیسے
کما انا عنہ راض	ہی راضی رہیں جیسا کہ میں راضی ہوں

جب ابن قمیہ نے آپ پر وار کیا تو آپ نے فرمایا "خدا تجھے ہلاک کرے" کہتے ہیں کہ اسی سال ایک پہاڑ کے دامن میں بکریوں کے گلہ میں سو رہا تھا کہ ایک بکری نے پیٹ میں ایسا سینگ مارا جو چیرتا ہوا حلق تک آگیا اور وہ مردود جہنم رسید ہو گیا۔

روایت ہے کہ ابی بن خلف بدر میں اپنا فدیہ دے کر نجات حاصل کر سکا تھا وہ کہا کرتا تھا۔ "محمد صلعم" میرے پاس ایک گھوڑا ہے اس پر سوار ہو کر آپ کو قتل کروں گا۔ آپ فرماتے ان شاء اللہ تجھے ہی میں قتل کروں گا۔ جب احد کا دن آیا وہ کافر سامنے سے گھوڑا کداتا آیا اور بولا " اگر آپ بچ گئے تو میری خیر نہیں" آپ کی عادت شریفہ تھی کہ جنگ میں پشت کی طرف نہیں دیکھتے تھے۔ آپ نے اپنے صحابہؓ کو فرمایا۔ میری پشت کی طرف نظر رکھنا مجھے اندیشہ ہے کہ ابی ادھر سے آکر حملہ کرے گا۔ حضرت زبیر نے عرض کیا ارشاد ہو تو ہم اس کو قتل کر دیں۔ فرمایا نہیں! اس کو پاس آنے دو۔ جب وہ قریب آیا تو آپ نے ایک

"چھوٹا نیزہ" لے کر اس کے مارا جس سے اس کے ہلکی سی خراش آ گئی۔ اور وہ چیختا ہوا بھاگا۔ لوگوں نے کہا عجیب بزدل ہے۔ اتنے سے زخم سے شور مچاتا ہے۔ بولا۔ قسم خدا کی اس زخم کو میں ہی برداشت کر رہا ہوں۔ اگر سارے ذی المجاز پر اس کو تقسیم کر دیا جائے تو وہ ہلاک ہو جائیں۔ روایت ہے کہ احد سے واپسی میں وہ راستہ میں واصل بجہنم ہو گیا۔ بقیہ پانچوں آدمی بھی اسی سال واصل بجہنم ہوئے۔

شہادتِ حمزہ رضؓ

روایت ہے کہ وحشی رضؓ سے دریافت کیا گیا۔ کچھ حضرت حمزہ رضؓ کی شہادت کے بارے میں بیان فرمائیے! کہا کہ طعیمہ بن عدی جو میرے آقا جبیر بن مطعم کے چچا تھے بدر میں قتل ہو گئے تھے جب ہم لوگ احد کے لئے مکہ سے باہر آئے تو جبیر نے کہا کہ اگر تو نے میرے چچا کے قاتل حمزہ کو قتل کر دیا تو تجھے آزاد کر دوں گا اور راستہ میں ہندہ برابر وحشی کو بھڑکاتی رہی۔

روایت ہے کہ حارث بن نوفل کی بیٹی نے وحشی سے کہا اگر تو نے ان تینوں "محمد، علی حمزہ" میں سے کسی ایک کو قتل کر دیا تجھ کو اسی وقت آزاد کرا دوں گی۔ کیونکہ ان لوگوں نے بدر میں میرے باپ کو قتل کیا ہے۔ میں ان تینوں میں سے کسی کو بھی اپنے باپ کے برابر نہیں جانتی ہوں۔ وحشی رضؓ نے کہا میں محمد صلعم" کے قتل پر تو قادر نہیں البتہ حمزہ کو ضرور قتل کر دوں گا اور علی رضؓ پر بھی میرا قابو نہیں چل سکتا۔

حضرت وحشی رضؓ کہتے ہیں کہ میدان احد میں میں نے حضرت علی رضؓ کو تلاش کیا۔ اچانک میں نے ان کو دیکھا وہ فنون حربیہ میں بہت زیادہ مہارت رکھتے تھے۔ اور اپنے آگے پیچھے دائیں بائیں ہر طرف سے ہوشیار رہتے تھے۔ میں نے سوچا کہ میں ان کا حریف نہیں ہوں اور ان پر قابو نہیں پا سکتا ہوں۔ اچانک میں نے حضرت حمزہ کو دیکھا کہ شیر مست کی طرح کافروں کے درمیان جنگ کر رہے ہیں۔ قریش کی صفوں کو انھوں نے درہم برہم کر دیا تھا۔ سباع بن عبدالعزی قریش کی صف سے باہر آیا اور مبارزت طلب کی۔ حضرت حمزہ نے اس کا مقابلہ کیا اور کہا "اے ابن ام انمار (اس کی ماں مکہ کی عورتوں کی ختنہ کیا کرتی تھی) حضرت حمزہ رضؓ نے اس پر بھی چوٹ کی۔ اور فوراً ہی اس کو قتل کر دیا۔ میں اس وقت ایک پتھر کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔ میں نے ایک دستی نیزہ

نیزہ جو کبھی خطا نہیں کرتا تھا۔ جب وہ قریب آئے تو میں نے تاک کر مارا وہ زیرِ ناف لگا انھوں نے پلٹ کر میری طرف دیکھا۔ میں بھاگ نکلا۔ اتنے ہی میں حضرتِ حمزہ کے کچھ ساتھی آگئے مگر وہ دم توڑ چکے تھے۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون" میں نے تھوڑی دیر صبر کیا۔ جب کوئی ان کے پاس نہ رہا تو جلدی سے ان کے پاس گیا اور ان کا پیٹ چاک کر کے جگر نکالا اور ہندہ کو لاکر دیا اور کہا یہ تیرے باپ کے قاتل "حمزہ" کا جگر ہے۔ اس نے مجھ سے لے کر چبایا اور جو زیور پہنے ہوئے تھی بطور انعام مجھے دیا۔ اور کہا جب مکہ پہونچوں گی تو دس ہزار دینار اور دوں گی۔ اور کہا یہ بتلا دے کہ ان کی لاش کہاں پڑی ہے۔ وہاں گئی اور حضرت حمزہ کے ناک کان کاٹ کر مکہ کو آگئی۔

بہادری سعد بن ابی وقاص روایت ہے کہ مشرکین کی جماعت بے اندازہ تیر برسا رہی تھی اس کی وجہ سے مسلمانوں میں انتشار پیدا ہوگیا تھا۔ کافروں میں سے حبان بن عرفہ۔ ابو اسامہ جشمی تھے۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے مقابلہ کے لئے۔ سعد بن ابی وقاص رضؓ کو امر فرمایا "اے سعد تیر برساؤ تیرے اوپر میرے ماں باپ قربان" کہتے ہیں کہ حبان نے ایک تیر مارا جو حضرت ام ایمن کے دامن پر آکر لگا۔ وہ مجروحین کو پانی پلا رہی تھیں[1]۔ ان کا دامن پھٹ گیا اور ستر عورت ظاہر ہوگیا۔ ابن عرفہ بہت ہنسا اس کی ہنسی حضور پر بہت بار خاطر ہوئی۔ ایک تیر بلا کمان کے آپ نے حضرت سعد کو دیا اور فرمایا مار! وہ تیر اس کے سینہ پر گرا اور وہ پشت کے بل گر پڑا کہ اس کا ستر عورت ظاہر ہوگیا۔ سعدؓ کہتے ہیں کہ آپ نے تبسم فرمایا کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہوگئے۔ اور فرمایا سعد تم نے ام ایمن کا بدلہ لے لیا۔ حضرت سعد نے عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی دعا کو میرے حق میں قبول فرمائے۔

ابو طلحہ رضؓ کی شجاعت احد کے دن حضرت ابو طلحہ رضؓ آپ کے سامنے کھڑے تھے اور تمام تیر زمین پر ڈال دیئے ان کے ترکش میں پچاس تیر تھے۔ جب بھی تیر مارتے نعرہ بلند کرتے۔ اور کہتے۔ حضور! میری جان آپ پر قربان۔ حضور ان کے پیچھے تھے اور تیروں

---

[1] یہ واقعہ نزول حجاب سے پہلا ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا۔

کو دیکھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ کوئی تیر باقی نہ رہا آپ نے ایک لکڑی زمین سے اٹھائی اور فرمایا۔ یہ مارو! اتنے ہی میں بہت سے تیر آپ کے پاس جمع ہو گئے ایک مجاہد ادھر سے گذرے ان کے پاس تیر تھے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ تیر ابو طلحہ رضؓ کے لئے ڈال دو! اسی غزوہ میں آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا۔ ابو طلحہ رضؓ کی آواز لشکر میں چالیس مردوں سے زیادہ بہتر ہے۔

ابو عبیدہ کی جاں نثاری

حضرت ابو بکر رضؓ فرماتے ہیں جب حضور کا چہرہ انور زخمی ہو گیا اور آپ کے رخساروں میں کڑے گھس گئے تو آپ بیٹھ گئے اور میں آپ کی طرف جلدی سے دوڑا۔ میں نے دیکھا کہ ایک آدمی مثل پرندہ کے مجھ سے بھی آگے ہے میں سمجھا کہ ابو طلحہ رضؓ ہوں گے مگر پاس جا کر دیکھا تو ابو عبیدہ تھے اور بولے۔ ابو بکر! آپ کو خدا کی قسم آپ رہنے دیں کڑے میں نکالوں گا۔ میں نے چھوڑ دیا۔ حضرت ابو عبیدہ رضؓ نے اپنے دانتوں سے ایک حلقہ پکڑ کر نکالا جس سے ان کا ایک دانت گر گیا۔ اور دوسرے دانت سے دوسرا حلقہ نکالا وہ بھی گر گیا۔ اسی وجہ سے ہم ان کو "اہتم" کہا کرتے تھے۔ ابو سعید رضؓ کہتے ہیں حلقوں کے نکلنے کے بعد آپ کے رخسار سے خون بہنا شروع ہوا تب میرے والد مالک بن سنان رضؓ نے زخموں پر منہ لگا دیا لوگ میرے سے کہا کرتے تھے۔ مالک! تم نے خون پیا ہے میرے والد کہتے ہاں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون بہت شیریں پایا ہے۔ اور حضور نے ارشاد فرمایا۔

من احب ان ینظر الی	جس کو یہ پسند ہو کہ وہ اس آدمی کو
من خالطہ دمہ دمی	دیکھے کہ اس کا خون میرے خون میں
فلینظر الی مالک بن سنان	ملا ہو وہ مالک رضؓ کو دیکھے اور جس نے
ومن مس دمہ دمی	میرا خون اپنے خون کے ساتھ چھوا
لم تصبہ النار	اس کو دوزخ کی آگ نہ چھوئے گی

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گڑھے میں گر گئے تھے تو ہتھیاروں کے بوجھ اور زیادہ خون نکلنے کی نقاہت کی وجہ سے اوپر نہیں آسکتے تھے۔ اس وقت حضرت علی رضؓ اور طلحہ بن عبید اللہ تھے۔ حضرت طلحہ رضؓ نے نیچے اتر کر کندھوں پر بٹھایا اور حضرت علی رضؓ نے اوپر سے سہارا دیا،

لشکر اسلام کے منتشر ہونے کے بعد سب سے پہلے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو شناخت کرنے والے کعب بن مالک تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ "خود" کے نیچے آپ کی آنکھیں مثل ستاروں کے درخشندہ تھیں۔

مشرکین کی واپسی ابو سعیدؓ کہتے ہیں جب میں نے آپ کو دیکھ کر کہا "یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ و سلامت ہیں تو آپ نے اشارے سے منع فرمایا۔ مسلمان ہر چہار طرف سے آپ کے پاس جمع ہو گئے اور سب ایک گھاٹی میں محفوظ ہو گئے۔ ہند اور قریش کی عورتوں نے جب میدان خالی دیکھا تو آئیں اور مقتولین کے ناک کان کاٹ کر گلے کا ہار بنایا اور پیٹ چیر کر کلیجہ نکالا۔ ہند نے حضرت حمزہؓ کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا۔

روایت ہے کہ جب مسلمان پہاڑ کے نیچے آکر جمع ہو گئے تو ابو سفیان نے چاہا کہ کسی دوسری طرف سے آکر حملہ کرے مگر کامیاب نہ ہو سکا حضور صلعم نے دعا کی۔

اللّٰھم لیس لھم ان یعلونا — اے اللہ وہ ہم کو نہ دیکھ سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے کافروں کے دل میں خوف پیدا کر دیا اور وہ واپس ہو گئے۔ حضرت عمرؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ آرہے تھے کہ راستہ میں مشرکین مل گئے اور راستہ بدل کر بھاگ گئے۔ اس دن حضور صلعم نے ظہر کی نماز ضعف کی وجہ سے بیٹھ کر ادا کی۔ پھر کھڑے ہوئے۔ چاہتے تھے کہ ایک بڑے پتھر پر بیٹھ جائیں۔ لیکن ضعف کی وجہ سے قادر نہ ہو سکے۔ حضرت طلحہؓ نے اپنے شانوں پر کھڑا کر کے بٹھایا تب آپ نے ارشاد فرمایا۔

اوجب طلحۃ [1] — طلحہ کے لئے جنت واجب ہو گئی

ابو سفیان لوٹتے وقت ایک چٹان پر آیا اور بولا "کیا" محمد صلعم" ہیں آپ نے منع فرمادیا کوئی جواب نہ دے پھر بولا کیا ابن ابی قحافہؓ ہیں۔ آپ نے منع فرمادیا کوئی جواب نہ دے پھر بولا " کیا عمر ہیں آپ نے منع فرمادیا کہ کوئی جواب نہ دے۔ تب تو وہ خوش ہوا اور بولا۔ یہ سب مر گئے ہیں" حضرت عمرؓ تاب نہ لا سکے اور فرمایا یہ سب تیری جان کے لئے زندہ ہیں اس وقت ابو سفیان نے اپنے بتوں کی تعریف کی۔ " اعلیٰ ہبل" حضور نے ارشاد فرمایا۔

---

[1] رواہ ترمذی، ابن حبان، حاکم

جواب دو عرض کیا۔ کیا جواب دیں فرمایا۔ اللہ اعلیٰ واجل پھر بولا "العزیٰ لنا ولا عزیٰ لکم۔ ہمارا عزیٰ ہے تمہارا کوئی عزیٰ نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جواب دو! عرض کیا کیا جواب دیں ارشاد فرمایا۔ "اللہ مولانا ولا مولیٰ لکم" ابو سفیان بولا یہ دن۔ بدر کا بدلہ ہے اور جنگ میں تو ایسے ہی ہوتا ہے اور بولا۔ تمہارے مقتولین کا عورتوں نے مثلہ بنا دیا ہے اس میں میری مرضی کو دخل نہیں ہے" حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ تمہاری ہماری کوئی برابری نہیں تمہارے مقتول دوزخ میں اور ہمارے مقتول جنت میں ہیں۔

اتنی بات کر کے ابوسفیان روانہ ہو گیا لیکن مشرکین پر خوف تھا۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اندیشہ ہوا کہ مشرکین کہیں مدینہ کا رُخ نہ کر لیں۔ آپ نے حضرت علیؓ اور بروایت دیگر سعد بن ابی وقاص یا ہر دو کو بھیجا کہ جاؤ دیکھو! اگر وہ اونٹ پر سوار ہیں اور گھوڑے خالی جا رہے ہیں تب تو ان کا ارادہ مکہ کا ہے۔ اگر گھوڑوں پر سوار ہیں اور اونٹ خالی جا رہے ہیں تب ان کا ارادہ مدینہ کا ہے۔ یہ دونوں گئے اور خبر لائے کہ وہ لوگ اونٹوں پر سوار ہو کر مکہ کو جا رہے ہیں۔

روایت ہے کہ جب حضور کے قتل کی شہرت مدینہ پہونچی تو مدینہ کی چودہ ۱۴ عورتیں اتفاق کر کے احد میں آئیں۔ ان میں حضرت فاطمہؓ بھی تھیں۔ حضور کو زخمی دیکھ کر بے اختیار رو دیں۔ آپ نے ان کو آغوش میں لیا۔ پیار کیا۔ حضرت علیؓ ڈھال میں پانی لاتے تھے۔ حضرت فاطمہؓ زخم دھوتی تھیں مگر خون بند نہ ہوتا تھا کہیں سے چٹائی کا ٹکڑا مل گیا اس کو جلا کر راکھ زخموں پر لگائی تو خون بند ہو گیا۔ حضور نے پرانی ہڈیوں کے سفوف کو زخموں پر لگایا وہ آرام ہو گئے۔

شہداء احد

مشرکین کے جانے کے بعد مسلمان میدان میں آئے اور مقتولین کو دیکھا حضور نے فرمایا "میرے چچا حمزہ کا کیا ہوا؟ کہ میں ان کو نہیں دیکھ رہا ہوں۔ حارثؓ اٹھے کہ تلاش کریں اور ان کے بعد حضرت علی گئے۔ اور حضرت حمزہؓ کی وہ حالت دیکھ کر رو دیئے اور حضور کو خبر دی۔ آپ خود تشریف لے گئے اور دیکھا اور بہت زیادہ غمگین ہوئے اور رو دیئے اس لئے کہ حمزہ آپ کے چچا بھی تھے اور رضاعی بھائی بھی۔ اور آپ سے بہت محبت کرتے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

ما وقفت موقفاً قط اغیظ لی من هذا	میں اس موقعہ سے زیادہ غصہ بھڑکانے والی جگہ کبھی نہیں کھڑا ہوا

اور ارشاد فرمایا۔ میں بھی قریش کے تین آدمیوں اور بروایت دیگر ستر آدمیوں کا مثلہ کروں گا اس وقت یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به ولئن صبرتم لهو خیر الصابرین ۱؎	اگر تمہیں عقاب دیا گیا ہے تو تم بھی بقدر اسی کے عقاب دو اگر صبر کرو تو یہ صابرین کے لئے بہتر ہے۔

آپ نے فرمایا میں صبر کرتا ہوں اور اس ارادے سے باز آیا اور حضرت حمزہ کے لئے ستر مرتبہ استغفار کی اور اس کے بعد اس قسم کا کفارہ ادا کیا۔

حضرت صفیہ رضؓ، حضرت حمزہ کی بہن میدان احد میں آگئیں آپ نے ان کے لڑکے زبیر رضؓ سے کہا جاؤ! اپنی والدہ کو منع کرو وہ دیکھ کر تاب نہ لا سکیں گی۔ زبیر نے والدہ سے جاکر کہا کہ حضور یہ فرماتے ہیں۔ بولیں۔ میں جانتی ہوں میرے ماں جائے حمزہ کا مثلہ ہو گیا اور جگر نکال لیا گیا۔ لیکن میں صبر کرتی ہوں کہ یہ سب کچھ خدا کے لئے ہوا ہے۔ جب حضور کو یہ بتلایا گیا تو آپ نے مرحبا کہا اور اجازت دیدی۔ وہ آئیں اور استرجاع کیا اور حمزہ کے لئے دعا کی۔ اور اپنے رونے کو محض اس وجہ سے ضبط کیا کہ حضور پر گریہ طاری ہو جائے گا۔ حضرت فاطمہ رضؓ رونے لگیں آپ نے فرمایا۔

عم لن اصاب بمثلك ابدًا	میرے چچا۔ آپ کی سی مصیبت کبھی نہ پہونچ سکے گی۔

حضرت جبرئیل تشریف لائے اور بشارت دی کہ ساتوں آسمانوں میں وہ اللہ اور رسول کے شیر کے خطاب سے نوازے گئے ہیں ۲؎ آپ نے ارشاد فرمایا اگر مجھے مدینہ کی عورتوں کا خیال نہ ہوتا

۱؎ یہ سورۂ نحل کی آخری تین میں سے پہلی آیت ہے سورہ نحل بتمامہ مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ ابن اسحٰق اور ابن جریر نے روایت کیا ہے کہ آخر کی یہ تین آیات مدینہ منورہ میں واقعہ احد کے بعد نازل ہوئی ہیں۔ علامہ نے اس جگہ جو واقعہ بیان کیا ہے اس کو حاکم اور علامہ بغوی اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے تفسیر مظہری از ص ۳۴۴ ج ۵ ایضاً ص ۳۹۲ ج ۵ ۲؎ رواہ حاکم۔ مظہری ص ۳۹۰ ج ۵

اور یہ ڈر نہ ہوتا کہ لوگ میری اتباع میں ایسا ہی کریں گے تو حمزہ کو دفن نہ کرتا تاکہ کل قیامت میں ان کو پرندوں اور جانوروں کے پیٹ میں سے برآمد کیا جاتا، چنانچہ ان کے لئے قبر کھودی گئی اور دفن کیا گیا۔

غسل اور نماز شہداء

اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ شہداء احد کو غسل نہیں دیا گیا اور فرمایا۔ ان ہی خون آلود کپڑوں میں دفن کیا جائے۔ اللہ تعالے کل قیامت میں ان کو ایسا ہی اٹھائے گا کہ ان کے زخموں سے خون جاری ہوگا۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ آپ نے فرمایا " ان کو ان کے کپڑوں میں دفنا دو اس لئے کہ اللہ کی راہ میں جو زخم بھی آتا ہے قیامت میں اس کا رنگ تو خون جیسا ہی ہوگا مگر مشک کی بو آتی ہوگی۔

ائمہ حدیث کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ شہداء احد پر نماز نہیں پڑھی گئی۔ ائمہ شافعیہ نے اسی روایت کو ترجیح دی ہے۔ اور بعض اہل حدیث نے روایت کیا ہے کہ نماز پڑھی گئی ہے حضرت حمزہ رضی کا جنازہ رکھا ہوا تھا۔ اور ان کی برابر شہداء کو لاکر رکھتے تھے۔ اس طرح حضرت حمزہ رضی پر ستر نمازیں پڑھی گئیں۔ ائمہ حنفیہ نے اسی کو ترجیح دی ہے وہ کہتے ہیں شہید پر نماز پڑھنی چاہیئے

شہداء کو اس طرح دفن کیا گیا۔ جن لوگوں میں آپس میں الفت اور محبت زیادہ تھی ان کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ چنانچہ حضرت حمزہ رضی کے ساتھ۔ عبداللہ بن جحش رضی کو اور عبداللہ بن عمرو رضی بن حزام کے ساتھ عمرو بن جموح رضی کو۔ خارجہ بن زید رضی کے ساتھ سعد بن ربیعہ رضی کو۔ نعمان بن مالک رضی۔ عبدہ بن خشخاش۔ مجذر بن زیاد رضی۔ ان تینوں کو ایک قبر میں دفن کیا گیا۔ اور فرمایا جو قرآن پاک زیادہ جانتا تھا اس کو لحد کے قریب رکھو! غرضکہ کسی نے اپنے مقتول کو وہاں سے منتقل نہیں کیا تھا۔ صرف جابر بن عبداللہ رضی اپنے والد کی لاش کو لے گئے تھے حضور نے ان کو امر فرمایا تو انھوں نے بھی وہیں لاکر دفن کر دیا۔

مدینہ کو واپسی

دوسرے دن آپ مدینہ کو واپس ہوئے۔ راستہ میں جتنے قبیلے پڑے وہ آپ کی سلامتی پر شکر بجالائے۔ باوجودیکہ ان میں سے اکثر مصیبت احد میں گرفتار ہو چکے تھے۔ حضور سے کہتے " ہر مصیبت آپ کی موجودگی میں آسان ہے " جب آپ قبیلہ بنی عبدالاشہل میں پہونچے تو کبشہ بنت رافع رضی۔ سعد بن معاذ رضی کی والدہ گھر سے نکل آئیں (ان کا ایک

بیٹا عمرو بن معاذ شہید ہو گئے تھے) اور حضور کی طرف دوڑیں۔ آپ گھوڑے پر سوار تھے۔ حضرت سعدؓ نے آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑلی اور عرض کیا۔ میری اماں آئی ہیں! آپ نے مرحبا کہا اور دلاسا دیا۔ کبشہؓ نے کہا۔ حضور آپ کو سلامت دیکھ کر ہر چیز میرے لئے آسان ہو گئی ہے آپ نے ارشاد فرمایا۔ ام سعدؓ۔ بشارت ہو! تمام شہداء جنت میں ایک دوسرے کے ساتھ گشت کرتے ہیں اور قیامت میں وہ اپنے اہل کی شفاعت کریں گے۔ ضعیفہ نے کہا یا رسول اللہ ہم راضی ہوں اور رو دیں۔ اور عرض کیا حضور! ہمارے لئے دعا کر دیجئے آپ نے دعا کی۔

اللّٰہم اذھب حزن قلوبھم	اے اللہ ان کے دلوں کا غم دور کر دے
واجرھم مصیبتھم	اور ان کی مصیبت کا اجر دے۔

آپ نے حضرت سعدؓ سے فرمایا۔ تمہارے محلہ کے مجروحین بہت ہیں۔ وہ سب گھر جائیں اور زخموں کا علاج کریں میرے ساتھ کوئی نہ آئے سب لوگ وہیں ٹھہر گئے۔ صرف حضرت سعد بن معاذؓ آپ کے در دولت تک آئے اور آپ کو پہونچا کر واپس ہوئے۔

جب سب لوگ اپنے گھروں میں پہونچ گئے تو مدینہ کے گھروں میں سے رونے کی آواز میں آنا شروع ہوئیں لیکن حضرت حمزہؓ کے گھر سے رونے کی آواز نہیں آرہی تھی۔ آپ نے فرمایا "افسوس آج حمزہؓ پر رونے والیاں نہیں۔ حضرات انصارؓ نے جب یہ سنا تو اپنی عورتوں کو حضرت حمزہؓ کے گھر بھیجدیا کہ جاؤ! اور وہاں روؤ! وہاں کے بعد اپنے مقتولوں کو آکر رونا۔ سب عورتیں حضرت حمزہ کے یہاں پہونچیں اور آدھی رات تک روئیں۔ جب حضور علیہ السلام بیدار ہوئے تو دریافت کیا یہ آواز کیسی ہے۔ عرض کیا گیا۔ انصار کی عورتیں آپ کے چچا کے گھر رو رہی ہیں۔ اس وقت آپ نے ان کے لئے دعا کی۔

رضی اللّٰہ عنکن وعن	اللہ تم سے راضی ہو۔ تمہاری اولاد
اولادکن وعن اولاد کن	سے راضی ہو۔ تمہاری اولاد سے راضی
وعن اولاد کن	ہو۔ تمہاری اولاد سے راضی ہو۔

اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا۔ میرا یہ مقصود نہ تھا اور اس وقت آپ نے نوحہ کرنے سے منع فرمایا، اور اس پوری رات حضرات صحابہؓ کی ایک جماعت تمام رات مسجد میں آپ کے

دروازے پر پہرہ دیتی رہی اس اندیشہ سے کہ کہیں قریش مکہ مکر سے آپ کو کوئی گزند نہ پہونچائیں روایت ہے کہ جنگ ختم ہونے کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا تھا "اب کفار مکہ کبھی بھی ہم پر غالب نہ آسکیں گے اور مکہ فتح ہوگا۔

فضیلت شہدائے احد

آپ نے ارشاد فرمایا۔ تمام شہداء احد کی ارواح کو اللہ تعالیٰ نے سبز پرندوں کی صورت میں تشکل کر دیا ہے وہ جنت کی نہروں پر اڑتے ہیں۔ جنت کے میوے اور پانی کھاتے پیتے ہیں۔ اور عرش عظیم کے نیچے جو قندیل ہیں ان میں رہتے ہیں۔ اور اس عالم میں کہتے ہیں کہ کوئی ہمارے بھائیوں کو خبر کر دے کہ وہ دنیا کی فرصت کو غنیمت جانیں اور جہاد میں کوشش کرتے رہیں۔ کوئی مال جہاد سے زیادہ خوشتر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ میں تمہارا پیغام پہنچائے دیتا ہوں اور یہ آیت نازل فرمائی [1]

ولا تحسبن الذین قتلوا	جو خدا کی راہ میں قتل ہوئے ان کو
فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء	مردہ نہ جانو! وہ زندہ ہیں اپنے رب کے
عند ربھم یرزقون فرحین بما	پاس سے رزق پاتے ہیں اور خدا نے
اتٰھم اللہ من فضلہ	ان کو جو کچھ دیا ہے اس پر خوش ہیں۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے تمہیں اور کسی چیز کی خواہش ہے۔ عرض کرتے ہیں خداوند قدوس ہر نعمت حاصل ہے۔ ہاں جی چاہتا ہے کہ تو ہماری ارواح کو ہمارے اجساد کی طرف منتقل کر دے تاکہ پھر تیری راہ میں جہاد کریں اور شہید ہو جائیں۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں۔ ایک دن آپ نے مجھے غمگین دیکھا۔ دریافت کیا کیوں؟ عرض کیا حضور میرے والد شہید ہو گئے۔ ان کا قرضہ بھی ہے اور چھوٹی چھوٹی اولاد ہے۔ آپ نے فرمایا۔ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے شہداء احد میں سے اگر کسی سے بات کی ہے تو وہ صرف تیرے والد ہی ہیں۔ ان سے پردہ سے دریافت فرمایا "اے میرے بندہ مانگ کیا مانگتا ہے" عرض کیا الٰہی میں چاہتا ہوں کہ دنیا میں بھیجا جاؤں اور وہاں جا کر پھر جہاد کروں اور تیری راہ میں شہید

[1] زاد المعاد ابواب فضیلت جہاد

ہو جاؤں۔ ارشاد ہوا۔

انه قد سبق منی انهم الیها لا یرجعون [1] — یہ فیصلہ ہماری طرف سے ہو چکا ہے کہ وہ اب دوبارہ وہاں نہ جا سکیں گے۔

تیرے باپ نے کہا الٰہی ہماری حالت کی خبر ہمارے دوستوں کو کر دیجئے! تب یہ آیت نازل ہوئی لا تحسبن الذین الآیہ [2]

حضرت طلحہ بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم غزوہ احد سے فارغ ہوئے تو آپ نے ایک خطبہ دیا اور حمد و ثنا بیان فرمائی۔ مسلمانوں کی تعزیت کی اور ان کو صبر کی تلقین فرمائی اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه فمنهم من قضی نحبه ومنهم من ینتظر (احزاب) [3] — کتنے مرد ہیں کہ سچ کر دیا انھوں نے اپنا عہد جو اللہ سے کیا تھا۔ ان میں سے کچھ وہ ہیں جو پورا کر چکے اپنا ذمہ اور کچھ انتظار کرتے ہیں۔

حضرت عروہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ شہداء احد کی زیارت کے لئے تشریف لائے۔ اور فرمایا "خدایا! تو ہی سزاوار عبادت ہے۔ تیرا بندہ اور رسول گواہی دیتا ہے کہ ان لوگوں نے صرف تیری رضا کے لئے جان دی ہے اور فرمایا جو کوئی بھی شہداء احد کی زیارت کے لئے آئے گا اور ان کو سلام کرے گا قیامت تک اس کو سلام کا جواب ملتا رہے گا۔

عطاف بن خالد اپنی خالہ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتی ہیں۔ میں شہداء احد کی زیارت کے لئے حاضر ہوئی تھی۔ میں نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ آپ نے فرمایا تھا ان کو سلام کرو۔ یہ زندہ ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔ میں نے سلام کیا اور سلام

---

[1] زاد المعاد ابواب فضیلت جہاد [2] زاد المعاد ابواب فضیلت جہاد [3] سورۂ احزاب کی ان آیات میں واقعہ خندق کو بیان کیا ہے جو غزوہ احد کے بعد ہوا ہے معلوم نہیں کیوں اس کو غزوہ احد سے متعلق قرار دیا ہے غالباً امام ترمذی کی ایک روایت کی وجہ سے علامہ نے ایسا کہا ہے جس کو انھوں نے حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے واللہ اعلم بالصواب

کا جواب سنا۔ انھوں نے یہ بھی فرمایا۔ ہم تم لوگوں کو شناخت کرتے ہیں ایسے ہی جیسے آپس میں شناخت کرتے ہیں۔ یہ سن کر میرے بدن پر لرزہ طاری ہوگیا اور میں واپس آگئی ۔ ۱

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر سال شہداء احد کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے "السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔" اور آپ کے بعد حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کا بھی یہی طریقہ رہا ۲۔ فاطمہ خزاعیہ کہتی ہیں۔ میں ایک دن میدان احد سے گذر رہی تھی۔ میں نے "السلام علیک یا عم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہا جواب آیا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ ۳

حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا۔ احد کے دن مسلمان اس عقاب میں پکڑے گئے کہ جو انھوں نے بدر کا فدیہ لیا تھا چنانچہ ستر آدمی تو زخمی ہوئے اور ستر آدمی شہید ہوئے ۴ اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے۔ چہرہ انور خون آلود ہوا اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اولما اصابتکم مصیبۃ قد اصبتم مثلیھا قلتم انی ھذا قل ھو من عند انفسکم ۵

کیا جس وقت پہونچی تم کو مصیبت اور تم پہونچا چکے ہو اس سے دو چند تو کہتے ہو یہ کہاں سے؟ فرمادیجئے یہ تمہاری طرف سے ہے۔

---

۱ اس روایت کو یحییٰ بن عطاء اور امام بیہقی اور علامہ واقدی نے دو ناموں سے روایت ہے۔ وفاء الوفا ج۲ ص۱۱۲ ۲ رواہ ابن ابی شیبہ، وفاء الوفاء ج۲ ص۱۱۲ ۳ ایضاً نیز روایت کیا ہے حضرت فاطمہؓ حضرت حمزہؓ کی قبر کی زیارت کے لئے تشریف لایا کرتی تھیں اور اس پر مٹی وغیرہ چڑھا دیتی تھیں اور علامت کے لئے انھوں نے اس پر ایک پتھر رکھ دیا تھا۔ ج۲ ص۱۱۲ اس سے معلوم ہوا کہ قبور کے نشانات باقی رکھنا جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔ علاوہ ازیں ایسے بکثرت آثار موجود ہیں جن سے ظاہر ہے کہ اکابر اور بزرگوں کی قبروں کی زیارت کرنا جائز ہے ۴ علامہ ابن قیم نے اس اثر پر تنقید کی ہے اور کہا کہ آیت مبارکہ فاعملوا ما شئتم انی قد غفرت لکم کی موجودگی میں یہ کہنا درست نہیں ہے کہ غزوہ احد پاداش ہے غزوہ بدر میں فدیہ لینے کی واللہ اعلم۔ ۵ سورۂ آل عمران کی آیات ہیں۔

اس میں اشارہ ہے کہ مسلمانوں نے بدر کے دن ستر کافروں کو قتل کیا تھا اور ستر کو گرفتار کیا تھا۔ اور بیس آدمی کافروں کے احد کے دن بھی قتل ہوئے تھے۔ کافروں نے کہا۔ اے مسلمانو! یہ مصیبت تمہارے اوپر کہاں سے آئی؟ اس کے بعد ارشاد ہے۔

وما اصابکم یوم التقی الجمعٰن	اور دو فوجوں کے مقابلہ کے وقت جو
فباذن اللہ ۱؎	کچھ پیش آیا وہ اللہ کے حکم سے تھا۔

غزوہ حمراء

روایت ہے کہ جب ابوسفیان اور لشکر کفار نے احد سے مراجعت کی تو اپنے لوٹنے پر شرمندہ ہوئے۔ اور بولے ہم نے کیا کیا؟ بڑی مصیبت بھی اٹھائی اور "محمد صلعم" کے لشکر کو بھی منتشر کیا اور ان کے بہترین ساتھیوں کو بھی قتل کر دیا لیکن اس سے مہم تو پوری نہ ہوئی۔ ہم کو واپس جانا چاہیئے تاکہ وہ قوت نہ پکڑ جائیں ان کو مکمل طور پر شکست دینا چاہیئے۔ یہ پختہ ارادہ کیا۔ صفوان بن امیہ نے منع کیا اور کہا۔ محمد صلعم اور ان کے ساتھی بہت غصہ میں ہیں۔ اگر واپس لوٹ گئے تو وہ لوگ بہت ہیں اوس اور خزرج جو احد میں نہیں آسکے سب جمع ہو جائیں گے۔ اب تو تمہیں غلبہ ہے پھر تم مغلوب ہو جاؤ گے۔

یہ لوگ یہ ارادہ کر ہی رہے تھے کہ حضور کو خبر ہوئی اور آپ نے حکم دیا کہ دشمن کے دل میں رعب ڈالنا چاہیئے اور اپنی طاقت ظاہر کرنی چاہیئے۔ آپ نے حکم دیا کہ مسلمان دشمنوں کا پیچھا کریں اور وہی لوگ جائیں جو احد میں تھے۔ سب لوگ حاضر ہو گئے ابھی وہ زخموں کا علاج بھی نہ کرپائے تھے۔ آپ نے بھی ہتھیار لگائے اور سوار ہو گئے اور راستہ پر آکھڑے ہوئے۔ تمام صحابہؓ آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ ان حضرات کی شان میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

الذین استجابوا للہ	جنہوں نے اللہ اور رسول کا حکم زخمی
والرسول من بعد ما اصابھم	ہونے کے باوجود مانا اور جو لوگ نیک
القرح للذین احسنوا منھم	ہیں ان میں سے اور متقیوں کے لئے بڑا
واتقوا اجر عظیم ۲؎	اجر ہے۔

۱؎ تا ۲؎ یہ سورہ آل عمران کی آیات ہیں اور سورہ آل عمران کی شروع کی اسی سے زیادہ آیات ۹ھ (عام الوفود) میں نازل ہوئی ہیں۔ علامہ ابن قیم نے زاد المعاد میں بہت دور تک یہ بحث کی ہے کہ یہ آیات غزوہ بدر کے بارے میں ہیں یا غزوہ احد کے بارے میں۔ ترجیح قول ثانی کو دی ہے۔ واللہ اعلم

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور کے پاس گیا اور عرض کیا۔ حضور! میں اپنے والد کی اولاد کی دیکھ بھال کی وجہ سے احد کے دن شرکت نہیں کر سکا تھا۔ آج شرکت کی اجازت چاہتا ہوں۔ آپ نے اجازت مرحمت فرمادی۔ دوسرے کسی آدمی کو اجازت نہ دی۔ اور ابن ام مکتومؓ کو مدینہ پر خلیفہ مقرر کیا اور جھنڈا حضرت علیؓ اور بروایت دیگر حضرت ابو بکرؓ کو دیا۔ اور مدینہ سے باہر آئے اور مقام "حمراء" تک گئے وہاں جا کر پانچسو جگہ آگ جلائی۔ اور معبد بن ابی معبدؓ کو مکہ کی طرف روانہ کیا۔ یہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے انھوں نے مسلمانوں کی تعزیت کی اور اظہار افسوس کیا۔ بنو خزاعہ اور مسلمانوں کا معاہدہ تھا۔ یہ مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور ابو سفیان سے ملاقات کی۔ ابو سفیان نے کہا کیا حال ہے؟ بولے۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لشکرِ عظیم لے کر تمہارے تعاقب میں آ رہے ہیں اور حمراء پر موجود ہیں۔ صفوان نے کہا۔ دیکھا! میں اسی کا اندیشہ کر رہا تھا۔ لشکر کفار میں برہمی پیدا ہوگئی اور سب گھبرا گئے اور جلدی سے وہاں سے راہ فرار اختیار کی۔ معبد نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو لشکر کفار کی کیفیت اور صفوان کی حکایت اور ابو سفیان کی گفتگو کی خبر بھیجدی آپ نے ارشاد فرمایا۔

ارشدھم صفوان وما کان برشید	صفوان نے ان کو ہدایت دی اگرچہ وہ ہدایت یافتہ نہیں ہے۔

روایت ہے کہ ابو سفیان کو راستہ میں عبد القیس کی ایک جماعت ملی۔ ان کے ہاتھ اس نے پیغام بھیجا کہ ہمارا اور آپ کا مقابلہ پھر ہوگا۔ مسلمانوں نے یہ سنا اور کہا حسبنا اللہ ونعم الوکیل اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

ان الذین قالو لھم ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایمانا وقالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل	جن لوگوں نے کہا کہ کافر تمہارے لئے جمع ہو گئے ہیں وہ ڈرے اور ان کے ایمان میں اضافہ ہوا انھوں نے کہا حسبنا اللہ ونعم الوکیل

قتل ابو عزہ

روایت ہے کہ "مقام حمراء" میں مسلمانوں نے کافروں کے دو آدمی پکڑ لئے اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ ایک ان

میں معاویہ بن مغیرہ اور دوسرا ابوعزہ شاعر تھا وہ بدر کے دن بھی گرفتار ہوگیا تھا خوشامد کر کے اس وعدہ پر چھوڑا تھا کہ دوبارہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے نہ آئے گا۔ لیکن اس نے نقض عہد کیا معاویہ بن مغیرہ کے لئے۔ عثمان بن عفان نے امن طلب کرلی۔ آپ نے امن دیدی اور فرمایا۔ آپ کی خاطر امن ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ تین دن سے زیادہ مدینہ نہ رہے گا اگر اس کے بعد دیکھا گیا تو قتل کر دیا جائے گا۔ جب تین دن ہو گئے تو وہ کہیں پوشیدہ ہوگیا۔ آپ نے زید بن حارثہ اور عمار بن یاسر کو اس کی طلب میں بھیجا اور ایک جگہ پکڑ لیا اور وہیں قتل کر دیا گیا۔ ابوعزہ شاعر کا معاملہ یہ ہوا کہ اس نے پھر رونا شروع کیا اور کہا آئندہ ایسا ہرگز نہ ہوگا آپ نے ارشاد فرمایا۔

لا یلدغ المومن فی	مومن ایک ہی سوراخ سے دو مرتبہ
جحرة واحدة مرتین	نہیں ڈسا جا سکتا۔

اور آپ نے اس کو قتل کر دیا۔

سریہ رجیع

سنہ ۳ھ کے آخر میں اور بقول دیگر سنہ ۴ھ کے شروع میں یہ واقعہ ہوا۔ "رجیع" ہذیل کے چشموں میں سے ایک چشمہ کا نام ہے وہیں یہ واقعہ پیش آیا۔ اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ جب قریش مکہ احد پہونچ گئے تو سفیان بن خالد ہذلی عضل اور قارہ کا ایک گروہ لے کر مکہ آیا اور مشرکین مکہ کو فتح کی مبارکباد پیش کی۔ لیکن اس نے بنی عبدالدار کے محلہ سے رونے کی آوازیں سنیں تو اس کا سبب دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ اس خاندان والوں کو احد میں مسلمانوں نے قتل کر دیا ہے یہ لوگ سلافہ بنت سعد زن طلحہ کے پاس گئے۔ یوم احد میں آخر دم جھنڈا اس کے ہاتھ میں تھا اس کو تسلی دی اور تعزیت کی۔ یہ عورت بال بکھیرے ہوئے تھی اور قسم کھائے ہوئے تھی کہ اس وقت تک سر میں تیل نہ ڈالے گی تاوقتیکہ مسلمانوں سے انتقام نہ لیلے۔ اور جو بدلہ لے گا اس کو سو اونٹ انعام میں دے گی۔ سفیان بن خالد نے کہا تیرے بھائیوں کو کس نے قتل کیا ہے۔ جواب دیا چار آدمیوں نے عاصم بن ثابت نے دو کو طلحہ بن عبیداللہ نے ایک کو۔ زبیر بن عوام نے ایک کو۔ سفیان کو لالچ آیا اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ان کے قاتلوں کو قتل کرنا چاہیئے۔ ساتھیوں نے کہا کس طرح۔ جواب دیا ہم میں سے کچھ آدمی

مدینہ جائیں اور اپنا اسلام ظاہر کریں اور وہاں سے کچھ آدمی تعلیم دین کے لئے ساتھ لائیں۔ بولے جس کو تو کہے وہ تیار ہے۔ پس سات آدمی عضل اور قارہ کے مدینہ منورہ آئے اور کہا۔ یا رسول اللہ صلعم ہم مسلمان ہو گئے ہیں .... اور ہمارے قبیلے والے بھی مسلمان ہو چکے ہیں ان کی تعلیم کے لئے کچھ حضرات مقرر فرما دیجئے

پھر یہ لوگ ثابت بن افلح رض اور عاصم بن ثابت کے یہاں آئے اور ان سے دوستی کر لی۔ اور کہا۔ کیا بہتر ہو کہ آپ ہمارے ساتھ چلیں۔ عاصم نے کہا مجھے امید ہے کہ شاید مجھے بھی بھیجا جائے۔ بعد چند روز کے جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم نے دس آدمیوں کو منتخب فرمایا۔ ان میں سے سات کے نام کتب احادیث اور سیر سے معلوم ہوتے ہیں۔ عاصم بن ثابت رض۔ مرثد بن ابی مرثد رض۔ خبیب بن عدی رض۔ زید بن دثنہ رض۔ عبداللہ بن طارق رض۔ خالد بن ابی بکیر رض۔ معطب بن عبید رض اور چونکہ بقیہ تین آدمی خواص میں سے نہ تھے اس وجہ سے ان کے نام منضبط نہ ہو سکے۔ بہرحال عاصم بن ثابت اور بروایت دیگر مرثد بن ابی مرثد کو امیر مقرر کیا گیا۔ آپ نے بربنائے احتیاط ان حضرات کو ہتھیار بند کر کے روانہ کیا تھا۔ جب یہ حضرات عضل اور قارہ کے ساتھ مدینہ سے باہر آئے تو وہ بولے آپ لوگوں کو ہتھیاروں کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ انھوں نے کہا ممکن ہے کوئی صورت پیش آجائے۔

یہ لوگ مکہ کے راستہ سے روانہ ہوئے۔ دن کو چھپ جاتے تھے اور رات کو سفر کرتے تھے اور نماز حضرت عاصم کی امامت میں ادا کرتے تھے۔ جب یہ حضرات "عسفان اور مکہ" کے درمیان پہونچے عسفان اس جگہ سے سات میل ہے تو ان ساتوں بناوٹی مسلمانوں میں سے ایک علیحدہ ہو گیا اور سفیان بن خالد کے پاس پہنچا اور اس کو آنے کی خبر دی۔ صبح کا وقت تھا حضرت عاصم ساتھیوں کے ساتھ دسترخوان پر مدینہ کی کھجوریں رکھے ہوئے تناول فرما رہے تھے (یہی مقام رجیع ہے) انھوں نے پہاڑ کی طرف جو دیکھا۔ ایک عورت بنو لحیان کی بکریاں چراتی ہوئی دکھائی دی۔ اور پھر چشمہ کے پاس آئی اور کھجوروں کی گٹھلیاں دیکھیں اور بولی یہ تو "یثرب" کی معلوم ہوتی ہیں۔ اور جا کر کافروں کو خبر دی کہ تمہارا مقصود اس جگہ ہے چنانچہ کافروں نے اچانک ان پر حملہ کر دیا۔ اور جو آدمی راستہ سے علیحدہ ہو گیا تھا وہ آگے آگے تھا خالد بن ابی بکیر رض

نے کہا۔ بھائی عاصمؓ! دھوکہ ہو گیا! بولے ہاں۔ اور اس کے بعد ساتھیوں سے کہا بس اب تو شہادت ہے۔ اور یہ کرامت اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے منتخب کی ہے ایسی دولت ہر وقت میسر نہیں آتی ہے لیکن کافروں کو اس قدر قتل کرو کہ وہ ہمیشہ یاد رکھیں۔ ایک ایک آدمی سو سو کو قتل کرو۔ اس کے بعد شہید ہو جائے کیونکہ مقابلہ زیادہ نہیں ہو سکتا ہے۔

عاصم کی شہادت

سفیان بن خالد نے کہا۔ عاصمؓ! تم اور تمہارے ساتھی ہتھیار ڈال دو۔ تمہیں امن ہے۔ عاصم نے کہا۔ ہم ہرگز ایسا نہ کریں گے ہمیں کسی کافر کا امن قبول نہیں۔ ہم اپنا ہاتھ کسی کافر کے ہاتھ میں نہ دیں گے۔ ہم نے عہد کیا ہے اور نذر کی ہے یہ کہا اور تیر برسانے شروع کر دیئے۔ جب تیر ختم ہو گئے تو نیزے ہاتھ میں لئے اور اتنی جنگ کی کہ نیزے ٹوٹ گئے۔ پھر تلوار ہاتھ میں لی اور کہا:

الٰہی ہم تیرے دین کی حمایت کرتے ہیں تو ہمارے
جسم کی حمایت فرما۔ کیونکہ میں نے سنا ہے سلافہ نے
میری کھوپڑی میں شراب پینے کی نذر کی ہے

القصہ اتنی زبردست جنگ کی کہ باید و شاید۔ بالآخر شہید ہو گئے۔ کافروں نے ارادہ کیا کہ ان کا سر جدا کر لیں۔ اللہ تعالیٰ نے زنبور کا ایک ہجوم بھیجدیا۔ انھوں نے عاصمؓ کی لاش کو گھیر لیا جو بھی قریب جاتا اس کے ایسا ڈنک مارتے کہ فوراً ورم آ جاتا اور وہ تھوڑی دیر کے بعد مر جاتا لہٰذا مشورہ ہوا۔ رات ہونے دو تب یہ زنبور بھاگ جائیں گے۔ جب رات آئی تو اللہ تعالیٰ نے ایک سیل رواں بھیجدیا اور وہ لاش کو بہا کر لے گیا۔ بقیہ چھؓ حضرات نے بھی حضرت عاصمؓ کی اقتداء کی۔ اور خوب جنگ کی اور شہید ہوئے۔ لیکن تین آدمی۔ خبیب بن عدیؓ زید بن دثنہؓ۔ عبداللہ بن طارقؓ۔ کافروں کی امان پر راضی ہو گئے اور پہاڑ سے نیچے اتر آئے۔ کافروں نے فوراً گرفتار کر لیا اور ان کے ہاتھوں کو کمر کے پیچھے باندھ دیا۔ عبداللہ بن طارقؓ نے کہا یہ پہلا غدر ہے اور کسی طرح اپنے ہاتھ کھول لیے اور اپنی تلوار ہاتھ میں لی۔ اور کافروں پر حملہ کر دیا انھوں نے پتھر برسائے بالآخر شہید ہو گئے۔

حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ کو مکہ بھیجدیا گیا۔ حضرت خبیبؓ کو حارث بن عامر کی بیٹی

نے سو اونٹ کے بدلے خریدا۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ حجیر بن ابی دہاب تمیمی نے خریدا۔ تاکہ خبیبؓ کو حارث کے بدلے قتل کیا جائے کیونکہ انھوں نے بدر کے دن اس کو قتل کیا تھا کہتے ہیں کہ ان کو ایک سیاہ لونڈی کے بدلے خریدا گیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قبیلہ ہذیل کے دو آدمی مکہ میں گرفتار تھے ان کے بدلے خریدا۔ ان سب روایات میں جمع ممکن ہے۔

شہادت خبیبؓ و زیدؓ

اور حضرت زید کو صفوان بن امیہ نے اپنے باپ کے بدلے کے لئے بچاس اونٹوں میں خریدا۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ ان کے خریدنے کے لئے ایک جماعت شریک ہو گئی تھی۔ ان حضرات کا آنا مکہ میں ذیقعدہ کے مہینہ میں ہوا تھا۔ دونوں کو علیحدہ علیحدہ بند کر دیا گیا تاکہ ماہ حرام گذر جائیں۔ پھر ان کو تنعیم کی جگہ لے گئے۔ اور وہاں ایک لکڑی نصب کی اور سب اہل مکہ وہاں جمع ہوئے اور حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ دونوں کو ایک ساتھ لے گئے۔ دونوں ایک دوسرے کو راستہ میں صبر کی تلقین کرتے جا رہے تھے جب ان دونوں سے کہا گیا۔ کوئی خواہش ہے تو حضرت خبیبؓ نے کہا۔ مجھے دو رکعت پڑھنے کی اجازت دیدو بولے اچھا دو رکعت پڑھ لو حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت خبیبؓ پہلے آدمی ہیں جنھوں نے قتل کے وقت دو رکعت کو مسنون قرار دیا ہے[1] اس کے بعد حضرت خبیبؓ نے کہا۔ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم لوگ یہ کہوگے کہ موت سے ڈر رہا ہے تو میں نماز کو اور طویل کر دیتا اور اس وقت چند اشعار کہے۔

فلست ابالی حین اقتل مسلماً — علی ای شق کان للہ مصرعی

وذلک فی ذات الالٰہ وان یشاء — یبارک علی اوصال شلو ممزع

اور اس کے بعد دعا کی۔

اللھم احصیھم عدداً — الٰہی ان سب کو گھیر لے اور ان

واقتلھم بدداً ولا تغادر — کو فوراً قتل کردے اور ان میں سے

منھم احداً — کسی کو نہ چھوڑ۔

---

[1] اس سنت قتل کو بہت سے علماء نے روایت کیا ہے اور بہت سے اہل حق کا جو موقعاً شہید ہوئے ہیں یہ عمل رہا ہے۔ الروض ج ۲ ص ۱۷۱، شرح مواہب ج ۲ ص ۷۲

حضرت معاویہ رض کہتے ہیں میں اس وقت موجود تھا۔ میرے باپ ابو سفیان دعا کے یہ کلمات سن کر خوف زدہ ہو گئے تھے اور فوراً زمین پر لیٹ گئے تھے۔ عرب میں مشہور ہے کہ اگر کوئی بد دعا کرے تو جو زمین پر لیٹ جائے گا دعائے بد اس کے حق میں اثر نہ کرے گی۔

خویطب بن عبد العزیٰ سے منقول ہے کہ میں نے دونوں کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اس بد دعا کے خوف سے بھاگ گیا۔ حکیم بن حزام رض کہتے ہیں میں نے ڈر کر ایک درخت کے پیچھے پناہ لی۔ محمد ابن اسحٰق کہتے ہیں۔ جتنے آدمی بھی وہاں موجود تھے حضرت خبیب رض کی بد دعا سے اکثر قتل ہو گئے اور بیشتر مصیبتوں میں مبتلا رہے۔ روایت ہے کہ حضرت عمر رض نے سعید بن عامر رض کو اپنی خلافت کے زمانے میں حمص کا گورنر مقرر کیا ان پر کبھی کبھی غشی طاری ہو جاتی تھی۔ حضرت عمر رض نے فرمایا تمہیں سودا یا مرگی معلوم ہوتی ہے۔ عرض کیا نہیں بلکہ میں حضرت خبیب رض کے قتل کے دن حاضر تھا۔ ان کی بد دعا کا جب خیال آ جاتا ہے تو مجھ پر غشی طاری ہو جاتی ہے۔

غرضکہ حضرت خبیب رض کو لکڑی پر ٹانگ دیا گیا۔ ان کا منہ مدینہ کی طرف تھا۔ کافروں نے پھیر کر کعبہ کی طرف کر دیا۔ بولے۔ اس سے مجھے کچھ نقصان نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اینما تولوا فثم وجہ اللہ — جدھر بھی رخ کرو گے ادھر کو اللہ کا رخ ہے

کافروں نے کہا۔ اسلام سے رجوع کر لو تاکہ تمہیں چھوڑ دیا جائے۔ جواب دیا مجھے ہرگز یہ پسند نہیں ہے، کافروں نے کہا، کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ "تمہاری جگہ محمد صلعم" ہوتے اور تم گھر میں بیٹھے ہوئے ہوتے"۔ جواب دیا۔ مجھے تو یہ بھی گوارہ نہیں کہ حضور کے پیر میں ذرا سا کانٹا چبھ جائے اور میں گھر میں رہوں۔ بولے کہ دین محمد صلعم کو چھوڑ دو جواب دیا ہرگز نہیں۔ کافروں نے کہا ہم تمہیں قتل کر دیں گے۔ جواب دیا:۔

ان قتلی فی اللہ تعلیل — میرا قتل خدا کی راہ میں بہت حقیر شے ہے۔

اس کے بعد دعا کی:۔

الٰہی میں دشمنوں کے علاوہ کسی کو نہیں پاتا ہوں کہ جو میرا
سلام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک لے جاوے خدایا

میرا سلام ان تک پہونچا دے۔

حضرت زید ابن اسلم رض کہتے ہیں میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صحابہ رض کے ساتھ تھا کہ آپ آثار وحی ظاہر ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا۔

وعلیک السلام ورحمۃ اللہ۔ خبیب رض کو قریش نے
شہید کر دیا۔ یہ جبرئیل ع خبیب رض کا سلام لے کر آئے ہیں

غرضکہ قریش کے ان لوگوں نے کہ جن کے آباء کو بدر میں حضرت خبیب رض نے قتل کیا تھا ان چالیس آدمیوں نے پہلے ہلکے ہلکے نیزے مارے۔ حضرت خبیب رض بے چین ہو گئے ان کا رُخ قبلہ کی طرف ہو گیا فوراً انھوں نے کہا:

الحمد للہ الذی جعل وجھی	حمد اس کی جس نے میرا چہرا اسی
نحو قبلۃ التی رضی لنفسہ	قبلہ کی طرف کر دیا جس کو اس نے اپنے
ولنبیہ وللمومنین	اور اپنے نبی اور مسلمانوں کے لئے پسند کیا ہے

ایک کافر نے نیزہ سینہ پر مارا اس کے بعد تھوڑی دیر زندہ رہے اسی وقت اقرار توحید و رسالت کیا اور پھر جان جان آفرین کے سپرد کر دی رضی اللہ عنہ وارضا۔ حضرت خبیب سے زمانہ اسارت میں جو کرامتیں ظاہر ہوئیں ان کا ذکر آئندہ آئے گا[لہ]

حضرت خبیب کے بعد حضرت زید کو سولی کے نیچے لائے انھوں نے بھی اولاً دو رکعت نماز ادا کی۔ اور ان سے بھی وہی سوالات کئے اور وہی جوابات پائے۔ ابوسفیان کا کہنا ہے۔

ہم نے اصحاب "محمد صلعم" سے زیادہ "محمد" صلعم
سے محبت رکھنے والا کسی کو نہ پایا۔

ان کو نسطاس غلام صفوان بن امیہ نے شہید کیا۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ

روایت ہے کہ بنو لحیان سلافہ بنت سعد کے پاس پہونچے اور قتل عاصم پر انعام طلب کیا اس نے کہا میری نذر تو یہ تھی کہ میں اس کی کھوپڑی میں شراب پیوں گی۔ تم نے میری شرط پوری

لہ ایک کرامت یہ بھی ہے کہ زمانہ اسارت مکہ میں یہ بے موسم کے پھل کھایا کرتے تھے جو منجانب اللہ ان کے پاس آتے تھے۔ شرح مواہب ج ۲ ص ۷۲

نہیں کی۔ اس طرح بنو لحیان کا دنیاوی اور اخروی دونوں نقصان ہوئے۔ منافقین مدینہ کو جب اس جماعت کا یہ حال معلوم ہوا تو بولے "یہ بیچارے اگر یہ بیکار کام نہ کرتے اور گھر میں چپ چاپ بیٹھے رہتے تو ان کی یہ حالت نہ ہوتی اس وقت یہ آیت نازل ہوئی ۔

ومن الناس من یعجبک	اور بعض لوگ وہ ہیں کہ بھلی معلوم ہوتی
قوله فی الحیوة الدنیا ویشهد	ہے آپ کو ان کی بات امور دنیا میں
الله علی ما فی قلبه وهو الد الخصام	اور جو کچھ اس کے دل میں ہے اللہ تعالیٰ
الی قوله والله رؤف	اس کی گواہی دیتا ہے کہ وہ بہت جھگڑالو
بالعباد ؎	ہے۔

کہتے ہیں کہ کافروں نے حضرت خبیب رضی کی لاش کو سولی پر ٹانگے رکھا تا کہ آنے جانے والے دیکھیں اور اطراف و جوانب میں تشہیر کریں۔ جب حضور کو یہ معلوم ہوا تو فرمایا۔ تم میں کون ہے؟ جو خبیب کو لائے اس کے لئے جنت ہے حضرت زبیر رضی بولے۔ میں اور مقداد یہ کام کریں گے۔ پس یہ دونوں روانہ ہوئے رات کو سفر کرتے دن میں چھپ جاتے۔ یہاں تک کہ ایک رات تنعیم میں پہونچے۔ ؎ وہاں اس کے گرد چالیس مشرکین سو رہے تھے۔ آہستہ سے خبیب رضی کو سولی سے اتارا۔ وہ لاش چالیس روز کے بعد بھی تازہ ہی تھی وہ اپنے زخموں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔ ....

.... اور ان سے خون ٹپک رہا تھا اور مشک کی بو آرہی تھی۔ زبیر رضی نے ان کو گھوڑے پر سوار کیا۔ اور روانہ ہوئے جب کافر بیدار ہوئے تو انھوں نے قریش کو خبر دی۔ قریش نے فوراً ستر آدمی ان کے تعاقب میں بھیجے جنھوں نے حضرت زبیر اور مقداد کو جا گھیرا انھوں نے لاش کو تو زمین پر رکھ دیا اور زمین نے فوراً ہی اس کو اپنے اندر چھپا لیا اس وجہ سے حضرت خبیب رضی کو "بلیع الارض" بھی کہتے ہیں۔

؎ جو لوگ خدا کو ناراض کر کے دنیا اختیار کرتے ہیں ان کا یہی حشر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے

؎ شیخ نے سورہ بقرہ کی ان آیات کی تفسیر کے تحت یہ واقعہ امام ابن اسحٰق کی روایت کے مطابق بیان کیا ہے روایت میں اعتراض کرنے والے منافق کا نام اخنس بن شریف ذکر کیا ہے۔ مظہری صـ۲۴۴ ج۱۔ ؎ تنعیم وہ جگہ ہے جہاں اہل مکہ عمرہ کا احرام باندھتے ہیں۔ یہاں ایک مسجد عائشہ رضی ہے جس کو غالباً مسجد شہداء بھی کہا جاتا ہے۔ (شرح مواہب صـ۲۴ ج۲)

اور حضرت زبیر رضؓ کافروں کے سامنے ہوئے اور بولے:۔

میں زبیر بن عوام بن عبدالمطلب ہوں یہ مقداد بن اسود ہیں ہم دونوں شیر بیشہ ہیں۔ جدھر رُخ کر لیتے راستہ صاف کر دیتے ہیں۔ اگر مقابلہ کرنا چاہو تو تیار ہیں اور اگر واپس جانا چاہو تو تمہیں اجازت ہے

ستر کافر یہ سن کر واپس مکہ کو آ گئے۔ اور یہ دونوں مدینہ منورہ آئے۔ فوراً ہی حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور حضور سے عرض کیا فرشتے ان دونوں مردوں پر فخر کرتے ہیں،

سریہ بنی اسد

سنہ ۳ھ کے آخر میں یا سنہ ۴ھ کے شروع میں یہ واقعہ پیش آیا کہ آپ نے ابو سلمہ رضؓ اسدی مخزومی کو قبیلہ بنی اسد کی طرف بھیجا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ پسران خویلد، سلمہ اور طلحہ مختلف قبائل کو آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کے لئے جمع کر رہے تھے یہ لوگ مدینہ تک آئے اور آپ کے چند جانوروں کو لوٹ کر لے گئے اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ لوگ مدینہ کے لئے آئے لیکن راستہ ہی سے واپس ہو گئے تھے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو سلمہ رضؓ کو بلایا اور ڈیڑھ سو سوار ساتھ کئے اور جھنڈا مرحمت فرمایا۔ اس سریہ میں ابو عبیدہ۔ سعد بن ابی وقاص۔ اسید بن حضیر۔ ابو نائلہ ابو سبرہ۔ عبد اللہ بن ابی سہیل۔ ارقم بن ابی ارقم بھی تھے۔ آپ نے فرمایا جاؤ بنی اسد تمہارے مقابلہ کے لئے لشکر لائیں گے وہاں غارت گری ڈالو۔ پس ابو سلمہ رضؓ مدینہ سے باہر آئے اور ولید بن ظہیر رضؓ کو راہبر مقرر کیا۔ اور غیر معروف راستے سے ہو کر گئے جب "قطن" پہونچے جو قبیلہ بنی اسد کا چشمہ ہے۔ ان کے چوپائے یہاں چر رہے تھے ان کو لوٹ لیا۔ اور ان کے تین چرواہوں کو گرفتار کر لیا۔ اور چند غلام بھاگ گئے اور قبیلہ کو ابو سلمہ رضؓ کی آمد اور ان کی شوکت کی خبر دی۔ قوم بنی اسد یہ سنکر اپنے گھروں کو چھوڑ کر بھاگ گئی۔ جب ابو سلمہ بستی میں داخل ہوئے تو کسی کو نہ پایا تو اپنے لشکر کے تین حصے کئے۔ ایک حصہ اپنے ساتھ رکھا اور دو حصوں کو اموال اور چوپاؤں کے جمع کرنے کے لئے مقرر کیا۔ اموال غنیمت کے جمع کرنے میں کسی نے

مزاحمت نہ کی. سب اموال لے کر مدینہ منورہ حاضر ہوئے. آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے خمس نکال کر بقیہ کو تقسیم کر دیا ہر ایک کے حصہ میں ستر اونٹ اور کچھ بکریاں آئیں. اس سریہ میں دس یوم صرف ہوئے.

سریہ عبد اللہ بن انیس رضؓ

سنہ ۳ھ کے آخر میں یا سنہ ۴ھ کے شروع میں یہ واقعہ پیش آیا آپ نے عبد اللہ بن انیس رضؓ کو سفیان بن خالد ہذلی کے قتل کے لئے روانہ کیا یہ "عرنہ" میں [1] مقیم تھا. سبب اس واقعہ کا یہ ہوا کہ یہ شخص "قصۂ رجیع اور حضرت عاصم بن ثابت رضؓ کے قتل کا باعث تھا. اور اس نے اسی پر بس نہ کی بلکہ جنگ کے لئے لشکر جمع کر رہا تھا. آپ کو جب معلوم ہوا تو آپ نے عبد اللہ بن انیس رضؓ کو بھیجا اور فرمایا کہ اس کا شر دور کر دو! عبد اللہ بن انیس رضؓ نے عرض کیا حضور! اس کا پتہ نشان بتلائیے تاکہ میں اس کو شناخت کر سکوں. آپ نے ارشاد فرمایا "جس آدمی کی شکل ایسی ہو" اور جس آدمی کو دیکھ کر ڈر لگے اور وسوسہ شیطانی دل میں آئے وہی شخص ہے [2] " عبد اللہ بن انیس کہتے ہیں کہ میں نے جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دعا چاہی اور اپنی تلوار ہاتھ میں لی. اور مدینہ سے باہر روانہ ہو گیا. اور اپنے آپ کو "بنو خزاعہ" کے قبیلہ کا آدمی بنا لیا. جب میں "بطن عرنہ" پہونچا تو اس آدمی کو دیکھا کہ ایک جماعت کے ساتھ جاتا ہے اس کی ہیبت میرے دل میں بیٹھ گئی. اور وہ تمام نشانیاں میں نے موجود پائیں جو حضور نے بیان فرمائی تھیں. جب سفیان نے مجھے دیکھا تو بولا وہ کون؟" میں نے کہا. میں "بنو خزاعہ" کا ہوں میں نے سنا ہے کہ تو نے "محمد صلعم" سے جنگ کرنے کے لئے لشکر جمع کیا ہے؟ تم سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں. وہ بولا ہاں میں نے لشکر جمع کیا ہے. عبد اللہ بن انیس کہتے ہیں میں اس کے ساتھ ہو گیا. میں نے کہا کسی تنہائی کی جگہ "خیمہ" میں تشریف رکھیں وہاں بات کریں گے. جب رات ہو گئی اور اس کے احباب اور ساتھی متفرق ہو گئے. میں نے کچھ صبر کیا تاکہ فضا پرسکون ہو جائے. جب وہ سو گیا میں نے تلوار نکالی اور اس

---

[1] عرنہ میدان عرفات میں ایک وادی ہے مواہب ص ۶۳ ج ۲. [2] حضرت عبد اللہ بن انیس رضؓ کسی آدمی سے نہیں ڈرتے تھے اس وجہ سے ان کے لئے یہ علامت مقرر فرمائی روایت یوں اس قدر اندازہ دار ہے تجھے ڈر لگے اور تیرے جسم کا رواں ڈر کی وجہ سے کھڑا ہو جائے. شرح مواہب ص ۶۳ ج ۲

قتل کر دیا۔ اور اس کا سر جدا کر کے ساتھ لیا .... اور مدینہ کو روانہ ہو گیا۔ راستہ میں ایک غار آ گیا۔ میں نے اپنے آپ کو اس میں چھپایا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مکڑی کو متعین فرما دیا اس نے غار کے منہ پر تار تن دیا۔ جب سفیان کی قوم کو معلوم ہوا وہ میرے تعاقب میں نکلے لیکن سب کو مایوس ہونا پڑا پھر میں غار سے باہر آیا۔ رات کو سفر کرتا تھا اور دن کو چھپ جاتا تھا۔ اس طرح مدینہ منورہ پہونچا اور آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں پایا۔ جیسے ہی آپ کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمایا "افلح الوجہ" "چہرا کامیاب ہوا" میں نے عرض کیا "افلح وجہک یا رسول اللہ" اور اس ملعون کا سر سامنے ڈال دیا۔ اور کیفیت بیان کی آپ نے مجھے اپنا عصائے مبارک مرحمت فرمایا اور ارشاد فرمایا "جنت میں اس کے ساتھ جاؤ گے"[1] کہتے ہیں کہ یہ عصا۔ وفات کے وقت تک ان کے پاس رہا۔ مرتے وقت انھوں نے وصیت کی کہ اس کو میرے کفن میں لپیٹ دیا جائے۔ اس سریہ میں ان کے اٹھارہ شبانہ روز صرف ہوئے[2]

فائدہ جلیلہ اس جگہ یہ بات ذہن میں رہنا چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام و علی ہذا بزرگوں کے تبرکات سے برکت حاصل کرنا بدعت نہیں ہے۔ بخاری شریف میں حضرت عتبان کی حدیث موجود ہے جس میں مذکور ہے کہ انھوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی

ان یصلی فی بیتہ لیتخذہ مصلی — حضور میرے گھر جا کر نماز پڑھ لیں میں اس جگہ کو جائے نماز بنا لوں گا۔

اس حدیث میں علامہ ابن تیمیہ کے خلاف دلیل موجود ہے اگر یہ ناجائز ہوتا تو حضور انکار فرما دیتے علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں کہ متعدد حضرات سے مروی ہے کہ حضور صلعم بطن روحاء کی مسجد میں جو عرق الظبیہ کے قریب ہے۔ تشریف لے گئے۔ اور فرمایا

ھذا واد من اودیۃ — یہ جنت کی وادیوں میں سے ایک وادی

---

[1] روایت میں ہے کہ جنت میں اس پر ٹیک لگنے گا حالانکہ جنت میں ٹیک لگانے والے کم ہوں گے [2] یہ بھی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مردود کے قتل کی خبر حضرت عبداللہ بن انیس کی آمد سے پہلے ہی دے دی تھی (شرح مواہب صفحہ ۴۲ ج ۲)

الجنة وصلی فی هذا الوادی من قبلی سبعون نبیاً۔	ہے جہاں مجھ سے پہلے ستر نبیوں نے نماز پڑھی ہے۔

ہمارے اکابر میں سے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ ارشاد فرماتے ہیں

الروایات فی استبراک الصحابة ومن بعدھم اکثر من ان تحصی	حضرات صحابہؓ اور ان کے بعد کے حضرات کا تبرکات سے برکت حاصل کرنے کے بارے میں بے شمار روایات ہیں۔

اس کے باوجود حضرت عمرؓ سے ممانعت بھی منقول ہے۔ اس سے اشارہ اس طرف ہے کہ دین متین میں غلو والا طریقہ اختیار نہ کیا جائے اگر ایسا کیا گیا تو اسلام کی اصل صورت مسخ ہو جائیگی اس لئے ہر چیز کو اس کے عطا کردہ حدود میں رکھا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

(سیرت خیر العباد ص۳۴۷ ج۱ از مرقاة المفاتیح ص۴۴۹ ج۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حالات ۴ھ

(۱) واقعہ بیر معونہ
(۲) غزوۂ بنی نضیر
(۳) بدر صغریٰ
(۴) رجم یہودی
(۵) چوری کا واقعہ
(۶) توریت پڑھنے کا حکم
(۷) تحریم خمر

۵ھ

(۸) غزوۂ بنی مصطلق
(۹) سورۂ منافقون کا نزول
(۱۰) قصۂ افک
(۱۱) آیت تیمم کا نزول
(۱۲) غزوہ خندق
(۱۳) غزوۂ بنی قریظہ
(۱۴) صلوٰۃ کسوف
(۱۵) وفدِ مزینہ
(۱۶) دومۃ الجندل

ترتیب

حالاتِ ۴ھ

واقعۂ بیر معونہ

یہ واقعہ ۴ھ کے شروع میں ہوا۔ اہلِ سیر نے بیان کیا ہے کہ ابو عامر بن مالک (ملاعب الاسنہ) قبیلہ نجد اور بنی عامر کو لے کر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کو اسلام کی دعوت دی۔ اگرچہ وہ مسلمان نہ ہو سکا مگر انکار بھی نہ کیا اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میرا قبیلہ بہت بڑا ہے۔ آپ اپنے اصحاب کو میرے ساتھ بھیجدیں امید کرتا ہوں کہ وہ دعوتِ اسلام قبول کر لیں گے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ میں ان قبیلوں سے مطمئن نہیں ہوں۔ ابو عامر نے عرض کیا۔ آپ اطمینان فرمائیں۔ میں ان کو اپنی جوار میں لیتا ہوں۔ کوئی ضرر ان کو نہ پہونچے گا۔ آپ نے چالیس آدمی بروایت دیگر ستر آدمی اور بروایت دیگر دس سے زیادہ مہاجرین و انصار ساتھ کیے۔ کتب احادیث اور سیر میں ان کے یہ اسمائے گرامی نظر سے گزرے ہیں۔ منذر بن عمرو رض۔ طفیل بن اسعد رض۔ انس بن معاویہ رض۔ نافع بن بدیل رض۔ عروہ بن صلت رض۔ عطیہ بن عبد عمرو۔ مالک بن ثابت رض۔ سفیان بن ثابت رض۔ عمرو بن امیہ ضمری رض۔ کعب بن زید رض۔ کہتے ہیں کہ ان حضرات کا کام یہ تھا کہ روزانہ لکڑیاں لاتے اور ازواجِ مطہرات کے حجروں میں پہونچاتے یا ان لکڑیوں کے بدلہ کھانے کا سامان اصحاب صفہ کے لئے خرید کر لاتے اور یہ بھی روایت ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے شیریں پانی کا انتظام ان کے سپرد تھا۔ اور جب رات ہوتی تو نماز اور تلاوت قرآن پاک میں مشغول ہوتے[1]

کہتے ہیں کہ منذر بن عامر کو ان پر امیر مقرر کیا گیا اور ایک مکتوب روسائے نجد و بنی عامر کی طرف سے آپ نے تحریر فرمایا۔ کہتے ہیں ابو عامر نے دو اونٹ اور دو گھوڑے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے بھائی لبید کے ذریعہ خدمتِ اقدس میں بطور ہدیہ پیش کئے تھے۔ آپ نے انکار کر دیا کہ ہم کافر کا ہدیہ قبول نہیں کرتے۔ لبید نے کہا آج تک

---

[1] خالص اسلامی طرز زندگی یہی ہے کہ دن کو مشاغل کے ساتھ اور رات کو خدا کے حضور میں

ہمارا ہدیہ کسی نے رد نہیں کیا ہے۔ لبید نے کہا میرا باپ بیمار رہے مرض دبیلہ میں مبتلا ہے اسی وجہ سے اس نے ہدیہ بھیجا ہے۔ آپ نے زمین سے مٹی اٹھائی اور اس پر لعاب دہن مبارک ڈالا اور فرمایا اس کو نرم کر کے دبیلہ پر لگا دینا۔ اس نے ایسا ہی کیا اور اس کے باپ کو آرام ہو گیا[۱]

القصہ یہ ستر حضرات بیر معونہ پر پہونچے اور وہاں پڑاؤ کیا اور اونٹ عمرو بن امیہ ضمریؓ اور حارث بن صمہؓ کے سپرد چرانے کے لئے گئے اور حضورؐ کا مکتوب گرامی حرام بن ملحان کو دیا تاکہ عامر بن طفیل (جو ابو عامر بن مالک کا بھائی تھا) کے پاس لیجائے۔ حرام دو آدمیوں کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے اور جب اس قوم کے پاس پہونچ گئے تو اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا آپ یہیں توقف کریں۔ میں جاتا ہوں۔ اگر مجھ کو امان دے دی تو آپ کو بھی بلا لوں گا۔ اگر انھوں نے مجھے قتل کر دیا تو آپ بقیہ ساتھیوں کے پاس پہونچ جانا۔ حرام پہونچے اور امان چاہی۔ اس نے ایک آدمی کو اشارہ کیا۔ دوسرے لوگوں نے دوسری طرف سے پیچھے سے آکر نیزہ مارا۔ اس وقت حضرت حرام نے کہا۔

فزت ورب الکعبہ　　　رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا

عامر بن طفیل نے بنو عامر سے مدد چاہی تاکہ بقیہ اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرے۔ لیکن ابو عامر نے پہلے ہی قوم سے جا کر کہدیا تھا کہ میں نے ان لوگوں کو امن دے دی ہے۔ کوئی ان سے تعرض نہ کرے۔ عامر بن طفیل نے جب مدد چاہی تو سب نے انکار کر دیا۔ عامر بن طفیل۔ قبائل سلیم دعصیہ کے پاس پہنچا اور رعل وذکوان کے پاس گیا اور مدد چاہی وہ سب متفق ہو گئے اور سب بیر معونہ پر آگئے[۲]

منذر بن عامر ساعدی نے اپنے ساتھیوں سے کہا حرام کو بہت دیر ہو گئی ہے جا کر دیکھنا چاہیئے کیا حال ہے؟ فوراً ہی سامنے سے عامر بن طفیل ایک لشکر لے کر

---

[۱] ملا علی قاری نے بیان کیا ہے اگر کسی شخص کو وطن غیر کا پانی موافق نہ آتا ہو تو اس کو چاہیئے کہ وہ اپنے وطن کی مٹی کو پاس رکھے اور جب پانی پیئے تو مٹی کی ایک ڈلی پانی میں ڈال کر پیئے تاکہ وطن کی مٹی کے کچھ اثرات پانی میں آجائیں۔ مرقاۃ ص ۳۵۴ [۲] بعض اصحاب سیر نے واقعۂ بیر معونہ اور واقعہ سریہ رجیع کو ایک ہی قرار دیا ہے۔ علامہ ابن قیم نے ج ۳ اس کی تردید کی ہے اور دلیل میں بخاری کی حدیث پیش کی ہے۔ زاد المعاد

آموجود ہوا۔ اور ان کا چاروں طرف سے احاطہ کر لیا۔ اس وقت ان مظلومین نے خدا کی طرف توجہ کی۔ اور عرض کیا۔ الٰہی ہمارا سلام جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک پہونچا دیجئے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان کا سلام دربارِ رسالت میں پیش کیا آپ نے فرمایا علیہم السلام اور کہتے ہیں کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

بلغوا عنا قومنا انا قد	ہماری قوم کو پہونچا دو کہ ہم نے
لقینا ربنا فرضی عنا و	اپنے رب سے ملاقات کر لی وہ
ارضانا لہ	ہم سے راضی ہو گیا۔ ہمیں راضی کر لیا۔

کہتے ہیں یہ آیت چند دنوں تک رہی اس کے بعد منسوخ التلاوت قرار دیدی گئی۔ غرضکہ بیر معونہ پر مسلمانوں نے کافروں کے ساتھ بہت بڑی جنگ کی بالآخر سب شہید ہو گئے مگر منذر بن عمرو رہ گئے۔ ان سے کافروں نے کہا۔ تمہیں امن دی جاتی ہے۔ بولے پہلے مجھے حرام کی قتل گاہ دکھا دو۔ وہاں ان کو لے جایا گیا جب یہ وہاں پہونچ گئے تو بولے مجھے کافروں کی امن قبول نہیں ہے اور خوب لڑ کر شہید ہو گئے۔

عمرو بن امیہ ضمری رض۔ حارث بن صمہ رض دونوں چرانے گئے تھے۔ جب لوٹے تو دور سے دیکھا کہ اس جگہ گرد و غبار ہے اور پرندے اڑ رہے ہیں۔ ان کے دل میں شک پیدا ہوا دونوں نے مشورہ کیا۔ عمرو بولے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دینی چاہئے حارث رض نے کہا کہ جہاں منذر بن عمرو رض کو شہید کر دیا گیا ہے وہاں سے واپس نہ جاؤں گا۔ یہ کہا اور کافروں کی طرف روانہ ہوئے اور دو کافروں کو قتل کر دیا اس وقت عمرو اور حارث رض دونوں کو پکڑ لیا۔ حارث رض سے کافروں نے کہا۔ کیا چاہتے ہو؟ بولے مجھے حرام بن ملحان کی قتل گاہ دکھا دو۔ ان کو وہاں لیجایا گیا اور وہاں جا کر انھوں نے دو کافروں کو اور جہنم رسید کر دیا اس کے بعد خود بھی شہید ہو گئے۔

روایت ہے کہ عمرو بن امیہ رض سے عامر بن طفیل نے کہا۔ ان مقتولوں میں سے تم اپنے

لہ اس کو علامہ بغوی نے حضرت انس رض سے روایت کیا ہے اور کہا کہ اس کے بعد آیت لا تحسبن الذین قتلوا۔ الآیۃ نازل ہوئی۔ مظہری ص ۱۷۴ ج ۲

دوستوں کو شناخت کرتے ہو؟ بولے ہاں، اور اس کے بعد ہر ایک کا نام بتلایا۔ اور کہا ان میں عامر بن فہیرہ رضؓ حضرت ابو بکر رضؓ کے آزاد کردہ غلام جو سب سے اول اسلام میں داخل ہوئے تھے وہ نہیں ہیں۔ عامر بن طفیل نے کہا جب ان کو قتل کر دیا گیا تو میں نے دیکھا کہ کوئی ان کو آسمان پر لئے جاتا ہے ان کو بنی کلاب کے آدمی جبار بن سلمیٰ نے قتل کیا ہے اس نے بتلایا تھا کہ جب میں نے ان کے نیزہ مارا تو انھوں نے کہا " خدا کی قسم میں کامیاب ہوگیا اور میں نے دیکھا کہ اس کو آسمان کی طرف لے گئے۔ میں " فزت واللہ " کا مطلب دریافت کرنے ضحاک بن سفیان کلابی کے پاس گیا۔ انھوں نے بتلایا اس کا مطلب جنت میں داخل ہونا ہے اور پھر مجھ پر اسلام پیش کیا اور میں مسلمان ہو گیا۔

روایت ہے کہ ایک مکتوب ضحاک بن سفیان رضؓ نے جناب رسول اللہ صلے اللہ کی خدمت میں بھیجا جس میں جبار بن سلمیٰ رضؓ کے مسلمان ہونے کا ذکر تھا اور یہ بھی ذکر کیا تھا کہ عامر بن فہیرہ رضؓ کو آسمان کی طرف لیجایا گیا۔ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ فرشتوں نے ان کے جسم کو تو دفن کر دیا اور روح کو اعلیٰ علیین میں داخل کیا۔ حضرت جبرئیلؑ نے جب اس واقعہ کی خبر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہونچائی تو آپ نے چالیس دن تک اور بروایت دیگر ایک ماہ تک صبح کی نماز میں قنوت پڑھی اور ان سب قبائل کے لئے بد دعا کی۔ [2]

کہتے ہیں کہ ابو عامر اس غداری کی وجہ سے جو اس کے برادر زادہ نے اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کی تھی بہت رنجیدہ تھا۔ اور اسی غم میں اس کا انتقال ہوا۔ عامر بن طفیل کے اونٹ کے طاعون نکلا اور سلولیہ عورت کے گھر میں اس کا انتقال ہوا۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ اس نے اپنا گھوڑا طلب کیا اور اس پر اس کا انتقال ہوا [3]

روایت ہے کہ عمرو بن امیہ ضمری کو عامر بن طفیل کے پاس لے گئے۔ اس کی ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی نیت کر لی تھی۔ عامر نے ان کی پیشانی کے بال کاٹ کر آزاد کر دیا۔ یہ

---

[1] رواہ ابن مبارک مواہب ج۲ ص۷۶ [2] رواہ بخاری عن انس رضؓ۔ حنفیہ کا مسلک یہی ہے کہ اہم واقع اور نزول مصائب کے وقت قنوت نازلہ صبح کی نماز کی آخری رکعت میں رکوع کے بعد پڑھی جائے [3] وفود کے ابواب میں اس کا تفصیلی ذکر آئے گا۔

وہاں سے چھوٹ کر مدینہ آئے راستے میں بنی عامر کے دو کافروں کو دیکھا۔ جو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امان لے کر واپس آرہے تھے۔ ان کو اس کی خبر نہ تھی جب وہ دونوں سو گئے تو ان کو واقعہ بیر معونہ کے انتقام میں قتل کر دیا اور مدینہ منورہ آگئے۔ اور تمام حالات از اول تا آخر بیان کئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا تم نے برا کیا وہ ہماری امان میں تھے۔ ان کی دیت کا انتظام کرنا چاہیئے۔

غزوہ بنی نضیر اسی سال[1] آپ اپنے اصحاب میں سے حضرت ابوبکر رض۔ عمر رض۔ علی رض۔ زبیر رض۔ طلحہ رض۔ سعد بن معاذ رض۔ اسید بن حضیر رض۔ سعد بن عبادہ رض کو ساتھ لے کر قبیلہ بنی نضیر میں پہونچے اور ان دو عامری مقتولوں کی دیت کے بارے میں (عہد کے مطابق) امداد طلب کی۔ بولے آپ تھوڑی دیر توقف فرمائیں۔ جو کچھ حکم ہوگا بجا لائیں گے۔ یہ سب لوگ مشورہ کرنے علیحدہ ہوئے۔ حیی بن اخطب نے مشورہ دیا۔ دیکھو یہ موقعہ غنیمت ہے۔ آپ چند ساتھیوں کے ساتھ تنہا ہیں تم میں سے کوئی آدمی اوپر جائے اور وہ دیوار کے نیچے ہیں اوپر سے کوئی بھاری پتھر ان پر گرا دیا جائے یا اس طرح جھگڑا کر ڈال جائے گا عمرو بن خجاش اوپر جانے کو آمادہ ہو گیا۔ سلام بن مشکم نے کہا ایسا نہ کرو ان کو آسمان کی طرف سے خبر کر دی جاتی ہے۔ وہ یہ کہتا ہی رہا کہ عمرو ایک بڑا پتھر لے کر چھت کے اوپر گیا۔ فوراً ہی حضرت جبرئیل نے یہود کے مکر سے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی اور آپ وہاں سے واپس آگئے۔ آپ کے اصحاب بھی آپ کے ساتھ واپس آگئے۔ یہودی بھی جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ کی خدمت میں پیچھے پیچھے آئے اور عرض کیا۔ حضور! کیوں واپس آگئے ہم تو انتظار کرتے رہے؟ آپ نے فرمایا مجھے تم لوگوں کے غدر کی خبر کر دی گئی تھی۔ اور فوراً ہی آپ نے محمد بن مسلمہ رض کو یہود بنی نضیر کے پاس بھیجا کہ فوراً ہمارا شہر خالی کر دو! اگر دس دن کے بعد کسی کو دیکھا گیا تو قتل کر دیا جائے گا۔ ان لوگوں نے ان دس دنوں میں اونٹ اور جانور اکٹھا کئے اور کچھ کرایہ پر لئے اور مدینہ سے باہر جانے کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ ان کے پاس عبداللہ بن ابی بن سلول منافق پہونچا اور قسم دی کہ تم لوگ

---

[1] روض الانف میں زہری کی روایت ذکر کی ہے کہ یہ غزوہ بدر کے بعد ہوا۔ علامہ ابن قیم نے اس پر تنقید کی ہے اور زہری کا وہم قرار دیا ہے۔ روض صفحہ ۱۸۶ ج ۲۔ زاد المعاد

نہ جاؤ بلکہ اپنے قلعوں میں محصور ہو جاؤ۔ دو ہزار آدمیوں کے ساتھ میں مدد کروں گا۔ بنی قریظہ اور بنو غطفان تمہاری مدد کو تیار ہیں۔ حیی بن اخطب نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس خبر بھیجدی کہ ہم اپنے گھروں سے نہیں جائیں گے جو جی چاہیے کیجیے۔ یہ خبر سنتے ہی آپ نے تکبیر کہی۔ لشکر تیار کیا۔ مدینہ میں ابن ام مکتوم کو خلیفہ مقرر کیا اور حضرت علی رضؓ کو جھنڈا عنایت فرمایا اور عصر کی نماز بنی نضیر کے میدان میں جاکر ادا کی۔ یہودی قلعہ بند ہو چکے تھے۔ تیر اور پتھروں کا انتظام کر لیا تھا۔ آپ نے پندرہ دن تک ان کا محاصرہ کیا۔

آپ نے اپنے اصحاب کو امر فرمایا کہ عجوہ (خرمہ[1]) کے علاوہ ان کے درختوں کو قطع کر دیا جائے بنو نضیر نے جب یہ دیکھا تو بولے۔ تم لوگ مسلمان ہو۔ تمہارے لئے درختوں کا کاٹنا جائز نہیں ہے مسلمانوں میں اس سے اختلاف ہوا۔ بعض نے کہا کہ قطع کریں گے بعض نے کہا نہیں۔

کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن سلامؓ اور ابو لیلیٰ مازنی رضؓ یہ درختوں کو کاٹ رہے تھے اور عجوہ کو بھی کاٹ رہے تھے۔ اور کہتے تھے کہ یہودیوں کو اس کا کاٹنا زیادہ ناگوار ہو گا۔ اور لون (خرمہ) کو بھی کاٹ رہے تھے جو سب سے زیادہ خراب ہوتی ہے اور کہتے جاتے تھے کہ مجھے امید ہے کہ یہ سب عنقریب مسلمانوں کے ہاتھ میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی شان میں یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔

ما قطعتم من لينة او تركتموها	جو بھی تم نخل کاٹتے ہو یا اس کو اس کی جڑ
قائمة على اصولها فباذن	پر باقی رکھتے ہو وہ اللہ کے حکم سے ہے
الله وليخزي الفاسقين[2]	تاکہ وہ نافرمانوں کو ذلیل کرے

غرض کہ کسی نے یہود کی فریاد نہ سنی اور ابن ابی نے بھی ان کی کوئی مدد نہ کی۔ اللہ کا رعب ان کے دلوں پر طاری ہو گیا اور تنگ آکر امان کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا تم لوگوں کی بات اب نہیں سنی جائے گی۔ مگر یہ قلعہ سے اتر آؤ اور جتنا مال تم چوپاؤں پر لے جا سکتے ہو لے جاؤ اور ہتھیار یہیں چھوڑ جاؤ۔ بنی نضیر نے اس کو مان لیا اور اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں

---

[1] عجوہ کھجور کی حدیث میں بہت تعریف ہے فرمایا ہے العجوة من الجنة۔ روض ج ۲ ص ۱۷۷ [2] ہم نے لینة کا ترجمہ نخل کیا ہے یہی ترجمہ علامہ سہیلی نے کیا ہے اور فرمایا ہے اس سے اشارہ ہے کہ پھل دار درخت کو نہ کاٹا جائے حضرت ابو بکر صدیق رضؓ مجاہدین کو وصیت فرمایا کرتے تھے کہ پھل دار درخت نہ کاٹے جائیں ج ۲ ص ۱۷۷

سے برباد کرنا شروع کیا اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔

هو الذی اخرج الذین
کفروا من اهل الکتاب
من دیارهم لاول الحشر
ما ظننتم ان یخرجوا وظنوا
انهم مانعتهم حصونهم
من الله فاتاهم الله
من حیث لم یحتسبوا
وقذف فی قلوبهم الرعب
یخربون بیوتهم بایدیهم
وایدی المومنین فاعتبروا
یا اولی الابصار [له]

اور اس نے نکال دیا کافروں کو جو
اہل کتاب ہیں ان کے گھروں سے پہلے
اجتماع پر لشکر کے اور تمہارا خیال نہ
تھا کہ وہ نکل جائیں گے۔ اور ان کا
خیال تھا کہ ان کے قلعے ان کو بچا
لیں گے اللہ سے پس پہونچا ان پر اللہ
کا عذاب جہاں سے ان کو خیال بھی نہ تھا
اور ڈال دیا ان کے دلوں میں رعب
کہ خراب کرتے ہیں اپنے گھروں کو اپنے
اور مومنین کے ہاتھوں سے پس عبرت
پکڑو اے عقل والو!

روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے محمد بن مسلمہ رض کے سپرد یہ معاملہ کیا اور فرمایا کہ ان کو روانہ کرو یہود نے انتظام کیا اور چھ سو اونٹوں پر سامان لادا۔ اور دف بجاتے ہوئے مدینہ سے نکل گئے۔ ان میں کچھ شام چلے گئے اور کچھ خیبر اور کچھ دوسری طرف ان کی زمینیں اور مال سب "فئی" شمار کیا گیا۔ جو سب کا سب جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں آگیا، اور اکثر روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس سے خمس نہیں لیا گیا۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رح کا مذہب یہی ہے کہ "مال فئی" میں سے خمس نہیں لیا جاتا ہے اور بعض روایات سے خمس لینا ثابت ہے اس بنا پر امام شافعی "مال فئی" میں خمس کو کہتے ہیں۔

[له] ان آیات کا ترجمہ حضرت شیخ الہند کا ہے انھوں نے پوری سورت کو پیش نظر رکھ کر ترجمہ کیا ہے ورنہ اول الحشر کے ترجمہ میں چند قول ہیں یعنی اول حشر سے مراد یہ جلاوطنی خیبر کی طرف اور پھر حضرت عمر رض کے زمانہ میں ان کو جلاوطنی ملی یا اول حشر سے مراد یہی جلاوطنی اور حشر ثانی قیامت روض ص ۱۷۷ ج ۲

روایت ہے کہ بنی نضیر کے ہتھیاروں میں سے۔ پچاس زرہ۔ پچاس خود۔ ۳۴۰ تلواریں، حاصل ہوئیں۔ اور جس آدمی نے ان میں سے جو چیز طلب کی اس کو وہی دے دی گئی۔ بعض لوگوں کو زمین بھی مرحمت فرمائی اور ایک سال کا نفقہ آپ نے اپنے اہلِ خانہ کو دیا اور باقی کو ضروریاتِ مسلمین پر خرچ کر دیا۔ روایت ہے کہ مہاجرین اور انصار میں سے جو بھی آتا اور اپنے گھر کی ضرورت کے لئے طلب کرتا آپ اس کو مرحمت فرما دیتے۔ اس طرح اس دولت سے بہت ارزانی رہی۔

روایت ہے کہ ایک دن جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انصار کو جمع کیا اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔ اگر تم لوگ چاہو تو یہ مال صرف مہاجرین کو دیدیا جائے اس طرح وہ تمہارے گھروں کو چھوڑ کر علیحدہ اپنے گھر بنائیں اور ان کا نفقہ دور ہو۔ انصار میں سعد بن معاذ رضؓ نے عرض کیا۔ حضور! انھوں نے دین کی محبت میں اپنا گھر ترک کیا آپ ان کو سب کچھ مرحمت فرما دیں مگر یہ حضرات ہمارے ہی پاس رہیں۔ اس سے ہمارے گھروں میں برکت ہوگی۔ آپ نے انصار کے لئے دعا کی۔ "الٰہی انصار سے ان کی اولاد سے اور انکی اولاد کی اولاد سے راضی ہوجا" چنانچہ اموال بنی نضیر کے لئے حسبِ مصلحت۔ ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عبدالرحمٰن بن عوف۔ صہیبؓ۔ ابوسلمہؓ کو مقرر فرمایا اور انصار میں سے۔ سہل بن حنیفؓ اور ابودجانہؓ کو کچھ دیا یہ بہت غریب تھے کہتے ہیں۔ بنی نضیر کے ہتھیاروں میں۔ ابن ابی الحقیق کی تلوار بہت زیادہ مشہور تھی اس کو۔ حضرت سعد بن معاذؓ کو مرحمت فرمایا۔

متفرقات

اسی سال ۴ھ میں حضور صلعم کے نواسہ عبداللہ بن عثمان بن عفانؓ کی وفات ہوئی کہتے ہیں کہ ان کی آنکھ میں ایک مرغ نے چونچ ماردی تھی اسی مرض میں انتقال ہوا۔ آپ نے جنازے کی نماز پڑھائی اور حضرت عثمانؓ نے قبر میں اتارا۔ ۶ سال کی عمر تھی۔

۲۔ اسی سال ۴ھ میں زینب بنت خزیمہ زوجہ محترمہ آں سرور صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔

۳۔ اسی سال ۴ھ میں حضرت علیؓ کی والدہ فاطمہ بنت اسدؓ کا انتقال ہوا۔

۴۔ اسی سال ۴ھ میں حضرت حسینؓ پیدا ہوئے۔

۵۔ اسی سنہ ۴ھ میں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا عقد حضرت ام سلمہ رضؓ کے ساتھ ہوا

غزوہ بدر صغریٰ

اسی سال سنہ ۴ھ میں غزوہ بدر صغریٰ ہوا[1] اس کو بدر موعود بھی کہتے ہیں۔ سبب اس کا یہ ہے کہ احد سے واپس ہوتے وقت ابو سفیان نے کہا تھا کہ سال آئندہ بدر میں مقابلہ ہوگا آپ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا تھا کہدو! ہاں انشاء اللہ) جب وعدہ کا وقت قریب آیا تو ابو سفیان نے جنگ کا انتظام کیا۔ لیکن دل سے نہیں چاہتا تھا کہ جائے کیونکہ وہ سال مکہ میں قحط سالی کا تھا لیکن یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ وعدہ خلافی ہو۔ اس وجہ سے پروپیگنڈہ اپنی بہادری اور انتظام کا بہت کیا تاکہ مسلمانوں پر رعب طاری ہوجائے وہ جانتا تھا کہ مسلمان حسب وعدہ بدر میں پہونچیں گے۔ اسی زمانہ میں نعیم بن مسعود اشجعی مکہ میں ابو سفیان کے پاس گیا۔ ابو سفیان نے اس سے مدد چاہی اور کہا کہ صورت حال یہ ہے کہ مکہ میں قحط ہے چوپاؤں کا انتظام نہیں ہے۔ "محمد اور ان کے ساتھیوں پر کس طرح رعب طاری کیا جائے کہ وہ بدر نہ آئیں اور وعدہ خلافی ان کی طرف سے ہو تو میں تم کو بیس اونٹ ۳ سالہ دوں گا۔ اور سہیل بن عمرو کو ضمانت پیش کی۔ نعیم نے کہا۔ حقیقت یہ ہے کہ" محمد صلعم" اور اوس، خزرج اس وقت انتظام میں ہیں اور مدینہ میں ہر طرف جنگی فضا ہے۔ بہر حال نعیم نے قبول کر لیا اور کسی طرح جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کو باز رکھنا چاہا۔ چنانچہ مدینہ میں سر منڈوا کر داخل ہوا گویا عمرہ کرکے آرہا ہے۔ لوگوں نے دریافت کیا تو بتلایا اس سال ابو سفیان نے بہت زیادہ انتظام کیا ہے۔ مسلمانوں کو اس کے مقابلے کے لئے نہ جانا چاہیئے ورنہ سالم واپس نہ ہوں گے اور نقصان سخت اٹھائیں گے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی کسی نے یہ خبر کہدی۔ اور مسلمانوں پر جو دہشت طاری ہوئی تھی اس کو بھی بتلا دیا۔ آپ نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو طلب فرمایا

---

[1] ابن ہشام اور علامہ قسطلانی نے مواہب میں غزوہ بدر صغریٰ کو ترتیب میں غزوہ ذات الرقاع کے بعد ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے۔ کانت فی شعبان بعد ذات الرقاع۔ ہمیں اس پر تعجب ہے مگر صاحب روضۃ الاحباب نے ترتیب میں ذات الرقاع کو بعد غزوہ خندق کے ذکر کیا ہے اور یہی صحیح ہے۔ علامہ ابن قیم نے اس پر دلائل قائم کئے ہیں۔ سیرت ابن ہشام صفحہ ۱۸۵ ج ۲۔ مواہب صفحہ ۹۳ ج ۲ (زاد المعاد)

انھوں نے مشورہ دیا کہ ہم کو باہر نکلنا چاہیئے اس سے انشاء اللہ حیات تازہ حاصل ہوگی اور دشمنوں پر رعب طاری ہوگا۔ مسلمانوں کے دلوں سے خوف دور ہوگا۔ آپ اس مشورہ سے بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا۔ جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر کوئی نہ جائے گا تب بھی میں تنہا ہی جاؤں گا یہ سن کر مسلمانوں میں آمادگی پیدا ہوئی اور خوف دور ہوا اور آپ نے ڈیڑھ ہزار مجاہد ساتھ لئے حضرت علی رض کو جھنڈا مرحمت فرمایا۔ مدینہ پر عبد اللہ بن رواحہ رض کو خلیفہ مقرر کیا اور روانہ ہو گئے مسلمانوں کے پاس اموال تجارت بہت تھا۔ شب اول ماہ ذیقعدہ میں بدر میں پہونچے اور وہاں آٹھ روز قیام فرمایا۔ مسلمانوں کو تجارت میں بہت نفع ہوا۔ حضرت عثمان فرماتے ہیں ایک دینار پر ایک دینار کا نفع ہوا۔

ابوسفیان بھی دو ہزار آدمیوں کے ساتھ روانہ ہوا۔ جسمیں پچاسی گھوڑے تھے۔ مقام "مجنہ" تک آیا اور ساتھیوں سے کہا آگے جانا مناسب نہیں ہے۔ اس سال قحط ہے۔ جانوروں کے پاس دودھ تک نہیں ہے اور یہیں سے واپسی اختیار کی اہل مکہ اس غزوہ کو "جیش السویق" بھی کہتے ہیں کیونکہ سپاہیوں نے ستو کھا کر سفر کیا تھا۔

لشکر اسلام کی تیاری اور ان کی شوکت کی خبر ان اہل بدر نے سفیان تک پہونچادی جو اس وقت (میلہ میں) وہاں جمع ہو گئے تھے۔ صفوان بن امیہ نے ابوسفیان سے کہا۔ وعدہ تو کرلیا تھا لیکن پورا نہ کرسکا۔ ہمارے سامنے ہی شیخی بھگارنی آتی ہے۔ اس پر ان لوگوں نے غزوہ خندق کے لئے تیاری شروع کردی۔ بعض مفسرین کہتے ہیں یہ آیت مبارکہ بدری صغری کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

فانقلبوا بنعمة من الله	پس وہ اللہ کی نعمت کے ساتھ
وفضل لم يمسسهم سوء	لوٹے کہ ان کو کوئی تکلیف نہیں پہونچی
واتبعوا رضوان الله	اور انھوں نے اللہ کی رضا حاصل
والله ذو فضل عظيم [1]	کرلی اور اللہ بڑے فضل والا ہے

رجم یہودی اور یہودیہ

اسی سال ۴ھ میں آپ نے ایک یہودی اور یہودیہ کے لئے رجم کا حکم فرمایا تھا ان سے زنا سرزد ہوا تھا۔ انھوں نے

[1] سورۂ آل عمران کی یہ آیات بدر صغری کے بارے میں ہیں۔ لیکن بعض مفسرین نے ان کو غزوہ "حمراء الاسد" کے بارے میں بھی بتلایا ہے واللہ اعلم۔ مواہب ص ۹۹ ج ۲

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ معاملہ پیش کیا تھا اور کہا تھا کہ ہماری شریعت میں تو زنا کی سزا۔ زانی اور زانیہ کا منہ کالا کر کے اونٹ پر بٹھا کر شہر میں گشت کرانا ہے عبداللہ بن سلام نے عرض کیا۔ حضور! یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں بلکہ ان کی سزا رجم ہے۔ چنانچہ توریت منگائی گئی۔ آپ نے اس کو پڑھوایا تو یہودیوں نے آیتِ رجم پر ہاتھ رکھ لیا۔ فوراً ہی حضرت عبداللہ بن سلام رضؓ نے ہاتھ ہٹایا تو آیت رجم ظاہر ہوئی اور اس زانی اور زانیہ کو رجم کرا دیا گیا لہ

توریت پڑھنے کا حکم اسی سال ۴ھ میں اس واقعہ کے بعد آپ نے حضرت زید بن ثابت کو توریت کی تعلیم حاصل کرنے کا حکم دیا۔ انھوں نے پندرہ دن میں اس کو پڑھ لیا ٢ہ

چوری کا واقعہ اسی سال ۴ھ میں طعمہ بن ابیرق اوسی نے ایک زرہ حضرت قتادہ رضؓ بن نعمان کے یہاں سے چرائی تھی اور دیوار کے سوراخوں میں سے زید بن سمین یہودی کے یہاں ڈال دی تھی اور بھاگ گیا تھا۔ یہودی یہ سب کیفیت دیکھ رہا تھا۔ جب لوگ تلاش کرتے ہوئے آئے تو زرہ کو یہودی کے یہاں پایا۔ یہودی نے کہا یہ کام طعمہ کا ہے قتادہ اور یہودی دونوں طعمہ کے یہاں پہونچے وہ قسم کھا گیا کہ یہ کام میں نے نہیں کیا ہے لہٰذا پورا معاملہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ یہودیوں نے زید بن سمین یہودی کی برائت میں گواہی دی چنانچہ بنو ظفر جو طعمہ کے قبیلہ کے آدمی تھے باوجودیکہ وہ جانتے تھے کہ طعمہ زمانہ جاہلیت سے چوری کا کام کرتا ہے لیکن پوری رات اس مشورہ میں گذار دی کہ اس معاملہ سے طعمہ کو چھوڑا یا جائے اور یہودی کو پھانسی دیا جائے۔ صبح کو دربار رسالت میں طعمہ کی برائت کی گواہی دی جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زید کو سزا دینے کا ارادہ کر ہی لیا تھا کہ حضرت جبرئیلؑ یہ حکم لے کر آئے۔

لہ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی دوسرے دین کا آدمی ہم سے فیصلہ چاہے تو ہم اس کا فیصلہ کر سکتے ہیں

٢ہ اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے مذاہب کی کتابوں کا مطالعہ کرنا جائز ہے اس سے دوسرے مذاہب کی باتیں معلوم ہوں گی ہمیں اپنے دین کی اشاعت میں مدد ملے گی اور وہ ہم کو دھوکہ بھی نہ دے سکیں گے۔

انا انزلنا الیک الکتاب	ہم نے آپ کی طرف کتاب حق کے ساتھ
بالحق لتحکم بین الناس	اتاری ہے تاکہ آپ لوگوں کے درمیان
بما ارٰیک اللہ ولا	وہ فیصلہ کریں جو اللہ نے آپ کو بتلایا
تکن للخائنین خصیمًا[۱]	ہے اور خائنوں کے لئے جھگڑنے والے نہ ہوں۔

اس وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جان گئے کہ یہ کام طعمہ کا ہے، تو آپ نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا۔ وہ بھاگ کر مکہ آگیا اور وہاں بھی ایک چوری کی جس میں قتل کر دیا گیا۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ یہ بھاگ کر کشتی پر سوار ہوا۔ اہل کشتی نے جب اس کے پاس مال کا تھیلا دیکھا تو طعمہ کو ڈبو دیا۔ الحاصل انجام اس کا ذلت کی موت یا قتل ہوا۔ اور مال بھی ضائع ہوا۔ اس بارے میں اور بھی روایات ہیں مگر اس کی گنجائش یہاں نہیں ہے[۲]

تحریم خمر

قول مشہور کی بنا پر تحریم خمر کا حکم سنہ ۴ھ میں ہوا۔ اور ایک قول سنہ ۶ھ کا اور تیسرا قول سنہ ۸ھ کا بھی ہے۔ شیخ ابن حجرؒ نے اپنی شرح میں آخری قول کو ترجیح دی ہے اہلِ سیر بیان کرتے ہیں تحریم خمر کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے جو آیت نازل فرمائی ہے وہ یہ ہے۔

ومن ثمرات النخیل والاعناب	کھجور اور انگور کے پھلوں سے تم
تتخذون منہ سکرًا	نشہ کی چیز اور اچھا رزق
ورزقًا حسنًا[۳]	بناتے ہو۔

---

[۱] سورۂ نساء کی ان آیات میں کان فضل اللہ علیک عظیما تک اسی واقعہ کو بیان فرمایا ہے اس کو ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے اور فرمایا یہ حدیث مسلم کی شرائط کے مطابق ہے مظہری ص ۲۴۴ ج ۲ ابن کثیر ص ۵۵۱ ج ۱

[۲] یہ واقعہ سنہ ۴ھ کا ہے اور سورۂ نساء میں مذکور ہے اور قطع ید کا حکم سورۂ مائدہ میں ہے [۳] یہ آیت سورۂ نحل کی ہے جو مکہ میں نازل ہوئی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ تحریم خمر مدینہ میں ہوئی ہے۔ آیت مبارکہ میں رزق حسن سے مراد سرکہ ہے۔ اکلیل ص ۱۳۶ ج ۵ مظہری ص ۳۵۲ ج ۲۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ اس جگہ کاتب سے سہو ہو گیا ہے کیونکہ علامہ بغوی نے فرمایا ہے خمر کے بارے میں چار آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ ایک مکہ معظمہ میں سورۂ نحل کی مندرجہ آیت اور تین مدینہ منورہ میں۔ وہ تینوں آیتیں بالترتیب اوپر درج ہیں۔ اس کے علاوہ علامہ ابن حجر کا قول سنہ ۸ھ کے بارے میں ترتیب سورۂ اور آیات کو سامنے رکھتے ہوئے تاریخی اعتبار سے درست نہیں ہے۔

اس وقت مسلمان اس میں مشغول تھے لیکن اس آیت سے اباحت معلوم ہو گئی لیکن جو صحابہؓ ذہین تھے وہ جان گئے تھے اس وجہ سے انھوں نے شراب کے بارے میں دریافت کیا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

یسئلونک عن الخمر	آپ سے شراب اور جوئے کے بارے
والمیسر قل فیھما	میں دریافت کرتے ہیں۔ فرما دیجئے۔
اثم کبیر و منافع	ان میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے
للناس واثمھما اکبر	لئے نفع بھی ہے اور ان کا گناہ نفع
من نفعھما [۱]	سے زیادہ بڑا ہے۔

آپ نے اپنے صحابہؓ سے بیان فرما دیا تھا کہ یہ تحریم خمر کی ابتداء ہے۔ حضرت عمرؓ کو جب معلوم ہوا تو انھوں نے فرمایا۔

اللھم بیّن لنا بیانا شافیا	الٰہی ہمارے لئے شراب کے متعلق
فی الخمر	واضح حکم نازل فرمائیے۔

عقلمند صحابہ کہتے تھے کہ جس چیز کی مضرت نفع سے زیادہ ہے اس کا ترک اولیٰ ہے بعض لوگ منافع کے اشارہ کی وجہ سے برابر اس کا استعمال کرتے رہے چنانچہ ایک روز حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے چند دوستوں کی ضیافت کی۔ اور اس میں اس قدر شراب پی گئی کہ ایک صاحب نے جب امامت کرائی تو قل یاایھا الکافرون کے لا کو حذف کر کے پڑھ دیا [۲]

اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

یاایھا الذین امنوا لا	ایمان والو! نشہ کی حالت میں تم نماز
تقربوا الصلوٰۃ وانتم	کے قریب بھی نہ جاؤ حتیٰ کہ تم جان لو!
سکاریٰ حتیٰ تعلموا ما تقولون [۳]	کہ تم کیا کہتے ہو۔

چنانچہ اوقات صلوٰت کے وقت خمر کو ترک کر دیا گیا۔ ایک دن عتبان بن مالکؓ نے

---

[۱] سورہ بقرہ [۲] یہ روایت حضرت علیؓ کے بارے میں ہے جس کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے [۳] سورہ بقرہ

چند دوستوں کی ضیافت کی اور ایک اونٹ کو ذبح کیا اور اس کو بھونا. جب لوگ کھا چکے تو دورِ شراب چلا. اسی میں ایک دوسرے پر فخر کی باتیں چلیں. سعد بن ابی وقاصؓ نے ایک قصیدہ اپنے فخر پر مشتمل پڑھا دوسرے فریق نے اونٹ کی ہڈی اٹھا کر ان کے سر میں ماردی اور ان کا سر پھٹ گیا. تب حضرت عمرؓ نے یہ دعا کی تھی. اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا.

انما الخمر والمیسر والانصاب	شراب - جوا - انصاب - ازلام ناپاک
والازلام رجس الی قولہ	ہیں الی آخرہ ــــ پس کیا تم رکنے
فھل انتم منتھون [1]	والے ہو.

یہ سن کر سب نے کہا "ہم باز آئے باز آئے اس سے عقل بھی جاتی ہے اور مال بھی جاتا ہے" اس وقت جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اعلان کرا دیا "خمر حرام کر دی گئی ہے" جس نے سنا فوراً ہی شراب کے مٹکے پھوڑ دیئے. اس دن شراب پانی کی طرح بہتی پھرتی تھی. شیخ نجم الدین عمر نسفی نے شرح اربعین میں تحریر فرمایا ہے کہ اس آیت میں حرمت خمر پر دس دلیل موجود ہیں ۱ خمر کو قمار کے برابر قرار دیا ہے اور وہ بھی حرام ہے ۲ بت کے ساتھ ذکر کیا ہے اور وہ بھی حرام ہے ۳ اس کو ناپاک کہا ہے ۴ اس کو عمل شیطان قرار دیا ہے ۵ فرمایا فاجتنبوہ اس سے بچو! ۶ لعلکم تفلحون فرمایا ہے یعنی تاکہ تم فلاح پاؤ. ۷ شراب کو عداوت اور دشمنی کا ذریعہ قرار دیا ہے. اور یہ حرام ہے ۸ اس کو یاد حق سے باز رکھنے والی قرار دیا ہے اور فرمایا ہے یصدکم عن ذکر اللہ [2] ۹ اس کو نماز سے روکنے والا قرار دیا ہے. اور یہ بھی حرام ہے ۱۰ آخر میں فھل انتم منتھون فرمایا ہے یعنی استفہاماً ترک کرنے کا حکم دیا ہے [3]

حرمت خمر اور شاربانِ خمر [4] پر جو عذاب ہوگا اس کے بارے میں احادیث بہت ہیں ان میں سے ایک یہ ہے. عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا خمر مست کرتی ہے

[1] احادیث اور سیرت کی کتابوں کو پڑھنے کے بعد ترتیب واقعات سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ تحریم خمر کا واقعہ سنہ ۳ھ ہی کا ہے واللہ اعلم. [2] تمہیں اللہ کی یاد سے روکتی ہے [3] عربی قاعدے کے مطابق جو نہی استفہاماً ہوتی ہے وہ زیادہ بلیغ ہوتی ہے [4] شراب پینے والے

اور مست کرنے والی شے حرام ہے

۲۔ جو لوگ دنیا میں شراب پیتے ہیں وہ جنت کی شراب سے محروم رہیں گے۔

۳ جابر بن عبداللہ رضؓ کہتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا جو لوگ دنیا میں شراب پیتے ہیں ان کو قیامت میں دوزخیوں کا پسینا پلایا جائے گا (جو نہایت بدبودار ہوگا)

۴۔ حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا شرابی۔ بت کے پجاری کی طرح ہے۔

۵۔ حضرت انسؓ نے فرمایا۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شراب سے متعلق دس آدمیوں پر لعنت کی ہے۔ بنانے والا۔ بنوانے والا۔ پینے والا ڈھونے والا۔ جس سواری پر اس کو لایا گیا ہے۔ اس سواری کا لیجانے والا۔ شراب پلانے والا۔ بیچنے والا۔ اس کا ثمن کھانے والا جس کے لئے خریدی گئی ہے۔

سنہ ۵ ھ

۱۔ اسی سال سنہ ۵ ھ میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا عقد حضرت زینب بنت جحشؓ کے ساتھ ہوا اور جس دن آپ نے ان کے ساتھ زفاف کیا اسی وقت آیت حجاب نازل ہوئی[۱]۔ اس کا ذکر اس کے مقام پر آئے گا۔

غزوہ مریسیع اسی سال سنہ ۵ ھ میں یہ غزوہ ہوا اس کو غزوہ بنی مصطلق بھی کہتے ہیں۔ اس قبیلہ کا سردار حارث بن ابی ضرار تھا۔ کافروں کو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کے لئے آمادہ کیا کرتا تھا۔ اور ایک لشکر جمع کر لیا تھا۔ یہ خبر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی معلوم ہوئی۔ آپ نے تحقیق حال کے لئے بریدہ اسلمیؓ کو بھیجا یہ گئے اور دریافت کیا اگر تم لوگوں کا ارادہ "محمد صلعم" کے ساتھ جنگ کرنے کا ہے تو میں بھی اپنی قوم کو تیار کروں۔ ان لوگوں نے پوری تفصیل بتلادی اور انھوں نے آکر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سب حالات بتلائے

---

[۱] پردے کے احکامات دو سورتوں میں مذکور ہیں۔ سورۂ نور اور سورۂ احزاب، ان دونوں سورتوں کے مضامین اور احکامات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں سورتوں کا زمانہ نزول ایک ہی ہے یعنی سنہ ۵ ھ واللہ اعلم۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر تیار کیا۔ اور مدینہ پر زید بن حارثہؓ کو خلیفہ مقرر کیا۔ مہاجرین کا جھنڈا حضرت علی کرم کو دیا اور انصار کا جھنڈا سعد بن عبادہ کو دیا۔ اور مقدمہ جیش پر حضرت عمرؓ کو مقرر فرمایا۔ اس لشکر میں تیس گھوڑے تھے۔ اس لشکر میں بہت سے منافقین بھی ساتھ ہو گئے تھے۔ جہاد کے لئے نہیں بلکہ مال کے لالچ میں۔ راستہ میں حضرت عمرؓ نے دشمن کے ایک جاسوس کو گرفتار کر لیا اور فرمایا یا تو سچ بتلا دے ورنہ ابھی قتل کرتا ہوں اس نے سب کچھ بتلا دیا۔ جاسوس کو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا آپ نے اس کو اسلام کی دعوت دی۔ اس نے انکار کر دیا اور کہا۔ ابھی میں اپنے قوم کے فیصلہ کا انتظار کروں گا۔ حضرت عمرؓ نے اس کو قتل کر دیا۔

جاسوس کے قتل کی خبر جب بنی مصطلق کو ملی تو وہ بہت خوف زدہ اور پریشان ہوئے اور ان کے اندر انتشار پیدا ہو گیا۔ جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم نے "مریسیع" میں قیام فرمایا اور حضرت عمرؓ کو حکم دیا کہ یہ اعلان کر دو کہ جو بھی "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کا اقرار کرے گا اس کی جان اور مال محفوظ ہو جائے گا۔ اس غزوہ میں حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ آپ کے ساتھ تھیں۔

مسلمانوں کا یہ اعلان جب کسی نے قبول نہ کیا تو آپ نے یکبارگی حملہ اور تیر باری کا حکم دیدیا۔ کافروں کے دس آدمی قتل ہوئے اور باقی گرفتار ہو گئے۔ مسلمانوں میں سے صرف ایک آدمی شہید ہوا۔ یہ بھی روایت ہے کہ بنی مصطلق میں سے ایک آدمی جنگ کے بعد مسلمان ہوا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے لشکر اسلام کے درمیان سفید پوش سوار دیکھے تھے کہ جن کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔

ام المومنین جویریہؓ

حضرت جویریہؓ فرماتی ہیں کہ جب لشکر اسلام نے مجھے گرفتار کر لیا[1]۔ میں نے لشکر اسلام کی بہت شان و شوکت دیکھی۔ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] ابن اسحٰق نے روایت کیا ہے کہ سورہ منافقون اور حضرت جویریہؓ کا واقعہ ایک غزوہ میں پیش آیا تھا اور یہ سنہ ۶ھ کا واقعہ۔ لیکن یہاں شیخ نے قتادہ اور عروہ کی روایت کو اختیار کیا ہے ان دونوں نے کہا ہے کہ سنہ ۵ھ میں یہ واقعہ پیش آیا تھا مظہری ص ۳۰۶ ج ۸

پر نظر پڑی تو جان گئی کہ یہی رعب کافروں کے دل میں پڑا ہے اور میں مشرف باسلام ہو گئی۔

حضرت عائشہ رضی فرماتی ہیں۔ جویریہ بنت حارث بہت زیادہ شیریں زبان اور جمیل عورت تھیں وہ میرے پاس بیٹھی تھیں۔ میرے دل میں آیا کہ اگر حضور نے اس کو دیکھ لیا تو پسند فرمائیں گے جویریہ رضی نے کہا یا رسول اللہ میں مسلمان ہوتی ہوں۔ اور حارث بن ضرار سردار قبیلہ کی بیٹی ہوں اور ثابت بن قیس رضی کے حصہ میں آئی ہوں۔ ثابت سے مجھے آزادی دلا دیجئے۔ مدینہ میں میرے چند کھجوروں کے درخت ہیں میں وہ دیتی ہوں۔ اور اس وقت مجھ کو مکاتبہ بنوا دیجئے اور میری اعانت بھی فرمائیے تاکہ بدل کتابت پورا ہو جائے۔ آپ نے فرمایا۔ ہم ایسا ہی کرینگے اور اس سے زیادہ بہتر سلوک کریں گے۔ جویریہ رضی نے کہا وہ کیا؟ فرمایا تم کو اپنی زوجیت میں داخل کرلیں گے۔ جویریہ رضی نے کہا زہے نصیب! آپ نے ثابت بن قیس رضی کو بدل کتابت ادا کر کے حضرت جویریہ کو آزاد کرالیا۔ جب دوسرے حضرات نے دیکھا تو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حرم محترم۔ کے احترام میں اس کے تمام خاندان والوں کو جو اس جنگ میں گرفتار ہوئے تھے آزاد کر دیا۔

حضرت عائشہ رضی فرماتی ہیں میں نے جویریہ سے زیادہ بہتر کوئی عورت نہیں دیکھی جو اپنے قبیلہ کے حق میں اتنی بڑی خیر ثابت ہوئی ہو۔ روایت ہے کہ حضرت جویریہ رضی نے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے اپنے قبیلہ میں ایک خواب دیکھا تھا کہ مدینہ منورہ سے ایک چاند آیا اور میری گود میں آگیا۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ کا مہر۔ ان کے قبیلہ کے لوگوں کی آزادی قرار دیا اور بروایت دیگر چالیس لوگوں کی آزادی کو قرار دیا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی فرماتے ہیں جب ہم نے بنی مصطلق کی عورتوں کو گرفتار کیا۔ اس وقت مجھ پر شہوت نے بہت غلبہ کیا۔ جو باندیاں میرے حصہ میں آئی تھیں۔ میں نے ان کے ساتھ عزل[1] کیا۔ میرے دل میں خیال آیا۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان ہیں۔ بغیر دریافت کرے ہمیں یہ عمل نہ کرنا چاہیئے۔ میں نے آپ سے دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

---

[1] باندی کے ساتھ بلا اس کی اجازت کے عزل جائز ہے اور حرہ کے ساتھ اگر ضرورت ہو تو عزل اجازت کے ساتھ جائز ہے تفصیل اور شرائط عزل فقہ کی کتابوں سے معلوم ہو سکتے ہیں۔

کوئی مضائقہ نہیں ہے جو روح بھی قیامت تک
دنیا میں آئے گی وہ ضرور آئے گی۔

سورۂ منافقون

اس غزوہ سے فراغت کے بعد ایک قضیہ پیش آیا وہ یہ کہ سنان .... اور جہجاہ بن سعید غفاری کے درمیان۔ پانی کے بارے میں جھگڑا تھا۔ صورت یہ ہوئی کہ جہجاہ اور سنان نے کنوئیں میں ڈول ڈالا۔ وہ دونوں آپس میں لپٹ گئے۔ دونوں میں نزاع شروع ہو گیا۔ اور جہجاہ نے سنان کے منہ پر ایک چپت مار دیا جس کی بنا پر ان کے منہ سے خون جاری ہو گیا۔ سنان نے انصار (اوس و خزرج) کو پکارا۔ اور جہجاہ نے مہاجرین (بنی کنانہ و قریش) کو پکارا۔ مہاجرین اور انصار ان دونوں کی طرف لپکے اور ہتھیار نکال لیئے۔ قریب تھا کہ فتنہ برپا ہو جائے مہاجرین نے سنان کو سمجھایا کہ معاف کرو۔ اور اس کے حلیفوں کو بھی سمجھایا۔ عبداللہ بن ابی بن سلول کو بھی اس حادثہ کی خبر ہو گئی۔ وہ .... چند منافقوں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا اور زید بن ارقم رضہ بھی موجود تھے اور قریب حد بلوغ کو پہونچ رہے تھے۔ ابن سلول بولا۔

> ان مہاجرین کی اتنی ہمت۔ انھوں نے ہمارے ذریعہ قوت حاصل کی اور ہمارے ہی ساتھ یہ سلوک! گویا ہمارا ہی کتا اور ہمارا ہی گھی کھا جائے۔ جب ہم مدینہ پہونچیں گے تو ہم میں سے عزت والا (یعنی خود) ذلیل (یعنی بزعم خود "محمد صلعم اور آپ کے صحابہ) کو باہر کر دے گا۔[۱] اور اپنے لوگوں کی طرف دیکھ کر کہا یہ کام میں خود ہی انجام دوں گا۔

حضرت زید بن ارقم یہاں سے اٹھ کر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آئے اور قسم کھا کر ابن ابی بن سلول کی بکواس کو بیان کیا لیکن انصار نے ان کو متنبہ کیا اور کہا ایسی غلط

---

(۱) یہ طنزیہ الفاظ مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنے کے لئے کہے تھے۔ یاد رہے کہ کسی مسلمان کو کبھی بھی ایسا عمل یا قول اختیار کرنے کی اجازت نہیں ہے جس سے مسلمانوں میں انتشار پیدا ہو جائے

بات ہرگز نہ کہنا چاہیے زید نے کہا بخدا اس نے یہ کہا ہے اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول پر وحی نازل فرما کر میری تصدیق فرمائے گا اور دعا کی۔

اللّٰھم انزل علیٰ نبیاءک	الٰہی اپنے نبی پر وحی نازل فرما جو میری
ما یصادق حدیثی	بات کی تصدیق ہو جائے۔

یہ بھی روایت ہے کہ جب عمر بن خطاب رضؓ نے یہ سنا تو حضور رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ اس کو قتل کر دوں۔ آپ نے فرمایا۔ ایسا نہ کرو۔ اس سے بری شہرت ہو گی کہ "محمد صلعم" اپنے ساتھیوں کو قتل کرا دیتے ہیں اور آپ نے فوراً ہی کوچ کا حکم دے دیا۔ ہوا گرم تھی اور اس وقت کوچ کرنے کی۔ آپ کی عادتِ شریفہ بھی نہ تھی۔

روایت ہے کہ اسید بن حضیر رضؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا۔ یہ گستاخی کس نے کی ہے۔ آپ نے فرمایا عبداللہ بن ابی نے حضرت اسید رضؓ نے عرض کیا حضور وہی ذلیل ہے آپ اس کو مدینہ سے باہر کر دیجئے۔

روایت ہے کہ جب زید نے یہ بات جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہی تھی۔ اس وقت چند انصار موجود تھے۔ وہ اس کے پاس گئے اور کہا۔ دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر توبہ کرلے اور جھوٹ نہ بولنا ورنہ وحی کے ذریعہ آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ وہ منافق جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور صاف جھوٹی قسم کھالی۔ بہت سے لوگوں کو خیال ہوا کہ زید نے جھوٹ بولا ہے۔ اس سے حضرت زید کو بہت صدمہ ہوا اور وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر سیر کو چلے گئے۔ اچانک دیکھا کہ سامنے سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں۔ آپ نے حضرت زید کو دیکھ کر تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا اللہ تعالےٰ نے میری تصدیق اور اس منافق کی تکذیب کر دی اور سورۂ منافقون پڑھ کر سنائی۔

روایت ہے کہ عبداللہ بن ابی کے ایک بیٹا تھا۔ اس کا نام بھی عبداللہ تھا۔ نہایت دیندار اور نیک تھا۔ اس نے جب یہ بات سنی تو حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اگر آپ چاہیں تو مجھے حکم دیجئے میں اس کا سر قلم کر کے حاضر کروں۔ وہ بدبخت میرے ہاتھ سے شراب پیا کرتا ہے اور بدمست رہتا ہے۔ مجھے خوف ہے اگر کسی دوسرے نے دیکھ لیا تو اس کو قتل

کر دے گا۔ آپ نے فرمایا۔ میرا ارادہ اس کے قتل کا نہیں ہے۔

روایت ہے کہ جب یہ قافلہ مدینہ میں پہونچا تو عبداللہ پسر عبداللہ بن ابی نے راستہ روک لیا اور ہر ایک سوار کی چھان بین شروع کی۔ یہاں تک کہ جہاں اس کے باپ کا اونٹ تھا پہونچا اور اس کے پیروں کو باندھا۔ باپ نے پوچھا یہ کیا کیا تو کہا۔ میں اس وقت تجھے مدینہ میں داخل نہ ہونے دوں گا جب تک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اجازت نہ ہوجائے۔ معلوم ہوا کہ تو ذلیل تر ہے وہ شریف ترین ہیں۔ اسی وقت آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پہونچ گئے۔ آپ کو دیکھ کر وہ (یعنی ابن ابی) منافق نے کہا۔

میں بچوں سے زیادہ ذلیل ہوں میں عورتوں سے زیادہ ذلیل ہوں

حضور نے فرمایا اس کو چھوڑ دے

روایت ہے کہ عبادہ بن صامت رض اس منافق کے پاس پہونچے اور کہا۔ تجھ کو رسول اللہ علیہ وسلم طلب فرماتے ہیں۔ اس منافق نے کبر سے منہ موڑ لیا۔ اس وقت سورہ منافقین کی یہ آیت نازل ہوئی۔

واذا قیل لھم تعالوا یستغفر لکم رسول اللہ ۔ الخ	جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لئے استغفار کریں گے۔

قصہ افک

اسی غزوہ میں (سنہ ۵ ھ) میں قصہ افک واقع ہوا۔ حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں جب حضور کسی سفر میں تشریف لے جاتے تو اپنی ازواج کو قرعہ کے ذریعہ منتخب فرمایا کرتے تھے۔ غزوہ بنی مصطلق کے موقعہ پر قرعہ میرے نام نکل آیا۔ اور آپ مجھ کو ہمراہ لے گئے۔ آیت حجاب نازل ہو چکی تھی۔ اس وجہ سے مجھے "ہودہ" اونٹ پر سوار کیا جب آپ اس غزوہ سے فارغ ہو کر واپس آئے اور مدینہ کے قریب پہنچے تو ایک رات صبح کو کوچ کا اعلان ہوا۔ میں قضائے حاجت کے لئے چلی گئی تھی۔ جب واپس آئی اور سینہ پر ہاتھ پھیرا تو میرے گلے میں ہار نہ تھا۔ میں واپس قضائے حاجت کی جگہ آئی اور اس کو پالیا۔ ساربانوں نے میرا ہودہ اونٹ پر سوار کر دیا۔ اس وقت عورتیں غربت کی وجہ سے زیادہ موٹی نہ تھیں۔

بلکہ لاغر اور ہلکی تھیں اور میں تو خورد سال تھی۔ ساربانوں کو احساس نہ ہوا کہ میں ہوں یا نہیں۔ میں نے اپنے دل میں خیال کیا جب جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھے نہ پائیں گے تو تلاش کے لئے بھیجیں گے۔ مجھ پر نیند کا غلبہ تھا۔ اپنی چادر میں لپٹ کر اور سکڑ کر وہیں لیٹ گئی اور سو گئی۔

صفوان بن معطل سلمی ذکوان راستہ میں قافلہ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ اس مرتبہ ان کو ساقہ لشکر پر مقرر کیا گیا تھا۔ بعد لشکر کے کوچ کے یہ آئے۔ تاکہ اگر کسی کا سامان رہ گیا ہو تو اس کو اٹھائیں۔ صبح کو یہ اس جگہ پہونچے۔ اور کہا " لشکر چلا گیا اٹھو " مجھ کو انھوں نے مردہ جانا تھا۔ جب انھوں نے کہا تو میری آنکھ کھل گئی۔ اور انھوں نے مجھے شناخت کر لیا۔ اس وجہ سے کہ آیتِ حجاب نازل ہونے سے قبل دیکھا تھا۔ اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ روایت ہے کہ ان کے استرجاع کی آواز سے میری آنکھ کھلی۔ تب میں نے اپنا منہ چھپایا۔ پس صفوان نے اپنا اونٹ قریب کرایا اور خود نیچے آ گئے۔ اور " اللہ تم پر رحم کرے سوار ہو جاؤ " میں سوار ہو گئی وہ اونٹ کی نکیل پکڑ کر لائے اور لشکر سے جا ملایا۔ اس وقت دوپہر ہو چکا تھا۔

اہلِ تہمت نے زبان درازی شروع کر دی۔ اور جو جی میں آیا کہا۔ عبداللہ بن ابی منافق اس میں سب سے زیادہ پیش پیش تھا۔ عروہ بن زبیر روایت کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں سے چند آدمی اس کے ہم زبان ہو گئے۔ حسان بن ثابت رضؓ مسطح بن اثاثہ۔ حمنہ بنت جحش رضؓ بنت۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ زید بن رفاعہ رضؓ بھی ان میں تھے۔

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں جب ہم مدینہ آ گئے اور میں بیمار ہو گئی۔ میرے والدین نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ مجھے کچھ خبر نہ تھی۔ البتہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو متغیر پایا تھا۔ اس بیماری میں بھی آپ نے توجہ فرمانی چھوڑ دی۔ جب آپ ہمارے گھر آتے تو دریافت کرتے " تمہارے بیمار کا کیا حال ہے؟ " نہ میرے پاس آتے اور نہ بیٹھتے۔ میں اس بے توجہی کا سبب نہ جان سکی۔ اور روز بروز کمزور ہوتی چلی گئی۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ میں مسطح کی ماں کے ساتھ قضائے حاجت کے لئے مدینہ کے ایک میدان میں گئی تھی جو اسی کام کے لئے تھا۔ اس وقت تک بیت الخلا گھروں میں نہ بنے تھے[1]۔ ہم لوگ روزانہ

---

[1] حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں ہم عرب قوم بیت الخلاء گھروں میں گندگی کی وجہ سے نہیں بناتے تھے یہ طریقہ اہلِ عجم کا تھا۔ ہم تو رات کے وقت مدینہ کے ایک میدان میں قضائے حاجت کے لئے جایا کرتے تھے جو اسی غرض کے لئے

وہیں جایا کرتے تھے۔ اتفاق سے ام مسطح کی چادر کسی چیز میں اٹک گئی۔ انھوں نے مسطح رضؓ کو برا کہا۔ میں نے کہا آپ اس کو گالی دیتی ہیں جو غزوۂ بدر میں شریک رہا ہے اور ایک روایت میں مہاجرین اولین کا لفظ ہے جب تین مرتبہ وہ اس کو برا کہہ چکیں تب حضرت عائشہ رضؓ نے یہ بات کہی تھی۔ تیسری بار ام مسطح رضؓ نے کہا تو نے سنا نہیں ہے کہ وہ کیا کہتا پھرتا ہے؟ میں نے کہا کیا کہتا ہے؟ تو انھوں نے بتلایا۔ اس سے میری کمزوری اور بھی زیادہ ہو گئی۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ جب میں نے یہ خبر سنی مجھے بخار نے پکڑ لیا۔ اور ایک دھواں اٹھا کہ میں بے ہوش ہو گئی۔ میرے جی میں آیا کہ اپنے کو کنوئیں میں گرا دوں جب گھر آئی تو بہت رنج تھا۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور دریافت کیا "تمہارے بیمار کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا آپ مجھے اجازت دیں میں اپنے والدین کے یہاں چلی جاؤں۔ مجھ کو اجازت دے دی۔ اور میں اپنی ماں کے یہاں آئی اور دریافت کیا۔ امّی! میں یہ کیا بات سن رہی ہوں؟ ماں نے کہا بیٹی! جو عورت خوبصورت اور خاوند کی نظر میں محبوب ہوتی ہے اس کی سوکن اسی قسم کی بات لگا دیا کرتی ہیں۔ میں نے کہا خوب آپ لوگوں نے مجھ سے اب تک پوشیدہ رکھا اور خوب روئی۔ میرے والد اوپر بالاخانہ پر قرآن پاک پڑھ رہے تھے۔ سن کر نیچے آئے اور کہا۔ کیا ہے؟ میری ماں نے کہا۔ اس نے اب سنا ہے۔ میرے والد نے تسلی دی اور کہا صبر کر و انشاء اللہ خیر ہو گی۔ مگر میں بے ہوش ہو گئی اور خوب بخار اور لرزہ چڑھا۔ میری ماں نے تمام کپڑے اُتار کر میرے اوپر ڈال دیئے مگر مجھے افاقہ نہ ہوا۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضؓ اور اسامہ رضؓ کو مشورہ کے لئے طلب فرمایا اور گھریلو معاملات میں آپ ان دونوں سے ضرور مشورہ کیا کرتے تھے اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے حضرت اسامہ رضؓ کی والدہ ام ایمن رضؓ سے بھی مشورہ کیا تھا اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے زینب بنت جحش رضؓ سے بھی مشورہ کیا انھوں نے جواب میں عرض کیا یا رسول اللہ میں آنکھ اور کان سے حضرت عائشہ رضؓ کی حمایت کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ ورع اور تقویٰ میں اس کی حفاظت فرمائے۔ لیکن اس کی بہن اس سے تعصب کی وجہ سے منافقوں کے ساتھ ہو گئی ہے۔ اسامہ بن زید رضؓ نے کہا۔ میں تو آپ کے اہل خانہ کے بارے میں نیک رائے رکھتا ہوں۔ حضرت علی رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ!

لم يضيق الله عليك والنساء سواها كثيرة [1]

اللہ تعالیٰ نے آپ پر تنگی نہیں کی اور عورتیں اس کے علاوہ بہت ہیں۔

حضرت بریرہؓ خادمہ حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا بعض کتب سیر میں نظر سے گذرا ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان ایام میں بہت رنجیدہ رہا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت عمرؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ عمر! تمہاری کیا رائے ہے؟ عرض کیا۔ میری رائے میں تو یہ جھوٹ ہے اور منافقوں کی سازش ہے۔ فرمایا۔ اس پر کوئی دلیل ہے؟ عرض کیا۔ ہاں۔ میں جانتا ہوں آپ کے جسم پر مکھی نہیں بیٹھ سکتی [2]۔ مکھیاں تو گندگیوں پر ہی اڑا کرتی ہیں۔ اسی میں لوث رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے پاک کیا ہے۔ اس کے علاوہ میرے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ آپ اس سے بہت خوش ہوئے۔

آپ نے حضرت عثمان رضؓ سے دریافت کیا۔ عرض کیا یہ منافقوں کا افترا ہے۔ فرمایا۔ اس پر عرض کیا میں تو اتنا جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا سایہ زمین پر نہیں ڈالا [3] شاید کہ زمین ناپاک ہو اور آپ کا سایہ اس پر پڑ جاتا۔ لہٰذا جب سایہ کی حفاظت کی گئی ہے تو آپ کے حرم محترم کی حفاظت بطریق اولیٰ ضروری ہے۔ اس کے بعد آپ نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا تو عرض کیا۔ میرے نزدیک بھی یہ جھوٹ معلوم ہوتا ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ ایک وقت میں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی تھی۔ آپ نے جوتے اتار لئے تھے۔ میں نے بھی آپ کی اقتداء میں جوتے اتار لئے تھے۔ آپ نے جب دریافت کیا کہ کیوں جوتے اتارے تو میں نے عرض کر دیا تھا کہ آپ کی اقتداء میں۔ آپ نے فرمایا تھا کہ مجھے جبرئیلؑ نے خبر دی تھی کہ جوتے اتار دو ورنہ نماز نہ ہوگی کیونکہ اس میں گندگی ہے۔ جب جبرئیلؑ نے اتنی سی چیز کی آپ کو خبر کر دی اگر یہ واقعہ حقیقت ہوتا تو ضرور کر دی جاتی [4]۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں اس کے بعد آپ نے حضرت بریرہؓ سے دریافت کیا۔ انھوں نے

---

[1] اسی کے ساتھ ابن ہشام کی روایت میں اتنا اور زائد ہے "آپ باندی سے دریافت فرمائیے یعنی حضرت بریرہؓ سے [2] حضرت عمر کا یہ استدلال نہایت اعلیٰ معیار کا ہے۔ [3]، [4] یہ تفصیل زاد المعاد، روض الانف، سیرت ابن ہشام۔ تفسیر مظہری۔ ابن کثیر میں نہیں ہے۔ البتہ علامہ نسفی نے اپنی تفسیر میں یہ تفصیل بیان کی ہے اور شیخ عبدالحق نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے کوئی تنقید نہیں کی ہے۔ اکلیل جلد ۴ ص ۲۶۵۔

کہا حضور میں اس میں کوئی عیب نہیں پاتی ہوں۔ ہاں اتنی بات تو ہے کہ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ میں نے آٹا گوندھا اور ان سے کہا ذرا دیکھتی رہے! میں آگ جلاؤں مگر وہ بے خبر پڑ کر سو جاتی ہیں اور بکری آٹا کھا جاتی ہے۔ یعنی لاپرواہی ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ بریرہؓ نے کہا۔ وہ تو خالص سونا ہے زرگر جس طرف چاہے موڑ دے اور جو چاہے بنا دے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ اس تحقیق کے بعد آپ مسجد تشریف لائے اور حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا۔

کون ہے؟ جو میری اس بارے میں مدد کرے کہ ایک آدمی نے۔ میری اہلیہ کے بارے میں اذیت دی اور میں اس کو نیک ہی جانتا ہوں۔

حضرت سعد بن معاذؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔ حضور! اگر وہ قبیلہ اوس سے ہے تو مجھے امر فرمائیے! کہ میں اس کی گردن قلم کر دوں۔ سعد بن عبادہؓ کھڑے ہوئے (حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں وہ اس سے واقعہ سے قبل بہت صالح تھے مگر اس دن حمیت میں بولے) اور کہا۔ آپ غلط کہتے ہیں آپ نے غلط کہا اگر وہ قبیلہ اوس سے ہے تب بھی آپ اس کو قتل نہیں کر سکتے تھے یہ تو آپ نے طعن کیا ہے۔ حضرت سعد بن معاذؓ کے چچا زاد بھائی۔ اسید بن حضیرؓ کھڑے ہوئے بولے۔ آپ نے غلط کہا آپ منافقوں کی طرف داری کر رہے ہیں۔ ہم اس کو ضرور قتل کر دیں گے غرض کہ اوس و خزرج کے درمیان تکرار شروع ہو گئی اور آپ نے دونوں جماعتوں کو تسکین دی اور جھگڑا ختم کیا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ میں اپنے والد کے یہاں تھی۔ یہ حکایت مجھ کو پہونچائی گئی۔ مجھے دو شبانہ روز سے نیند نہیں آئی تھی۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ ایک انصاریہ عورت آئی اور اجازت چاہی اور میرے پاس آکر رونے لگی۔ اس وقت آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لائے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ حالانکہ جب سے یہ بات شروع ہوئی تھی جس کو ایک ماہ ہو رہا ہے آپ میرے پاس نہیں بیٹھے تھے

حضرت ام رومانؓ کہتی ہیں کہ آپ نے دریافت کیا۔ کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا جاڑا بخار آ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عائشہؓ نے واقعہ سن لیا ہے اور اس

کے بعد آپ نے خدا کی حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا۔

عائشہ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو ایسے ایسے بے گناہ
ہے تو اللہ تعالیٰ تیری برأت ظاہر فرمائے گا، اور اگر
تجھ سے یہ جرم ہو گیا ہے تو خدا سے معافی طلب کر۔ جو
بندہ اقرار جرم کرتا ہے اور معافی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ
معاف کر دیتا ہے۔

جب آپ کی بات پوری ہو گئی (فرماتی ہیں) میں نے اپنی ماں سے کہا۔ حضور کی بات کا جواب دیجئے! میری ماں نے کہا۔ میں کیا کہوں؟ تب میں خود ہی جواب کے لئے تیار ہوئی حالانکہ میں نو عمر لڑکی تھی۔ قرآن شریف بھی زیادہ نہیں پڑھا تھا[1]۔ میں نے عرض کیا۔ جو کچھ آپ نے سنا ہے وہ آپ کے دل میں اتر گیا ہے اگر اب میں کہوں کہ بے گناہ ہوں آپ یقین نہ فرمائیں گے۔ اور اگر اعتراف کر دوں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب واقف ہیں کہ میں بے جرم ہوں تو آپ کو یقین آجائیگا پس اب میں وہی کہتی ہوں کہ جو یوسفؑ کے والد نے کہا تھا۔

فصبر جمیل واللہ المستعان علی تصفون

میں نے بہت چاہا کہ یعقوب علیہ السلام کا نام یاد آجائے مگر نہ آیا، یہ کہا اور تکیہ پر سر رکھ کر لیٹ گئی اس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ میری برأت فرمائے گا، یہ یقین بالکل نہ تھا کہ قرآن شریف میں کچھ نازل کیا جائے گا کہ مومنین قیامت تک تلاوت کریں گے[2]

ابھی آپ اٹھے بھی نہیں تھے کہ آثارِ وحی ظاہر ہوئے۔ اور جو آپ کے پاس تھے وہ سب علیحدہ ہو گئے۔ آپ پر چادر ڈال دی گئی۔ جب وہ حالت دور ہوئی آپ نے پیشانی اور رخساروں سے پسینہ پونچھا، اور مسکرائے۔ اول بات جو آپ نے ارشاد فرمائی:۔

عائشہ! بشارت ہو! اللہ تعالیٰ نے تجھے پاک کیا
اور تیری پاکدامنی کی گواہی دی!

---

[1] اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن پاک کے پڑھنے سے فہم میں اضافہ ہوتا ہے [2] یہ تفصیل تفسیر ابن کثیر سورہ نور جلد ثالث میں موجود ہے۔

میری ماں نے کہا۔ اٹھ! اور حضور کا شکر ادا کر میں نے کہا میں خدا کا شکریہ ادا کروں گی۔[1] یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا۔ مگر میں نے غصہ میں ہاتھ چھڑا لیا۔ میرے والد نے مجھے ڈانٹا۔ اس وقت آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

ان الذین جاءوا بالافک	جن لوگوں نے تہمت تراشی کی ہے وہ
عصبۃ منکم لا تحسبوہ شرا	ایک جماعت ہے اس کو برا نہ جانو یہ تو
لکم بل ھو خیر لکم	تمہارے حق میں بہتر ہوا ہے

سورہ نور کی دس آیات تلاوت فرمائیں۔ روایت ہے کہ جب میری برائت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ اٹھے اور میرے سر کو بوسہ دیا۔ اس وقت آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ اور مسجد میں پہونچے۔ اور صحابہؓ کو جمع کیا اور خطبہ میں ان آیات کو تلاوت فرمایا۔

روایت ہے کہ حضرت مسطح بن اثاثہ۔ حضرت ابوبکرؓ کی خالہ زاد بہن کے لڑکے تھے[2] یتیم ہو گئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زیر کفالت تھے۔ جب یہ برائت نازل ہوئی تو قسم کھائی اب اس کو ہرگز کچھ نہ دوں گا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔

ولا یاتل اولوا الفضل منکم	اور تم میں صاحب مرتبہ اور مال دار
والسعۃ ان یوتوا اولی القربی	لوگ قسم نہ کھائیں کہ وہ عزیزوں،
والمساکین والمھاجرین	مساکین اور مہاجرین فی سبیل اللہ
فی سبیل اللہ	کو کچھ نہ دیں گے۔

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا" اللہ تعالےٰ معاف فرمائے اور مقررہ نفقہ حضرت مسطح کا جاری کر دیا اور فرمایا اب نہ بند کروں گا۔ امام مسلم نے عبداللہ بن مبارک سے نقل کیا ہے قرآن پاک میں سب سے زیادہ امید دار ترین یہ آیت[3] ہے واللہ اعلم۔

---

[1] علامہ ابن قیم نے زاد المعاد میں تحریر کیا ہے یہ حضرت عائشہؓ کا مقام ناز ہے اور اسی سے ان کے مقام توحید پرستی کی قوت معلوم ہوتی ہے۔ مقام توحید میں ہی ہوتا ہے۔ زاد المعاد [2] حضرت مسطحؓ مہاجر اور بدری تھے [3] سورۂ نور کی اس آیت میں صاف طور پر مذکور ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی کی روزی کا بندوبست کسی بندۂ خاص کے ذریعہ کر رکھا ہے تو کسی خطا کی بنا پر اس کی روزی نہ بند کرنا چاہئیے بالفاظ دیگر کسی کے روزگار پر حملہ کرنا بدترین جرم ہے۔ عزیز الرحمن غفرلہٗ

حضرت عائشہؓ کی براءت نازل ہونے سے بیشتر حضرت ابو ایوبؓ کی اہلیہ نے ان سے کہا "معلوم ہے! عائشہؓ کے بارے میں لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟" حضرت ابو ایوبؓ نے فرمایا وہ تجھ سے کہیں بہتر ہے اور روایت ہے کہ یہ کلمہ بھی تکلم فرمایا جس کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا۔

ما يكون لنا ان نتكلم بهذا سبحانك هذا بهتان عظيم [1]	ہمارے لئے یہ کہنا مناسب نہیں خدایا! تو پاک ہے اور یہ بڑا بہتان ہے

اور براءت عائشہ میں عتاب بھی فرمایا۔

لولا اذ سمعتموه ظن المومنون والمومنات بانفسهم خيراً وقالوا هذا افك عظيم۔	کیوں نہیں! جب تم نے اس کو سنا تو خیال کیا مومنین اور مومنات نے اپنی ذوات کے بارے میں اچھا گمان اور کیوں نہیں کہا یہ بڑی تہمت ہے۔

اور مثل ابو ایوبؓ کے ابی ابن کعبؓ۔ اسامہ بن زیدؓ کے بارے میں بھی حکایات منقول ہیں جن کی گنجائش نہیں۔

نزول آیت تیمم اسی سفر یا دوسرے سفر میں حضرت عائشہؓ کا ہار گم ہو گیا تھا۔ اس جگہ کا نام "صلصل" ہے آپ نے اس کی تلاش میں توقف فرمایا۔ اس جگہ پانی نہ تھا لوگ حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے اور عائشہؓ کی شکایت کی کہ ان کی وجہ سے یہ رکاوٹ ہوئی ہے پانی موجود نہیں۔ نماز فوت ہو جائے گی۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عائشہ کے خیمہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آغوشِ عائشہؓ میں سر رکھے سو رہے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے جا کر دھیمی زبان سے غصہ کما اور نیزہ کی نوک چبھائی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ میں آپ کی وجہ سے حرکت نہ کر سکتی تھی۔ اتنے ہی میں آپ بیدار ہو گئے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم نازل فرمائی۔ اسید بن حضیرؓ کہتے ہیں۔ آل ابی بکر! یہ سب تمہاری ہی برکت ہے [2]

غزوہ خندق اس غزوہ کو "احزاب" بھی کہتے ہیں۔ ارباب سیر نے بیان کیا ہے بنو نضیر کے مدینہ چھوڑ جانے کے بعد ان کی جماعتوں نے مختلف دیار میں پناہ لی

---

[1] ابن کثیر تفسیر سورہ نور [2] رواہ بخاری

حیی بن اخطب. سلام بن ابی الحقیق. کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق اور ان کے ماتحتوں نے خیبر کی سکونت اختیار کی. اور وہاں کے تمام اشراف مل کر مکہ ابوسفیان کے پاس آئے. ابوسفیان نے دریافت کیا تو کہا. ہم "محمد صلعم" سے جنگ کرنے کے لئے آپ سے مدد چاہتے آئے ہیں. یہ تو پہلے سے تیار بیٹھے تھے ابوسفیان بولے. آپ سب لوگ عالم ہیں اور اہلِ کتاب ہیں. ہمارا دین اچھا یا "محمد" کا. ہم کعبۃ اللہ کے پاسبان ہیں. حجاج کے خورد و نوش کا انتظام کرتے ہیں.[1] اور بتوں کو جو پوجتے ہیں یہ ہمارے آباء و اجداد کا طریقہ ہے.[2] اس وقت اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اوپر یہ آیت نازل کی.

الم تر الی الذین اوتوا نصیبا	کیا دیکھا آپ نے ان لوگوں کو کہ دیا گیا
من الکتاب یؤمنون بالجبت	ان کو ایک حصہ کتاب کا. ایمان لاتے ہیں
والطاغوت ویقولون للذین	بتوں پر اور کہتے ہیں کافروں سے (اے تم لوگ)
کفروا ھؤلاء اھدی	زیادہ ہدایت یافتہ ہو مسلمانوں سے. یہی
من الذین آمنوا سبیلا	لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے
اولئک الذین لعنھم اللہ	اور جس پر اللہ لعنت کرے ان کا آپ کوئی
ومن یلعن اللہ فلن تجد	مددگار نہ پائیں گے (الی قولہ) اور کافی ہے
لہ نصیرا الی قولہ وکفی	ان کو جہنم دہکتی ہوئی
بجہنم سعیرا[3]	

یہود کو جب اطمینان ہو گیا. اور عہد و معاہدہ ہو چکا تو قبیلہ غطفان کے پاس پہونچے. اور خیبر کی ایک سال کی پیداوار پر ان سے معاہدہ کیا. اور ایک روایت نصف پیداوار کی بھی ہے

[1] موجودہ زمانہ میں یہی حال ان گمراہ لوگوں کا ہے جو مشائخ کی خانقاہوں میں اور مزارات پر نہایت سطحی کام کرتے ہیں اور فرائض کو ترک اور حدود اللہ کو توڑتے ہیں اور اپنے سطحی کاموں کو بڑی خدمت جانتے ہیں

[2] کفار مکہ کو سب سے زیادہ اصرار علیہ وجدنا آباءنا ہی پر تھا. اور یہ عقیدہ ان کے خون کے ساتھ گردش کر رہا تھا. اس کی مثال ہمارے زمانہ میں پیر پرستی اور اکابر پرستی ہے اگر پیر نے کسی چیز کو عذر یا رخصت یا کسی اور وقتی ضرورت کی وجہ سے اختیار کیا ہے اور سنت طریقہ کچھ بھی ہے. مریدین اسی کو اختیار کرتے ہیں جو پیر کا طریقہ ہے جس رنگ کا کپڑا پیر پہنتا ہے وہی لباس مریدوں کا ہو جاتا ہے

[3] سورہ نساء

چنانچہ ان کے رئیس عینیہ بن حصن نے یہ معاہدہ قبول کیا۔ اور اپنے حلیف بنی اسد کو بھی شریک کر لیا۔

ابو سفیان نے قریش کا لشکر ترتیب دیا۔ چار ہزار سپاہی ہوئے۔ جھنڈا عثمان بن طلحہ کو دیا۔ اس لشکر میں تین سو گھوڑے۔ ایک ہزار اونٹ تھے۔ مکہ سے باہر آئے اور "مرالظہران" میں پڑاؤ کیا۔ وہاں قبیلہ۔ اسلم۔ اشجع۔ کنانہ۔ فزارہ۔ غطفان سب آکر جمع ہو گئے۔ دس ہزار کا لشکر عظیم ہو گیا اور سب مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے۔

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو آپ نے مہاجرین اور انصار کو جمع کر کے مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسی رض نے مشورہ خندق کھودنے کا دیا۔ آپ کو اور آپ کے صحابہ رض کو یہ طریقہ پسند آیا۔ عبد اللہ بن ام مکتوم رض کو مدینہ پر خلیفہ مقرر کیا۔ مہاجرین کا جھنڈا زید بن حارثہ کو اور انصار کا جھنڈا سعد بن عبادہ رض کو دیا۔ اور تین ہزار افراد ہمراہ لیکر مدینہ سے باہر آئے اور بچوں کو مدینہ واپس کر دیا۔ اور پندرہ سالہ صحابہ مثلاً براء بن عازب رض۔ ابو سعید خدری رض۔ زید بن ثابت رض۔ عبد اللہ بن عمر رض کو ہمراہی کی اجازت دیدی۔

مدینہ کی ایک جانب عمارتوں اور فصیل سے محفوظ تھی۔ ایک طرف کوہ سلع تھا اس کے سامنے کے میدان میں خندق کھودا گیا۔ اور لشکر کو پہاڑ کے دامن میں ٹھہرنے کا حکم دیا۔ آپ کے لئے چمڑے کا سرخ خیمہ گاڑ دیا گیا۔ آپ نے خندق کے لئے نشان لگایا اور اس کو تقسیم کر دیا دس آدمیوں کے حصہ میں چالیس گز خندق آئی اور بروایت دیگر۔ بنی قریظہ نے باوجود معاہدہ کے اس میں امانت نہیں کی۔ آپ اور آپ کے صحابہ رض خندق کھودنے میں مشغول ہوئے۔ آپ نے مہاجرین کے لئے علیحدہ حصہ مقرر کر دیا اور انصار کے متعلق علیحدہ۔ حضرت سلمان فارسی رض کے بارے میں سوال اٹھا۔ مہاجرین کہتے ہیں وہ ہم سے ہیں اور انصار کہتے ہیں وہ ہم میں سے ہیں۔ آپ نے حضرت سلمان فارسی کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

سلمان رجل منا اهل البیت — سلمان رض ہمارے اہل بیت میں سے ہے

وہ خندق ۵ گز چوڑی اور پانچ گز گہری تھی۔

کلید اٹھانے والا کعبہ

روایت ہے ایک دن حضرت سلمانؓ کو مرگی کا دورہ پڑا اور وہ گر پڑے آپ نے فرمایا اس کو وضو کراؤ۔ اور وضو کے پانی کو کسی برتن میں جمع کرو اور اسی برتن میں وہ سر ڈال کر بیٹھ جائیں۔ اسی طریقے سے ان کو آرام ہو گیا۔ حضرت سلمان فارسیؓ دس آدمیوں کی برابر کام کیا کرتے تھے۔

ایام خندق مسلمانوں کے لئے نہایت سختی اور تنگی کے تھے۔ اکثر لوگ بھوکے رہتے تھے۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بذات خود شریک رہتے تھے اور آپ کا جسم اطہر خاک آلود رہتا تھا۔ آپ صحابہؓ کی دل داری فرماتے ان کی نصرت کا وعدہ کرتے۔ آپ نے فرمایا۔

اللھم ان العیش عیش	زندگی تو آخرت کی زندگی ہے الہی
الاخرۃ فاغفر الانصار	انصار اور مہاجرین کی مغفرت
والمھاجرۃ	فرما۔

یہ سن کر آپ کے صحابہؓ کہتے۔

نحن الذین بایعوا محمدًا	ہم وہ ہیں جنھوں نے حضور کے ہاتھ
علی الجھاد ما بقینا ابدًا	پر جہاد کی بیعت کی ہے۔ جب تک باقی رہیں گے

اور آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم مٹی اٹھاتے جاتے اور فرماتے

واللہ لولا اللہ ما اھتدینا	قسم خدا کی اگر خدا کی ہدایت نہ ہوتی تو
ولا تصدقنا ولا	ہم ہدایت پر نہ ہوتے نہ صدقہ کرتے اور
صلینا	نہ نماز پڑھتے۔
فانزل سکینۃ علینا وثبت	الہی ہم پر سکینہ نازل فرما۔ دشمن سے
الاقدام ان لاقینا ان	ملاقات کے وقت ثابت قدم رکھ۔
الاولی قد بغوا علینا اذا	انھوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی
ارادوا فتنۃ ابینا	ہے جب وہ فتنہ کے درپے ہوں تو
ابینا	ہم اس کا انکار کریں انکار کریں۔

ابینا، ابینا بلند آواز سے کہتے۔ براء بن عازب اور جابر بن عبد اللہ کہتے۔ ایک دن سنگ گراں نیچے آگیا جو ٹوٹتا نہیں تھا آپ سے سب نے عرض کیا تو آپ نے کدال لیا۔ اور

ضرب ماری کہ روشنی ظاہر ہوئی آپ نے تکبیر کہی اور فرمایا۔ ملک شام فتح ہوا۔ دوسری ضرب ماری تو روشنی ظاہر ہوئی آپ نے تکبیر کہی اور فرمایا۔ فارس فتح ہوا۔ تیسری ضرب ماری تو روشنی پیدا ہوئی آپ نے فرمایا۔ یمن فتح ہو گیا۔ قصہ ضیافت جابرؓ اور دیگر معجزات کا ذکر اس کے محل میں ہو گا۔

القصہ مسلمانوں نے نہایت محنت سے اس کام کو پورا کیا۔ روایت ہے کہ ۶ دن میں کام پورا ہو گیا تھا۔ مسلمانوں نے عورتوں۔ بچوں اور سامان کو مدینہ میں بہت محفوظ کر دیا تھا۔

یہودیوں کا عہد تھا کہ آپ کا ساتھ دیں گے اور دشمنوں کی اعانت نہ کریں گے۔ ابوسفیان نے حیی بن اخطب کے ذریعہ سردار بنو قریظہ کعب بن اسید کے پاس خبر بھیجی۔ حیی بن اخطب اس کے دروازے پر آیا اور دروازہ کھلوانا چاہا۔ کعب نے کہا میں منحوس آدمی کی صورت دیکھنے نہ آؤں گا ہم کو وہ عہد توڑنے کو کہے گا۔ غرض کہ تیسری بار کے بعد دروازہ کھولا اور کہا

تو انتہائی منحوس آدمی ہے۔ اپنی قوم کو تو برباد کیا
ہے۔ اب ہمیں برباد کرنا چاہتا ہے ہم "محمد صلعم"
کے ساتھ معاہدہ میں نہایت امن سے ہیں اور
خوش حال ہیں۔

لیکن حیی بن اخطب نے سبز باغ دکھلا کر اس کو عہد توڑنے پر آمادہ ہی نہیں کیا بلکہ عہد نامہ ٹکڑے ٹکڑے کرا دیا اور قریش کے پاس آیا اور سب حالات بیان کئے۔ کعب نے اپنی قوم کے لوگوں کو بلایا اور بتلایا۔ انھوں نے کعب پر ملامت کی وہ پشیمان ہوا۔ مگر کام ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کو بھی یہ منظور تھا کہ بنو قریظہ ہلاک ہو جائیں۔

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جب معلوم ہوا تو فرمایا۔ کون ہے جو خبر لائے۔ حضرت زبیرؓ نے کہا میں یا رسول اللہ! یہ گئے اور تفتیش کر کے آئے۔ عرض کیا یا رسول اللہ! ان میں

لہ یاد رہے بنی قریظہ، بنی نضیر، بنی قینقاع کی بستیاں مدینہ کے باہر ذرا فاصلہ پر تھیں۔ ان سے معاہدے کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کسی دوسرے ملک سے معاہدہ ہوتا ہے کیونکہ عرب کے قبائل کی بستیاں مستقل ریاست کے حکم میں تھیں۔ ان معاہدوں سے موجودہ سیکولرزم کے جواز کے لئے استدلال نہیں کیا جا سکتا اور خاص مدینہ کے یہودیوں سے جو معاہدہ تھا اس کو معاہدہ کہنا غلط ہے وہ ایک میونسپل چارٹر تھا۔ ملاحظہ فرمایئے سیرت ابن ہشام

صلاح اور فلاح کے آثار نہیں ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں۔ میرے حواری زبیر ہیں۔

اس کے بعد آپ نے سعد بن معاذؓ۔ سعد بن عبادہؓ۔ اسید بن حضیرؓ اور بروایت دیگر عبداللہ بن رواحہؓ کو بھیجا کہ یہود کو جاکر سمجھائیں۔ لیکن نتیجہ بے سود رہا۔ آپ نے فرمایا "حسبنا اللہ ونعم الوکیل" اور ایک روایت یہ ہے کہ آپ نے تکبیر کہی اور سب مسلمانوں نے تکبیر کہی۔ اور آپ نے فتح ونصرت کی بشارت دی۔ اسی وقت دشمن کا لشکر، بنی اسد۔ غطفان۔ فزاری اور یہود کی بطرف مدینہ کے مشرقی جانب تھے آدھمکے۔ ان کا قائد مالک بن عوف عنیبہ بن حصن فزاری تھا۔ اور قریش وکنانہ کی فوج دوسری جانب سے آئی۔ شوکت کفار سے ضعفا اسلام کے قلوب پر رعب طاری ہوگیا جس کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

واذ جاؤکم من فوقکم	اور جب آئے وہ تمہارے اوپر سے
ومن اسفلکم واذ زاغت	اور نیچے سے اور چڑھنے لگی آنکھیں،
الابصار وبلغت القلوب	اور جب پہونچنے لگے دل گلوں کو اور
الحناجر وتظنون باللہ	باندھنے لگے تم اللہ کے ساتھ گماں
الظنونا ہنالک ابتلی	طرح طرح کے۔ اس وقت آزمایا گیا
المؤمنون وزلزلوا زلزالاً	مومنین کو اور جھڑجھڑایا گیا سخت
شدیداً (احزاب)	جھڑجھڑانا۔

مدینہ کا محاصرہ

جب کافروں کا لشکر خندق کے کنارے پہونچا تو متعجب رہ گیا کہ یہ طریقہ متعارف نہ تھا چنانچہ بیس ۲۰ روز یا بائیس ۲۲ روز یا چوبیس ۲۴ روز یا ۲۷ روز مدینہ کا محاصرہ کئے رکھا۔

منافقوں نے بھی عجیب عجیب باتیں کرنا شروع کیں۔ معتب بن قشیر نے کہا۔ "محمد صلعم" نے ہم سے شام وفارس کے فتح ہونے کا وعدہ کیا ہے۔ اور اب حال یہ ہے کہ پیشاب و پاخانہ کے لئے بھی امن نہیں ہے ہم اور رسول نے ہمیں فریب دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

اذ یقول المنافقون والذین	اور جب منافقوں اور بیمار دل لوگوں
فی قلوبھم مرض ما وعدنا	نے کہا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے
اللہ ورسولہ الا غرورا (احزاب)	دھوکہ کا وعدہ کیا۔

بنو قریظہ نے قریش سے مدد چاہی تاکہ مدینہ پر چھاپہ مارا جائے۔ آپ نے فوراً ہی سلمہ بن اسلمؓ کو دو سو اور زید بن حارثہ کو تین سو آدمی دے کر مدینہ کی حفاظت کے لئے بھیجا۔ منافقین مسلمانوں کو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھڑکا رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔ میاں گھروں میں بیٹھو! وہ خالی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

واذ قالت طائفۃ منھم یا	ان میں سے ایک جماعت نے کہا۔
اھل یثرب لا مقام لکم	اہل یثرب! آج تمہارا ٹھکانا نہیں ہے
فارجعوا ویستاذن فریق	اس لئے واپس آجاؤ۔ اور ایک فریق
منھم النبی یقولون ان	نے نبی سے اجازت چاہی۔ ہمارے گھر
بیوتنا عورۃ وما ھی	خالی ہیں۔ حالانکہ وہ خالی نہ تھے وہ تو
بعورۃ ان یریدون الا فرارا	بجز فرار کے اور کچھ نہ چاہتے تھے۔

تا ایام محاصرہ ہر شب عبادہ بن بشرؓ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نگہداشت کیا کرتے تھے۔ مشرکین نے چند مرتبہ ارادہ بھی کیا لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ خود جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم راتوں کو خندق کا معائنہ کیا کرتے تھے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ خندق میں ایک جگہ ایسی رہ گئی تھی کہ دشمن وہاں سے آ سکتا تھا آپ اور بہت سے صحابہ اس کی دیکھ بھال رکھا کرتے تھے۔ جب رات زیادہ ہو جاتی اور سردی کا زیادہ اثر ہوتا تو آپ واپس آتے میں آپ کو گرم کر دیتی۔ آپ پھر چلے جاتے۔ آپ نے فرمایا۔ کوئی آدمی ہے جو آج رات اس جگہ کی دیکھ بھال کرے تاکہ میں سو جاؤں۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے عرض کیا۔ میں یہ کام کروں گا۔

حضرت ام سلمہؓ روایت کرتی ہیں کہ آپ غزوہ خندق میں رات کو خود نگہبانی کیا کرتے تھے ہوا بہت سرد تھی۔ ایک شب آپ نے اپنے خیمہ میں نماز پڑھی اور باہر آئے۔ میں نے سنا کہ آپ نے

آواز دی وہ کافروں کے سوار خندق کے گرد پھر رہے ہیں۔ عباد بن بشر رضؓ نے جواب دیا۔ میں حاضر ہوں۔ فرمایا تمہارے ساتھ کوئی اور ہے؟ عرض کیا ایک جماعت ہے جو آپ کے خیمہ کی نگہبانی کر رہے ہیں۔ فرمایا تم اپنے ساتھیوں کو لے کر ادھر جاؤ۔ مشرکین چھاپہ مارنے کا ارادہ کر رہے ہیں اور فرمایا۔

اللّٰھم ادفع عنا شرھم	الٰہی ان کا شر ہم سے دور فرمایئے! اور
وانصرنا علیھم	ہماری مدد فرمایئے

عباد بن بشر رضؓ گئے تو ابو سفیان چند سواروں سمیت آیا ہے اور خندق کے قریب ہے اس نے اپنے آپ کو خندق میں گرا دیا مسلمانوں نے اس کے اوپر پتھر برسائے۔ اور کافر واپس چلے گئے عباد بن بشر رضؓ نے یہ خبر آپ کو سنائی۔ اور پھر آپ صبح تک سوتے رہے۔ صبح کو جب بلال رضؓ نے اذان دی تو بیدار ہوئے۔ حضرت ام سلمہ رضؓ اس حدیث کو روایت کر کے کہا کرتی تھیں۔

اللّٰھم ارحم عباد بن بشر	الٰہی! عباد بن بشر پر رحم فرما۔

حضرت ام سلمہ رضؓ فرماتی ہیں ایک دن آپ رات کو استراحت فرما رہے تھے کہ آدھی رات شور بلند ہوا آواز آرہی تھی "اللہ کے سوارو سوار ہو جاؤ! حضور نے اس غزوہ میں مہاجرین کا شعار "خیل اللہ" مقرر فرمایا تھا اور یہ بھی روایت ہے کہ "حم لاینصرون" شعار مقرر فرمایا تھا طریق جمع یہ ہے کہ یہ انصار کا شعار تھا اور وہ مہاجرین کا شعار تھا۔ بہر حال آپ خیمہ سے باہر تشریف لائے۔ اور عباد بن بشر رضؓ سے فرمایا۔ جاؤ خبر لاؤ کیا ہے۔ وہ گئے اور خبر لائے کہ عمرو بن عبد ود۔ خندق کے پاس آیا ہے جنگ کرنا چاہتا ہے۔ مسلمان اس پر پتھر اور تیر برسا رہے ہیں۔ آپ خیمہ میں گئے اور مسلح ہو کر آئے اور جائے واقعہ پر پہونچے۔ اتنے ہی میں اللہ تعالیٰ نے ان کے شر کو دور کر دیا تھا اور وہ بری طرح زخمی ہو کر واپس لوٹتے تھے۔

پھر ایک دفعہ رات کو اور شور ہوا۔ آپ تشریف لے گئے تو دیکھا ضرار بن خطاب ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ پتھروں اور تیروں سے لڑ رہا ہے اللہ تعالےٰ نے اس کو بھی ناکام اور مجروح واپس لوٹایا۔ حضرت ام سلمہ رضؓ فرماتی ہیں۔ میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چند غزوں

میں رہی ہوں مثلاً بنی مصطلق۔ خیبر۔ حنین۔ فتح مکہ۔ حدیبیہ۔ مگر کسی غزدہ میں اتنی مشقت آپ کو برداشت کرنی نہیں پڑی جتنی خندق میں۔ ایام بھی سرد تھے۔ زمانہ تنگی کا تھا۔

روایت ہے کہ جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کر لیا تھا۔ کہ مدینہ کی ⅓ پیداوار پر لشکر غطفان۔ فزارہ سے صلح کر لی جائے کہ وہ واپس چلے جائیں۔ اور قریش تنہا رہ جائیں چنانچہ آپ نے عینیہ بن حصن اور حارث بن عوف کے پاس اسی غرض سے پیغام بھی بھیجدیا تھا انھوں نے کہا۔ آدھی پیداوار ہم کو دی جائے۔ آپ نے فرمایا ⅓ سے زیادہ نہیں۔

یہ بھی روایت ہے کہ عینیہ اور حارث جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ نے حضرت عثمانؓ کو طلب کیا تاکہ صلحنامہ تحریر کریں۔ صلحنامہ پر چند صحابہؓ کے دستخط کرانے کی نوبت آنے والی تھی کہ اسید بن حضیرؓ نے دیکھا کہ عینیہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں پیر پھیلائے بیٹھا ہے۔ فرمایا۔ اگر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس کا ادب نہ ہوتا تو ابھی تیرے پہلو میں نیزہ سے سوراخ کر دیتا۔ اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ اگر یہ امر خداوندی ہے تو بہتر ورنہ زمانہ کفر میں یہ لوگ ہم سے مدینہ منورہ کی ایک گٹھلی تک نہیں حاصل کر سکے۔ اب ہم ان کو بغیر لڑے نہ دیں گے؟ آپ نے سعد بن عبادہؓ اور سعد بن معاذؓ کو طلب کیا انھوں نے بھی یہی کہا اور صلحنامہ حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے لے لیا اور آپ نے فرمایا۔ صلح نامہ کو پارہ پارہ کر دیا جائے۔ حضرت سعد نے پھاڑ دیا اور کہا۔ جاؤ! ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی۔ عینیہ مایوس واپس ہو گیا۔

قتل عمرو بن عبدود

روایت ہے کہ ایک روز تمام پہلوانان قریش جنگ کے ارادہ سے خندق کے قریب آئے مثلاً عمرو بن عبدود۔ نوفل بن عبداللہ۔ ضرار بن خطاب۔ ہبیرہ بن ابی وہب۔ عکرمہ اور مرداس۔ اور خندق کے تنگ راستے سے داخل ہوئے اور کسی طرح اس کو پار کر لیا۔ ابوسفیان۔ خالد بن ولید، رؤساء قریش وکنانہ اور غطفان نے اس طرف اپنی صف بندی کر لی۔ عمرو بن عبدود ہزار آدمیوں کو آگے لے کر بڑھا اور مبارزت طلب کی۔ ادھر حضرات صحابہ تھے۔ اور ایسی حالت تھی کہ سناٹا طاری تھا کیونکہ عمرو بن عبدود کی بہادری

لہ ان قبائل سے بنی قریظہ کا بھی معاہدہ تھا اور یہ قبائل اسی شرط سے ساتھ ہوئے تھے۔

اور پہلوانی سے سب واقف تھے۔ حضرت علیؓ نے حضور سے عرض کیا مجھے اجازت دیجئے آپ خاموش رہے۔ کافر پھر پکارا۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا مجھے اجازت دیجئے! آپ خاموش رہے۔ تیسری مرتبہ وہ پھر پکارا۔ حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے! آپ نے اپنی ذوالفقار علیؓ کو دی۔ اپنا زرہ پہنایا اور اپنی دستار سر پر باندھی اور دعا کی الٰہی علی کی مدد فرما اور اور یہ بھی دعا کی۔

الٰہی۔ عبیدہؓ کو بدر میں دے چکا ہوں اور حمزہ کو احد
میں۔ یہ علی۔ میرے بھائی ہیں فلا تذرنی فردًا
وانت خیر الوارثین

حضرت علیؓ پیدل روانہ ہوئے۔ دشمن گھوڑے پر تھا۔ فرمایا۔ عمرو! میں تجھ سے تین باتیں کہتا ہوں وہ یہ کہ خدا کو ایک مان۔ محمد صلعم کو رسولِ خدا تسلیم کرلے اور اطاعت قبول کرلے یا واپس چلا جا۔ عمرو نے کہا۔ قریش کی عورتوں نے نذر کی ہے اور میں نے بھی نذر کی ہے (یہ زخمی ہو کر بدر سے بھاگا تھا) کہ جب تک "محمد صلعم" سے انتقام نہ لوں اس وقت تک سر میں تیل نہ ڈالوں گا۔ حضرت علی نے فرمایا۔ اچھا آ۔ اب تیرا اور میرا مقابلہ ہے۔ عمرو ہنسا اور بولا۔ میاں جاؤ! ابھی تمہاری عمر لڑنے کی نہیں ہے۔ اور تمہارے والد اور میرے درمیان دوستی بھی تھی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا میں تجھے دعوت دیتا ہوں اور اب یہ کرتا ہوں کہ خدا کی راہ میں تیرا خون بہاؤں گا۔ پھر کیا تھا۔ عمرو بھی حمیت جاہلیت میں پیدل ہو گیا اور گھوڑا پیچھے کیا۔ اور حضرت علیؓ کی طرف تلوار کی۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔ جب یہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو گرد اٹھی اور ہمیں کچھ نہ دکھائی دیا۔ حضرت علیؓ نے تکبیر بلند کی ہم نے جانا کہ علیؓ نے کافر کو قتل کر دیا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ کافر نے غصہ میں تلوار کھینچی اور حضرت علیؓ پر حملہ آور ہوا۔ علی نے ڈھال پر روکا اور اس میں تھوڑا شگاف ہو گیا اور کچھ اثر سر پر بھی آیا۔ حضرت علیؓ نے ذوالفقار کا گردنِ کافر پر ایسا وار کیا کہ وہ کٹ کر دور جا گری اور تکبیر کہی۔ تکبیر کی آواز جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کانوں میں پہونچی تو سمجھ گئے کہ علی نے کافر کو قتل کر دیا۔ فوراً ہی ضرار بن خطابؓ ہبیرہ بن ابی وہب حضرت علیؓ کی طرف دوڑے حضرت علی ان کی طرف متوجہ ہوئے ضرار

نے جب علی کی آنکھ دیکھی تو بھاگ گیا۔ اس سے پوچھا کیوں؟ بولا علی کی آنکھ میں اپنی موت دیکھ کر بھاگا ہوں۔ ہبیرہ نے تھوڑی دیر مقابلہ کیا اور تلوار کا ایک زخم کھا کر شکست قبول کر لی اور ہتھیار ڈال دیئے!

یہ بھی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ۔ زبیر بن عوامؓ نے جب دیکھا کہ علیؓ نے اپنا کام پورا کر لیا ہے تو یہ دونوں ان دونوں کافروں کے مقابلہ کے لئے آگے بڑھے مگر وہ دونوں بھاگ نکلے نوفل گھوڑے سے خندق میں گر پڑا۔ مسلمانوں نے اوپر سے سنگباری کی۔ اور حضرت عمرؓ نے تلوار سے ...... اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ ہبیرہ اور ضرار نے ابو سفیان کو۔ نوفل اور عمرو کے قتل کی خبر دی۔ ابو سفیان اور بنی غطفان نے بھاگ کر "وادی عقیق میں جا کر پڑاؤ کیا۔

روایت ہے کہ کافروں نے عمرو بن عبدود کی لاش کو خریدنا چاہا۔ آپ نے فرمایا ویسے ہی لے جاؤ ہمیں کافر کی لاش کی ضرورت نہیں ہے۔ روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے اس کو قتل کر کے ویسے ہی چھوڑ دیا تھا اس کے ہتھیار اور کپڑے نہیں اتارے تھے۔ اس کی بہن آئی اور بولی "اس کو شریف آدمی نے قتل کیا ہے" حضرت علیؓ کے اس معرکے مسلمانوں کی عظیم فتح ہوئی آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے بارے میں فرمایا۔ "علی کا یہ عمل۔ میرے امت کے قیامت تک کے اعمال سے افضل ہے"

نماز قضا ہونا

روایت ہے کہ اسی دن یا دوسرے دن کافروں نے ارادہ کیا کہ یکبارگی حملہ کیا جائے۔ مسلمان بھی ان کے مقابلہ کے لئے مشغول ہوئے اور ظہر اور عصر یہ دو نمازیں قضا ہو گئیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

ملاء اللہ بیوتھم وقبورھم	اللہ کافروں کے گھروں اور قبروں کو
نارا کما شغلونا عن صلوۃ	آگ سے بھر دے کہ انہوں نے ہمیں صلوۃ
الوسطی وصلوۃ العصر حتی	وسطی اور صلوۃ عصر سے روکے رکھا کہ
غابت الشمس [1]	سورج غروب ہو گیا۔

[1] اس روایت میں صلوۃ وسطی صلوۃ ظہر کو قرار دیا ہے۔ محدثین کی ایک جماعت کا مسلک یہی ہے لیکن اکثر علمائے امت و محدثین کے نزدیک صلوۃ وسطی عصر کی نماز کو کہتے ہیں اور بیشتر روایات اسی بارے میں ہیں۔ علاوہ ازیں غزوہ خندق میں نماز کا قضا ہونا، یہ قبل نزول صلوۃ خوف کا واقعہ ہے۔ بعد نزول صلوۃ خوف یہ حکم نہیں رہا بلکہ نماز کو ہر حال میں اس کے وقت پر ادا کرنا ضروری ہے۔ اسی میں یہ بھی دلیل ہے غزوہ ذات الرقاع غزوہ خندق کے بعد ہوا تھا۔ مواہب ج ۲ / ۲۰

حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ میں ام سعد رض مدینہ کے کسی قلعہ میں تھی کہ حضرت سعد ایک تنگ زرہ پہنے گذرے۔ وہ مرد طویل الجثہ تھے ان کے جسم کا اکثر حصہ کھلا ہوا تھا۔ میں نے کہا اس کو چھپاؤ۔ ام سعد نے کہا۔ "خدا کرتا ہے جو کچھ کرتا ہے" سعد وہاں سے روانہ ہو گئے۔ ناگاہ ایک کافر نے ایسا تیر مارا جو سعد کی اکحل پر پڑا۔ جس سے جسم کا تمام خون باہر آگیا اور وہ شہید ہو گئے۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کافر کے لئے بد دعا کی۔ "اللہ تعالیٰ اس کو جہنم رسید کرے" یہ بھی روایت ہے کہ حضرت سعد نے دعا کی الہٰی۔ مجھے اتنی مہلت دے کہ بنو قریظہ کا انجام اپنی آنکھ سے دیکھوں اللہ تعالیٰ نے فوراً خون بند کر دیا۔

کفار کی ہزیمت

ابن اسحٰق نے کہا ہے۔ کافروں کی ہار کا سبب یہ ہوا کہ نعیم بن مسعود غطفانی مسلمان ہو کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا مجھے آپ امر فرمائیں کہ کوئی کام کروں آپ نے فرمایا کافروں کے درمیان انتشار پیدا کر دو کہ وہ بھاگ جائیں۔ نعیم نے کہا مجھے اجازت ہو کہ جو چاہوں کہوں۔ آپ نے فرمایا اجازت ہے "الحرب خدعة" پس نعیم پہلے بنو قریظہ کے پاس آیا۔ اور کہا۔ دیکھو! میں زمانۂ جاہلیت سے تمہارا دوست ہوں۔ قریش آپ لوگوں کو چھوڑ کر بھاگنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ اور ان کے بعد تم لوگ "محمد صلعم" سے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکتے ہو۔ قریش تمہارے پاس آئیں گے کہ تم ان کی مدد کرو۔ تم ان سے کہہ دینا۔ چند آدمی ہمارے یہاں رہن رکھ دو تاکہ یہ اطمینان رہے کہ تم ہمیں چھوڑ کر بھاگو گے نہیں! بنو قریظہ نے کہا بہتر۔ اس کے بعد نعیم ابو سفیان کے پاس پہونچے اور اپنی دوستی کو ظاہر کیا اور کہا کہ بنو قریظہ نادم ہیں اور پھر "محمد صلعم" کے ساتھ عہد کرنا چاہتے ہیں۔ تم ان کے پاس جاؤ! اور اس ارادہ سے باز رکھو! قریش کے چند آدمی بنو قریظہ کے پاس گئے انھوں نے رہن کے لئے آدمی طلب کئے قریش نے اس سے انکار کر دیا۔ اس طرح ان میں انتشار پیدا ہو گیا۔ صحیح سند سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے بد دعا کی تھی۔

اے اللہ تو نے کتاب کو اتارا ہے تو جلد حساب لینے

والا ہے لے اللہ ان جماعتوں کو شکست دے اور

ان میں تزلزل پیدا کر دے اور ہماری مدد فرما۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تین دن تک مسجد میں فتح کے لئے دعا کی یعنی دو شنبہ، سہ شنبہ، چہار شنبہ۔ چہار شنبہ کو درمیان ظہر اور عصر آپ کی دعا قبول ہوئی اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لشکر پر ایک تیز ہوا مسلط کی کہ جس سے ان کی ہانڈیاں لوٹ گئیں خیمہ اکھڑ گئے اور یہ بھی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھیجدیا کہ انھوں نے ان کے خیمے اکھاڑ دیئے۔ ان کے دلوں میں رعب طاری کر دیا کہ سوائے بھاگنے کے اور کچھ نہ سوجھا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

یاایھا الذین آمنوا اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذجاءتکم جنودٌ فارسلنا علیھم ریحًا وجنودًا لم تروھا وکان اللہ بما تعملون بصیرًا	ایمان والو! اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب لشکر آئے تو ہم نے ان پر ہوا بھیجدی اور وہ لشکر بھیجے جن کو تم دیکھتے نہیں تھے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو دیکھتا ہے۔

دوسری آیت میں ارشاد فرمایا ہے۔

ورد اللہ الذین کفروا بغیظھم لم ینالوا خیرًا وکفی اللہ المومنین القتال وکان قویًا عزیزًا ؎	اور پھیر دیا اللہ نے کافروں کو اپنے غصہ میں کہ نہ پا سکے کوئی بھلائی اور کفایت کی اللہ نے مومنین کی لڑائی سے اور اللہ تعالیٰ قوی ہے غلبہ والا ہے

شیخ عماد الدین ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے اگر آپ رحمۃ للعالمین نہ ہوئے ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان پر قوم عاد کی طرح باد عقیم مسلط کر دیتا۔ ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں روایت کیا کہ ابن عباسؓ نے روایت کیا۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

ونصرت بالصبا واھلکت عادٌ بالدبور ؎	صبا کے ذریعہ میری مدد کی گئی اور دبور نے عاد کو ہلاک کر دیا۔

؎ سورۃ احزاب ؎ رواہ بخاری، مسلم ونسائی

حضرت حذیفہ بن یمان رضؓ کہتے ہیں۔ جس رات کافروں نے فرار اختیار کی وہ بہت زیادہ سرد بھی اور تیز ہوا چل رہی تھی۔ آپ نے رات کی نماز پڑھی اور متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا۔ جو آدمی آج دشمن کی خبر لائے گا اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کو حضرت ابراہیم کی رفاقت نصیب فرمائے گا۔ جب کوئی آدمی نہ کھڑا ہوا تو آپ نے مجھے آواز دی میں نے کہا "لبیک یا رسول اللہ" آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا جاؤ! کافروں کے درمیان اور دیکھ کر آؤ وہ کیا کر رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ مجھے گرفتار نہ کرلیں۔ فرمایا۔ تم گرفتار نہ ہوگے اور یہ دعا فرمائی

اللهم احفظه من بين يديه ومن	اے اللہ اس کی حفاظت اس کے آگے
خلفه وعن يمينه وعن شماله	پیچھے دائیں، بائیں، اوپر، نیچے سے
ومن فوقه ومن تحته	فرما۔

خدا کی قسم نہ مجھے خوف معلوم ہوا اور نہ بھوک، میں اپنے ہتھیار پہن کر خندق میں سے ہو کر ایسے روانہ ہوا گویا حمام میں جا رہا ہوں اور کافروں کے لشکر میں گھومتا رہا۔ میں نے دیکھا کہ ان کی دیگیں اوندھی پڑی تھی۔ خیمے اکھڑے ہوئے تھے۔ آگ بجھی ہوئی تھی۔ میں اس جگہ پتھروں کے ٹکرانے کی آوازیں سن رہا تھا۔ میں نے ابوسفیان کو دیکھا کہ اپنے ڈیرے سے باہر کھڑا ہے۔ آگ جلانے کی کوشش کر رہا ہے۔ میں نے چاہا کہ اس کے تیر ماروں۔ مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان یاد آگیا کہ "کسی پر دست درازی نہ کرنا" فوراً ہی میں نے اپنا تیر رکھ لیا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ میں ان کے لشکر میں پہونچا اور ان کے ایک آدمی کی برابری میں جا بیٹھا۔ ابوسفیان کہہ رہا تھا ہر آدمی اپنے پاس کے آدمی سے خبردار رہے، میں نے ایک آدمی کے پہلو پر ہاتھ مارا اور پوچھا تو کون ہے؟ بولا میں ہوازن کا فلاں مرد ہوں۔ اس وقت ابوسفیان نے کہا۔ سب لوگ کوچ کردیں ورنہ جانور ہلاک ہوجائیں گے۔ ہتھیار ضائع ہوجائیں گے۔ میں اٹھا اور اپنے اونٹ کے پاس آیا اور بغیر پیر کھولے ہوئے سوار ہوگیا۔ جب وہ تین ٹانگ سے کھڑا ہوا تو میں نیچے آیا اور اس کے پیر کھولے اور واپس ہوگیا۔ میں نے بیس سواروں کو دیکھا کہ سفید لباس پہنے ہوئے تھے۔ انھوں نے کہا اپنے صاحب سے جاکر کہدو! کہ اللہ تعالیٰ نے دشمن کے شر سے نجات دی۔ میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ میں

نے آپ کو بشارت دی اور سب حال سنایا۔ آپ نے مجھے گرم کیا اور اپنے پاس لٹا لیا۔ اور اپنا قدم مبارک میرے سینہ پر رکھ دیا اس سے مجھے بہت راحت ملی۔ جب صبح کی نماز کا وقت ہوا تو آپ نے مجھے بیدار کیا۔

روایت ہے کہ دشمنوں کا لشکر چلا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا اب ہمارے ساتھ ایسی جنگ نہ ہو سکے گی۔ اور اب وہ ہم پر حملہ نہ کر سکینگے۔

غزوہ بنی قریظہ

اسی روز غزوہ بنی قریظہ واقع ہوا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ جب آپ احزاب سے تشریف لائے۔ آپ نے ہتھیار اتارے غسل کیا۔ میں نے دیکھا کہ دحیہ کلبی۔ موجود ہیں، جسم گرد آلود ہے اور حضور صلعم ان کی گرد جھاڑ رہے ہیں، جب وہ چلے گئے تو آپ نے فرمایا یہ جبرئیل تھے بنی قریظہ سے جنگ کے لئے فرما رہے تھے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ جب آپ احزاب سے واپس ہوئے تو حضرت فاطمہؓ کے یہاں تشریف لے گئے۔ آپ نے کپڑے تبدیل کئے اور انگیٹھی روشن کی گئی۔ فوراً ہی جبرئیل علیہ السلام ہتھیار بستہ۔ گھوڑے پر سوار حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ نے ہتھیار کھول دیئے ہیں اور فرشتے ابھی ہتھیار باندھے ہیں۔ میں بنو قریظہ کی طرف جاتا ہوں اور ان کا حصار کرتا ہوں۔ آپ ابھی جلد روانہ ہوں۔ آپ نے حضرت بلالؓ کو طلب فرمایا کہ اعلان کر دیں" اللہ کے سوارو! سوار ہو جاؤ! اور فرمایا نماز عصر بنی قریظہ میں پڑھی جائے۔ حضرت علیؓ کو طلب فرمایا۔ اور ان کو جھنڈا مرحمت فرمایا۔ مدینہ پر عبداللہ ابن ام مکتومؓ کو خلیفہ مقرر کیا اور روانہ ہو گئے۔ لشکر اسلام کی تعداد تین ہزار تھی جن میں ۳۶ گھوڑے تھے۔ جب بنی نجار میں پہونچے تو دیکھا سب لوگ تیار ہیں اور صف بنائے ہیں۔ دریافت کیا۔ آپ لوگوں کو کیسے معلوم ہوا۔ بولے دحیہ کلبیؓ نے کہا تھا ارشاد فرمایا وہ جبرئیلؑ تھے۔ غرضکہ سونے کے وقت سے پہلے سب بنی قریظہ میں پہونچ گئے۔

بعض حضرات نے عصر کی نماز راستہ میں پڑھی اور حضور کے زبان سے تعجیل مراد لی اور وقت پر نماز ادا کی۔ بعض حضرات نے آپ کے ارشاد کے حقیقی معنی مراد لئے اور عصر کی نماز راستہ میں نہ پڑھی بلکہ قضا کر دی۔ آپ نے دونوں جماعتوں میں سے کسی کو تادیب نہ فرمائی۔ حضرت علیؓ نے آگے بڑھ کر جھنڈا گاڑ دیا اور لشکر اسلام نے بنی قریظہ کا محاصرہ کر لیا بنی قریظہ نے گالیاں

دینی شروع کر دیں حضرت علیؓ نے فرمایا:۔

یا اخوۃ القردۃ والخنازیر — بندر اور سور کے بھائیو!

پندرہ دن تک اور بروایت دیگر ۲۵ دن تک محاصرہ رہا دونوں طرف سے تیروں اور پتھروں کا تبادلہ ہوتا رہا۔ آخر میں تنگ آ کر بنو قریظہ نے نباش بن قیس کو بھیجا کہ ہم بنو نضیر کی شرائط پر بستی کو خالی کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کوئی اپنا حکم کر دو جو وہ فیصلہ کرے۔ کعب بن اسد حیی بن اخطب اور دیگر روساء نے مشورہ کیا۔ کعب نے کہا:۔

اے گروہ قریظہ جو واقعہ درپیش ہے وہ آپ لوگوں کو معلوم ہے۔ میں تمہارے سامنے تین چیزیں رکھتا ہوں ان کو قبول کرو۔ اول یہ کہ "محمدؐ" کی اتباع کرو بخدا وہ رسول ہیں۔ اور ان کے اوصاف وحالات توریت میں موجود ہیں۔ ابن جواس تمہارے علماء میں سے ہے جو تمہارے درمیان آئے تھے اور خود "محمد صلعم" پر ایمان لائے تھے انہوں نے تم کو وصیت کی تھی اور کہا تھا کہ میرا "محمد صلعم" کو سلام پہونچا دینا۔

یہود نے یہ سنکر کہا۔ ہم توریت پر کسی کتاب کو ترجیح نہ دیں گے۔ کعب نے کہا اگر یہ ہے تو پھر آؤ ہم اپنے زن و فرزند کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر دیں اور مسلمانوں سے جنگ کر کے قتل ہو جائیں اگر جیت گئے تو زن و فرزند اور بہت۔ بولے یہ بھی غلط ہے۔ زن و فرزند ہی کی وجہ سے تو لڑتے ہیں۔ کعب نے کہا۔ کل کو سبت (ہفتہ کا دن) ہے۔ مسلمان ہماری طرف سے بے خوف ہیں۔ اچانک ان پر حملہ کر دیں۔ سب بولے۔ اس دن کی حرمت جس نے بھی ختم کی وہ بندر اور سور ہو گئے۔ آخر میں یہ مشورہ ہوا کہ "ابولبابہؓ" کو بلا کر مشورہ کیا جائے۔ چنانچہ ایک آدمی حضور کے پاس بھیجا گیا کہ ابولبابہ کو بھیج دیجئے۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھیجدیا۔ سب یہود ان کو دیکھ کر رونے لگے۔ ان کو ان پر رحم آیا اور کہا اگر قلعہ کھول دیا گیا تو سب قتل کر دیئے جاؤ گے۔

ابولبابہ کا ذکر

حضرت ابولبابہؓ کہتے ہیں۔ میں نے اپنی جگہ سے قدم نہ ہٹائے تھے کہ میرے ضمیر نے مجھ پر ملامت کی کہ خدا اور رسول کے معاملہ میں خیانت ہو گئی۔ یہ فوراً ہی دیا

سے مدینہ آئے اور اپنے کو ستون مسجد سے باندھ کر کھڑا کر دیا اور کہا کہ صرف نماز کے اوقات میں کھول دیا جائے۔ ان کی بیٹی ان کو آکر کھجور کھلا جاتی تھیں۔ پندرہ شبانہ روز اسی طرح بندھے رہے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر وہ میرے پاس آجاتا تو میں اس کے لئے استغفار کر دیتا۔ اب خدا کی طرف سے جو فیصلہ ہو۔ حضرت ام سلمہ رض فرماتی ہیں۔ ایک دن صبح کی نماز سے قبل آپ پر وحی اتری۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالے نے ابو لبابہ کی توبہ قبول کرلی۔ ام سلمہ رض کہتی ہیں کہ میں نے اجازت چاہی کہ ابو لبابہ رض کو یہ بشارت دوں۔ آپ نے اجازت دے دی۔ میں نے حجرہ کے دروازے سے آواز دی ابو لبابہ بشارت ہو۔ یہ سن کر سب لوگ ان کو کھولنے دوڑے۔ مگر ابو لبابہ نے منع کر دیا اور کہا جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی کھولیں گے۔ جب صبح کی نماز کے لئے آپ مسجد گئے تو ان کو مبارک باد دی اور اپنے دست مبارک سے کھولا۔

بنی قریظہ کا انجام

یہود نے یہ فیصلہ کیا کہ ہمارے حلیف سعد بن معاذ اوسی جو فیصلہ کریں وہ منظور ہے قبیلہ اوس کے آدمی ان کے پاس پہونچے اور کہا ابن ابی خزرجی نے اپنے حلیف بنی نضیر اور بنی قینقاع کو آزاد کرا لیا تھا۔ آپ بنی قریظ کو آزاد کرا لیجئے۔ انھوں نے کہا۔ میں فیصلہ کرنے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کروں گا اور سوار ہو کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کے قریب آئے آپ نے اوسیوں سے فرمایا۔

قوموا لسیدکم ۱ ؎ — اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ!

حضرت سعد بن معاذ رض جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آکر بیٹھ گئے۔ بنی قریظہ حصار سے باہر آئے۔ آپ نے امر فرمایا ان سب لوگوں کو باندھ لیا جائے۔ عبداللہ بن سلام رض کو فرمایا ان کا تمام سامان جمع کیا جائے۔ کہتے ہیں ڈیڑھ ہزار تلواریں۔ تین سو زرہ۔ دس ہزار نیزے پانچسو ڈھال قلعہ سے برآمد ہوئیں۔ اونٹ اور بکریاں اور دیگر سامان بہت تھا۔

---

۱ ؎ ظاہر حدیث سے استدلال کیا ہے کہ آنے والے کے لئے کھڑا ہو جانا چاہیے۔ بعض علماء نے کہا ہے "لا تقوموا کما تقوم الاعاجم" کی رو سے ممانعت ہے۔ مگر حقیقت حال یہ ہے کہ یہ استدلال مقیس اور مقیس علیہ کے اعتبار سے غلط ہے۔ اکراماً کھڑا ہونے کے لئے متعدد آثار اور احادیث ہیں اور حدیث کہ کما تقوم الاعاجم جیسا کہ عجمی کھڑے ہوتے ہیں۔ عجمی کا کھڑا ہونا تکبراً تھا اس کی ممانعت ہے اکراماً کھڑا ہونا محمود اور مستحب ہے

حضرت سعدؓ نے مجلس میں آ کر عرض کیا جو فیصلہ میں کروں گا وہ سب کو منظور ہو گا سب نے کہا ہاں اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہاں۔ حضرت سعدؓ نے کہا ان میں کے سب مردوں کو قتل کر دیا جائے اور زن و فرزند کو غلام بنا لیا جائے اور ان کا مال تقسیم کر لیا جائے۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یہی فیصلہ ہفت آسمان کے اوپر ہوا ہے۔ اس فیصلہ کے بعد حضرت سعدؓ کا انتقال ہو گیا۔

غرضکہ تمام مردوں کو باندھ کر مدینہ لایا گیا اور ان کو ایک سرائے میں محصور کر دیا گیا اور مدینہ میں ایک خندق کھودی گئی اور ایک ایک کو لا کر اس میں قتل کر دیا گیا۔ جن کی تعداد پانچسو یا سات سو یا نو سو ہوگی۔

روایت ہے کہ بنی قریظہ میں ایک بوڑھا تھا۔ زبیر بن باطہ۔ اس کا نام تھا ثابت بن قیس پر اس کے کچھ احسانات تھے۔ اس بوڑھے کو انھیں دیدیا گیا۔ بوڑھے نے کہا۔ حی بن اخطب کہاں ہیں؟ جواب دیا مر گئے سب کو قتل کر دیا گیا۔ بوڑھا بولا تو پھر مجھے بھی قتل کر دیا جائے حضرت ثابت قیسؓ نے ان کو بھی قتل کر دیا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ بنی قریظہ کی ایک عورت میرے سامنے تھی جب اس کو قتل کیا گیا تو وہ ہنستی تھی۔ میں نے کہا۔ کسی عورت کو قتل نہیں کیا گیا۔ تجھے کیوں قتل کیا جا رہا ہے اور تو کیوں ہنس رہی ہے؟ بولی۔ میرا تعلق بنی قریظہ کے ایک مرد سے تھا۔ اور اس سے محبت بنہایت درجہ تھی۔ میں نے اس سے کہا تھا۔ آؤ وصال کے مزے اڑالیں۔ چند دن کے بعد محمد صلعم کا لشکر گرفتار کرے گا اور قتل کر دے گا۔ اس نے کہا عورتیں قتل نہ ہوں گی۔ میں نے کہا تیرے بغیر زندگانی بیکار ہے۔ میں ایک تدبیر بتاتی ہوں۔ میں چھت پر گئی اور ہماری دیوار کے نیچے کچھ مسلمان تھے ان کے اوپر ایک پتھر گرا دیا۔ جس میں خلاد بن سویدؓ شہید ہو گئے اب اسی کے قصاص میں مجھے قتل کیا جا رہا ہے۔ اور خوشی اس سے ہے کہ میں نے اپنے وعدہ کو پورا کر لیا۔ کہ بغیر دوست کے زندگانی بیکار ہے" حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ بوقت قتل اس عورت کا ہنسنا مجھے ہمیشہ یاد رہے گا۔

القصہ جب بنو قریظہ کے قتل سے فراغت ہوئی تو ان کا مال تقسیم کیا گیا۔ اس طرح کہ پیدل

کو ایک حصہ اور سوار کو تین حصے دیئے گئے۔[1] جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خمس میں ریحانہ بنت عمرو آئیں آپ نے ان کو اپنی زوجیت کے لئے پسند فرمایا۔ آپ نے ان کو آزاد کرنا چاہا تو عرض کیا۔ حضور! آپ کے لئے آسانی اسی میں رہے گی کہ مجھے ملک یمین میں رکھیئے! روایت ہے کہ بنی قریظہ کی ایک جماعت کو قبیلہ نجد۔ اور بعض کو شام فروخت کے لئے بھیجا اور بہت قیمت پائی اس سے ہتھیار خریدے گئے۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ ایک جماعت کو عثمان بن عفان۔ عبدالرحمن بن عوف کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا۔

نماز خسوف

اسی سال ۵ھ میں پہلی مرتبہ چاند گرہن ہوا۔ مدینہ کے جہلاء بولے کسی نے ہمارے چاند پر جادو کر دیا ہے۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ خسوف پڑھی اور چاند گرہن ختم ہو گیا

وفد مزینہ

اسی سال ۵ھ میں بلال بن حارث مزنی قبیلہ مزینہ کے چار سو آدمیوں کو لے کر آیا اور مشرف باسلام ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ اپنے گھروں کو واپس جاؤ! تم جہاں بھی ہو گے۔ مہاجر ہی رہو گے۔ چنانچہ وہ واپس ہو گئے۔ اکابر مشائخ سیر بیان فرماتے ہیں کہ ضمام بن ثعلبہ بھی اسی سال حاضر ہوئے تھے لیکن شیخ ابن حجرؒ نے اپنی شرح میں بیان کیا ہے کہ وہ ۹ھ میں آئے تھے۔ اور محمد بن اسحٰق بھی یہی فرماتے ہیں لیکن دوسرے علماء یہ فرماتے ہیں وفد عبدالقیس کی آمد ۵ھ کے آخر یا ۶ھ کے شروع میں ہوئی ہے۔ اور جمہور اہل سیر کہتے ہیں ۸ھ میں آمد ہوئی ہے

غزوہ دومۃ الجندل

اسی سال ۵ھ میں یہ غزوہ ہوا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ آپ کو معلوم ہوا تھا کہ اس جگہ بہت سے گروہ جمع ہو گئے ہیں اور ظلم و تعدی کا برتاؤ کر رہے ہیں۔ راہ گیروں کو تنگ کرتے ہیں۔ آپ ایک ہزار آدمیوں کو لے کر روانہ ہوئے اور مدینہ پر سباع بن عرفطہ کو خلیفہ مقرر کیا۔ جب آپ وہاں پہونچے تو وہ لوگ بھاگ گئے۔ ان کے جانور پکڑ کر مدینہ لائے گئے۔ آپ کی عدم موجودگی میں حضرت

[1] یہ شوافع کا مسلک ہے حنفیہ کا مسلک ہے۔ پیدل کو ایک حصہ اور سوار کو دو حصے دئے جاتے ہیں اس بارے میں بھی احادیث اور آثار موجود ہیں۔

سعد بن عبادہؓ کی والدہ کی وفات ہو گئی تھی۔ آپ نے ان کی قبر پر نماز پڑھی[1]۔ حضرت سعدؓ نے عرض کیا، حضور! ان کا اچانک انتقال ہو گیا۔ اگر میں ہوتا تو وہ کچھ فرماتیں۔ اب کیا چیز ان کے حق میں بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا۔ پانی۔ حضرت سعد کے پاس میٹھے پانی کا کنواں تھا۔ وہ انھوں نے اپنی ماں کے لئے صدقہ کر دیا اور کہا ہذہ لام سعد۔ یعنی یہ سعد کی ماں کے لئے ہے۔

---

[1] قبر پر نماز اس وقت جائز ہے کہ میت بلا نماز کے دفن کر دی گئی ہو۔ اور لاش بھی قبر میں محفوظ ہو پھٹی نہ ہو مندرجہ صورت میں یہ احتمال تو ہے نہیں کہ نماز نہیں پڑھی گئی تھی۔ البتہ اس وقت ولی سعد بن عبادہؓ موجود نہ تھے اس لئے تکرار صلوٰۃ علی القبر جائز ہوئی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضور نے حضرت سعد کی دلبستگی کے لئے ایسا کیا ہو واللہ اعلم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حالات ۶ھ

اے رسول جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل ہوا ہے اس کی تبلیغ کیجیے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو تبلیغ رسالت نہیں کی۔ اور اللہ آپ کی لوگوں سے حفاظت فرمائے گا۔

۱۔ فرضیت حج
۲۔ غزوہ ذات الرقاع
۳۔ غزوہ بنو لحیان
۴۔ سریہ محمد بن مسلمہ
۵۔ غزوہ ذی قرد
۶۔ بیٹھ کر نماز
۷۔ سریہ عکاشہ
۸۔ ذی القصہ
۹۔ سریہ زید رض
۱۰۔ سریہ عبدالرحمٰن رض
۱۱۔ سریہ علی رض
۱۲۔ سریہ زید بن حارثہ
۱۳۔ عکل و عرینہ
۱۴۔ نماز استسقا
۱۵۔ معاہدہ حدیبیہ
۱۶۔ چھ بادشاہوں کے نام مکتوبات
نجاشی۔ ہرقل۔ کسریٰ۔ مقوقس۔ حارث۔ ہوذہ
۱۷۔ واقعہ ظہار
۱۸۔ گھوڑ دوڑ
۱۹۔ وفات ام رومان
۲۰۔ اسلام ابی ہریرہ

ترتیب

حالات سنہ ٦ھ

فرضیتِ حج جمہور اہلِ سیر کے نزدیک حج اسی سال سنہ ٦ھ میں فرض ہوا۔[1] علماء کی ایک جماعت سنہ ٩ھ کو کہتی ہے۔ پہلی جماعت کا کہنا ہے کہ آیتِ مبارکہ

اتموا الحج والعمرۃ للہ — اللہ کے لئے حج اور عمرہ کو پورا کرو

یہ سنہ ٦ھ میں نازل ہوئی۔ اور اتمام سے مراد اقامت ہے کیونکہ علقمہ۔ مسروق۔ ابراہیم نخعی اس کو اس طرح قرأت کرتے ہیں "اقیموا الحج والعمرۃ للہ"۔ ان حضرات نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تاخیر کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ ادائیگیٔ حج کے لئے امن طریق کی ضرورت ہے اور وہ اس وقت حاصل نہ تھا۔ دوسرے یہ کہ کفار نے "نسئی" (لوند) کا حساب پلا رکھا تھا۔ اس وقت اگر حج ادا کیا جاتا تو غیر وقت میں ادا ہوتا۔ جب حج کا اصل وقت آیا تو آپ نے ادا کیا۔

دوسرے فریق نے کہا کہ سنہ ٩ھ میں حج فرض ہوا۔ اس سال آپ نے حضرت ابوبکرؓ کو بھیج دیا اور دوسرے سال آپ خود تشریف لے گئے۔ اور "اتموا" سے استدلال تام نہیں ہوتا۔[2]

غزوہ ذات الرقاع جمہور اہلِ سیر کے نزدیک یہ غزوہ سنہ ٦ھ میں ہوا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ آپ کو معلوم ہوا کہ بنو ثعلبہ اور انمار نے ایک گروہ جمع کیا ہے اور مدینہ پر حملہ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ نے چار سو مجاہدین بروایت دیگر سات سو مجاہدین ساتھ لئے اور مدینہ پر عثمان بن عفانؓ کو خلیفہ مقرر کیا اور روانہ ہوئے جب اس علاقہ میں پہونچے تو وہ لوگ پہلے ہی بھاگ کر پہاڑ میں جا چھپے تھے۔ ان کی چند عورتیں رہ گئیں تھیں ان کو گرفتار کر لیا گیا۔ جب نماز

---

[1] فرضیت حج سنہ ٦ھ کو علما کی ایک بڑی جماعت نے رد کیا ہے کیونکہ عمرہ حدیبیہ ذی قعدہ سنہ ٦ھ میں ادا کیا ہے اگر حج فرض ہوتا تو حج کے ارادے سے نکلتے نہ کہ عمرے کے ارادے سے اور عمرہ قضا ذیقعدہ سنہ ٧ھ میں کیا ہے اور عمرہ جعرانہ سنہ ٨ھ میں۔ اگر حج فرض ہوا ہوتا تو کم از کم عمرہ قضا والے سال حج فرض ادا کیا جاتا۔ ابن کثیر ج ٢ ص ٢٣٠

ص ١٠٦ [2] ابن کثیر ج ٢ ص ٣٤٠ [3] جمہور علماء نے وللہ علی الناس حج البیت الآیۃ سے فرضیت حج قرار دی ہے۔ علامہ ابن قیم نے زاد المعاد میں یہی کہا ہے اور علماء حنفیہ کا بھی یہی ارشاد ہے اور بعض حضرات نے فرمایا ہے حج شعبان سنہ ١٠ھ میں فرض ہوا ہے۔ حج ابی بکرؓ حج اسلام نہیں تھا واللہ اعلم

کا وقت آیا تو اس وقت مسلمانوں کو خوف ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کافر حملہ کر دیں اس جگہ آپ نے پہلی مرتبہ صلوٰۃ خوف پڑھائی۔ اور یہاں سے مدینہ کو واپس آ گئے۔ راستہ میں حضرت جابرؓ کی اونٹنی بہت کم چلتی تھی۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے اپنی ایک محجن ماری تو وہ بہت اچھی رفتار سے چلنے لگی۔ آپ نے فرمایا جابر اب تو بہت تیز جا رہے ہو؟ عرض کیا حضور میری نئی نئی شادی ہوئی ہے۔ فرمایا۔ باکرہ سے ہوئی یا ثیبہ سے عرض کیا ثیبہ سے فرمایا۔ باکرہ سے کیوں نہ کی عرض کیا۔ میرے والد نے چار یا سات میری بہنیں چھوڑی ہیں۔ باکرہ سے ان کی پرورش نہ ہو سکتی تھی۔ آپ نے فرمایا یہ اونٹنی بیچتے ہو؟ عرض کیا ہاں! ۔ فرمایا کتنے میں؟ عرض کیا چالیس درم میں آپ نے وہ اونٹنی خرید لی۔ پھر فرمایا کیا حال ہے؟ عرض کیا والد صاحب نے قرضہ چھوڑا ہے

جب حضور علیہ السلام مدینہ منورہ آئے تو حضرت جابرؓ کو چالیس درہم بھی دے دئے اور وہ اونٹنی بھی ہبہ کر دی اور آپ نے حضرت جابرؓ کے لئے چالیس مرتبہ استغفار کی اور ان کے والد کا جو قرضہ تھا وہ بھی ادا کر دیا۔ اس غزوہ میں آپ سے بہت سے معجزات صادر ہوئے ہیں۔

بخاری شریف میں ہے کہ آپ اسی غزوہ میں ایک درخت کے سایہ کے نیچے لیٹے تھے اور تنہا تھے کہ ایک بدوی آیا اور آپ کے سامنے تلوار کھینچ کر کھڑا ہو گیا اور بولا "اب آپ کو کون بچائے گا فرمایا میرا اللہ الخ

یہ واقعہ غزوہ انمار میں بھی گذر چکا ہے۔ ممکن ہے اس قسم کے دو واقعے ہوئے ہوں۔ ایک غزوہ انمار میں اور ایک اس غزوہ میں۔

امام بخاری نے اس غزوہ کا ذکر غزوہ خیبر کے بعد کیا ہے۔ اس وجہ سے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا ایک غزوہ میں ہمارے پیر زخمی ہو گئے تھے اور ہم نے پیروں پر چیتھڑے باندھے تھے، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ مہاجرین حبشہ میں سے ہیں اور وہ غزوہ خیبر میں آ کر شریک ہوئے تھے امام بخاری نے باوجود اس استدلال کے اس غزوہ کو غزوۂ خندق کے بعد ذکر کیا ہے۔ ممکن ہے کہ راویوں کا تصرف یا سہو ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ "ذات الرقاع" دو غزوہ ہوں ایک غزوہ خندق

؎ یہی روایت ٹھیک ہے۔ سیرت ابن ہشام وغیرہ میں غزوہ ذات الرقاع کو غزوہ خندق سے پہلے ۴ھ میں ذکر کیا ہے جو غلط ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو غزوہ خندق میں نماز قضا کرنے کی نوبت نہ آتی "زاد المعاد"

کے بعد اور ایک غزوہ خیبر کے بعد[۱]

غزوہ بنو لحیان اسی سال ۶ھ میں غزوہ بنی لحیان واقع ہوا۔ اہل سیر نے بیان کیا ہے واقعۂ عاصم بن ثابت، زید اور خبیب سے آپ بہت ملول رہتے تھے۔ آپ ان سے انتقام لینا چاہتے تھے اسی وجہ سے آپ نے ایک لشکر ترتیب دیا۔ اور عمل سے ایسا ظاہر کیا گویا شام کا ارادہ ہے تاکہ دشمن پر اچانک حملہ کیا جائے۔ مدینہ پر عبداللہ بن مکتومؓ کو خلیفہ مقرر کیا اور دو سو مجاہد ساتھ لئے جن میں بیس گھوڑے تھے اور اس جگہ پہونچے جہاں عاصمؓ وغیرہ کو شہید کیا گیا تھا۔ وہاں ان کے لئے دعا کی گئی۔ بنو لحیان نے آپ کو دیکھ کر پہاڑ میں پناہ لی۔ آپ نے دو روز وہاں اقامت فرمائی اور عسفان واپس آئے اور ایک سریہ حضرت ابو بکرؓ کی امارت میں دس آدمیوں پر مشتمل روانہ کیا تاکہ کفار مکہ کے دل پر خوف طاری ہو۔ آپ پھر وہاں سے واپس آگئے اس غزوہ میں چودہ یوم صرف ہوئے۔

سریہ محمد بن مسلمہ اسی سال آپ نے محمد بن مسلمہؓ کو تیس سوار دیکر قرطہ کی طرف بھیجا یہ دن کو پوشیدہ رہتے اور رات کو سفر کرتے۔ اچانک، بنی بکر بن کلاب پر شب خون مارا۔ کافروں میں سے کچھ لوگ قتل ہو گئے۔ اور بقیہ بھاگ گئے۔ پچاس اونٹ اور تین ہزار بکریاں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ جن کو لے کر مدینہ واپس ہوئے۔ آپ نے خمس نکال کر بقیہ مجاہدین پر تقسیم کر دیا۔ اس سریہ میں ۱۹ دن صرف ہوئے۔

غزوہ ذی قرد اس کو غزوہ غابہ بھی کہتے ہیں یہ بھی اسی سال واقع ہوا ہے۔ سبب اس کا یہ تھا کہ عنیہ بن حصن فزاری جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیس اونٹنیاں دودھ والی لوٹ کر لے گیا اور اونٹوں کے چرواہے جو ابوذر غفاریؓ کے بیٹے تھے ان کو قتل کر گیا۔

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے چند دن پہلے آپ سے اجازت طلب کی تھی کہ مجھے غابہ جانے کی اجازت دی جائے۔ آپ نے منع فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا۔ میں نے دیکھا کہ تمہارا لڑکا قتل کر دیا گیا ہے

[۱] صحیح بات یہ ہے کہ غزوہ ذات الرقاع خندق کے بعد ہوا ہے۔ اگر خندق سے پہلے ہوتا تو وہاں صلوٰۃ خوف ادا کی جاتی اور نماز قضا نہ ہوتی۔ (زاد المعاد)

کافر اونٹوں کو لوٹ کرلے گئے۔ حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں میں اس پر بھی امداد ہی کرتا رہا۔ صحاح میں حدیث ہے کہ حضرت سلمہ بن اکوعؓ کہتے ہیں کہ میں اور حضور صلعم کا غلام رباح دونوں مدینہ سے باہر آئے میں ابوطلحہؓ انصاری کے گھوڑے پر سوار تھا کہ اچانک صبح صادق کے وقت عبدالرحمن بن عنیہ بن حصن فزاری نے لوٹ ڈالی۔ چرواہے کو قتل کردیا اور حضور کے دودھ والے اونٹ ہنک کرلے گیا میں نے رباح سے کہا۔ تم اس گھوڑے پر سوار ہوکر حضور کے پاس جاؤ اور ان کو خبر دو، میں خود ایک ٹیلہ پر چڑھا اور تین مرتبہ بلند آواز سے کہا "یاصباحاہ" اور دشمن کے پیچھے چل دیا میرے پاس تیر اور تلوار تھے۔ میں نے تاک تاک کر ان کو تیر کا نشانہ بنایا۔ جب تیر مارتا تھا تو کہتا "میں ابن اکوع ہوں اور آج ہلاکت کا دن ہے" اس جگہ درخت بہت تھے۔ جب کافروں میں سے کوئی میری طرف آتا تو میں درخت کی آڑ میں ہوجاتا اور اپنے تیر سے اس کو ہلاک کردیتا۔ غرضکہ وہ جب تنگ آگئے تو انھوں نے سب اونٹ چھوڑ دیئے۔ میں نے اونٹوں کا رُخ مدینہ کی طرف کو کردیا اور پھر ان کے پیچھے ہوگیا۔ وہ مجھ سے چھٹکارا پانے کے لئے یہ کرتے تھے کہ ایک ایک نیزہ اور چادر گرادیتے تاکہ میں اس میں مشغول ہوجاؤں۔ جو چادر یا نیزہ وہ ڈالتے میں اس پر پتھر رکھ دیتا اور ان کے پیچھے لگ جاتا۔ اس طرح میں نے تیس نیزے اور تیس چادریں ان سے چھین لیں۔

چاشت کا وقت ہوچکا تھا میں نے دیکھا۔ عنیہ بن بدر فزاری ایک جماعت کے ساتھ ان کی مدد کو پہونچا اور حال دریافت کیا۔ انھوں نے سب حال بتلایا اور کہا اس ایک مرد نے یہ حال کردیا ہے۔ عنیہ بن بدر نے کہا یہ تنہا نہیں ہے۔ اس کے پیچھے جماعت ہے۔ اتنے ہی میں سب سے پہلے اخرمؓ۔ پھر ابوقتادہؓ اور ان کے بعد مقداد اور اسود کندی پہونچے۔ کافر ان کو دیکھ کر بھاگ گئے میں پہاڑ سے نیچے آگیا اخرم عبدالرحمن بن عنیہ کے پیچھے بھاگے حضرت ابوقتادہؓ نے ان کو روکا کہ جلدی نہ کرو مگر وہ نہ مانے اور نیزہ کا وار کیا عبدالرحمن نے اخرم پر وار کیا اور وہ شہید ہوگئے یہ کافر ان کے گھوڑے پر سوار ہوگیا تو ابوقتادہ ان کے مقابلہ کو بڑھے اور کچھ زخمی ہوگئے مگر کافر کو قتل کردیا اور اخرم کے گھوڑے پر خود سوار ہوگئے۔ الحاصل ہم سب کافروں کے پیچھے چل دیئے اور ہم نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لشکر کا غبار دیکھا جو ایک گھاٹی سے آرہا تھا وہاں ایک چشمہ تھا اس کو ذی قرد کہتے ہیں۔

کافروں نے اس چشمہ کا پانی پینا چاہا تھا مگر ہمارے خوف سے نہ پی سکے تھے۔ ہم برابر ان کا پیچھا کر رہے تھے۔ ہم نے ایک گھوڑا بھی ان سے چھین لیا تھا۔ جب آفتاب غروب ہونے لگا تو ہم واپس آئے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آ کر ملے۔ آپ کے خادم حضرت بلالؓ نے حاصل شدہ اونٹوں میں سے ایک کو ذبح کر کے اس کے کباب بنائے تھے۔ ہم نے سب واقعہ حضور سے عرض کیا آپ نے تبسم فرمایا۔ ہم نے عرض کیا۔ کافر اس وقت بنی غطفان میں ہوں گے ہمیں اجازت دیجئے۔ ارشاد فرمایا تسامح سے کام لیجئے۔ اتنے ہی میں ایک غطفانی آ گیا اور اس نے بتلایا کہ ان کی مہمانداری ہو رہی ہے آپ نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا۔ آج کا بہترین سوار ابو قتادہؓ ہے اور بہترین پیدل ابن اکوعؓ ہے اور مجھ کو ایک سوار اور ایک پیدل کا حصہ مرحمت فرمایا اور اپنے اونٹ پر بٹھلا کر مدینہ لائے۔ اسی غزوہ میں واپسی میں ایک انصاری نے اعلان کیا۔ کون ہے جو مدینہ تک میرے ساتھ دوڑے؟ میں نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی اور انصاری سے پہلے مدینہ میں داخل ہو گیا بعض کتب سیرت میں ہے کہ اسی غزوہ میں صلوٰۃ خوف ادا کی گئی۔

بیٹھ کر نماز

اسی غزوہ میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر پڑے اور آپ کی پنڈلیاں یا ران زخمی ہو گئی تھی جس کی وجہ سے آپ نے بیٹھ کر نماز ادا کی اور صحابہ کو امر فرمایا کہ وہ کھڑے ہو کر اقتدا کریں اور ارشاد فرمایا۔

انما جعل الامام لیؤتم به فاذا رکع فارکعوا واذا سجد فاسجدوا واذا جلس فاجلسوا[1]

امام اس وجہ سے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے جب وہ رکوع کرے تم رکوع کرو جب سجدہ کرے تم سجدہ کرو جب بیٹھ جائے تم بھی بیٹھ جاؤ۔

لیکن بہت سے اہل حدیث کہتے ہیں کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے کا واقعہ مرض الوفات میں پیش آیا تھا۔ واللہ اعلم۔

---

[1] بخاری ومسلم میں حدیث ہے حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بیٹھ کر نماز پڑھتے دیکھا تو میرے عرض کرنے پر آپ نے ارشاد فرمایا تھا "بیٹھ کر نماز پڑھنا کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں آدھا اجر رکھتی ہے" فرمایا۔ لست کاحد منکم میں تم جیسا نہیں ہوں۔ شروحات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو بیٹھ کر نماز پڑھنے میں بھی پورا اجر ملتا ہے اور یہ آپ کے خصائص میں سے ہے (رد المحتار)

سریہ عکاشہ

اسی سال سنہ ۶ھ میں آپ نے عکاشہ بن محصن اسدی کو چالیس مجاہدوں کے ساتھ بنی اسد کی طرف بھیجا جب یہ حضرات وہاں پہنچے تو وہ لوگ اپنی بستی خالی کر کے بھاگ گئے۔ تلاش کرنے پر ان کے دو آدمی گرفتار ہوئے جن کو امن دے دی گئی اور انھوں نے کافروں کے جانور کی جگہ بتلا دی۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کے دو سو اونٹ ہاتھ آئے تھے۔

سریہ ذی القصہ

اسی سال سنہ ۶ھ میں آپ نے محمد بن مسلمہ رضـ کو دس سواروں کے ساتھ بنو ثعلبہ اور بنو ثعلب کی طرف بھیجا۔ یہ لوگ "ذی القصہ" میں[1] رہتے تھے مسلمان رات کے وقت وہاں پہنچے۔ بنو ثعلب کے سو آدمی تھے دونوں طرف سے رات ہی میں تیروں کا تبادلہ ہوا۔ اچانک کافروں نے مسلمانوں پر حملہ کیا اور بہت سے مسلمان زخمی ہو گئے۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضـ بھی زخمی ہو گئے ان کے ٹخنہ میں زخم آیا تھا مسلمان ان کو لے کر مدینہ منورہ آ گئے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انتقام کے لئے حضرت ابو عبیدہ بن جراح کو بھیجا تو مشرکین لشکر اسلام کو دیکھ کر بھاگ گئے اور مسلمان ان کی بکریاں اور اونٹ پکڑ کر مدینہ منورہ لائے۔

سریہ زید رضـ

اسی سال حضرت زید بن ثابت رضـ کو قریش کے قافلہ کے تعاقب میں جو ملک شام سے آرہا تھا "مقام عیص" تک بھیجا۔ اس قافلہ کے تمام لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ اسیروں میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب کے شوہر ابو العاص بن ربیع بھی تھے۔ انھوں نے حضرت زینب سے امان طلب کی مگر انھوں نے انکار کر دیا۔ یہ خود حاضر ہوئے جب صبح کی نماز سے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو حضرت زینب نے دروازے سے ندا دی کہ "میں نے ابو العاص کو امن دی ہے۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" جس کو زینب نے امن دی اس کو ہم نے امن دی۔ اور تمام قافلہ والوں کو چھوڑ دیا

سریہ عبدالرحمن بن عوف رضـ

اسی سال سنہ ۶ھ میں آپ نے عبدالرحمن بن عوف رضـ کو قبیلہ بنی کلب کی طرف جو دومۃ الجندل[2] میں آباد تھا۔ روانہ کیا اور نصیحت فرمائی

---

[1] مدینہ منورہ سے دس میل کے فاصلہ پر یہ بستی آباد تھی (مواہب ص ۱۵۲ / ۲۰۶)

[2] دومۃ الجندل مدینہ منورہ اور دمشق کے درمیان ہے مدینہ منورہ سے پندرہ رات کی مسافت پر ایک شہر ہے (مواہب ص ۹۴ ج۲)

اللہ کی مدد پر جہاد کرو اور جو کافر ہو اس کو قتل کرو۔ بچوں کو قتل نہ کرنا۔ مال غنیمت میں خیانت نہ کرنا اور غدر نہ کرنا اور سردار بنی کلب اصبغ بن عمرو سے اس کی بیٹی کو طلب کرنا[1]

یہ سریہ دومۃ الجندل پہونچا۔ سردار بنی کلب اصبغ نصرانی تھا اس نے اسلام قبول کر لیا اور اس کے ساتھ بہت سے نصرانی مسلمان ہو گئے۔ اور جنھوں نے اسلام قبول نہ کیا ان پر جزیہ مقرر کر دیا گیا۔ اصبغ نے اپنی بیٹی تماضر کو حوالہ کر دیا جس کو لے کر مدینہ آئے۔ اور ان سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا عقد ہوا۔ ان کے بطن سے سات فقہاء تابعین پیدا ہوئے[2]

سریہ حضرت علیؓ

اسی سال سنہ ۶ھ میں آپ نے حضرت علیؓ کو مقام "فدک" کی طرف بنی بکر بن سعد کے پاس بھیجا آپ کو معلوم ہوا تھا کہ ان لوگوں نے مجتمع ہو کر یہود خیبر کی مدد کی ہے اور ارادۂ مدد رکھتے ہیں۔ حضرت علیؓ جب فدک کے قریب پہونچے تو ایک آدمی کو گرفتار کر لیا اس نے کہا۔ اگر مجھے امن ہو تو میں راز بتلا دوں گا۔ حضرت علیؓ نے اس کو امن دے دی۔ حضرت علیؓ نے اس کی نشان دہی پر پانچ سو مجاہدین کے ساتھ کافروں پر شب خون مارا۔ دشمن نے فرار اختیار کی۔ حضرت علیؓ پانچ سو اونٹ اور دو سو بکریاں ساتھ لے کر واپس آئے سات اونٹ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے علیحدہ کر کے بقیہ مال مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا۔

سریہ زید بن حارثہ

اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہؓ کو بضاعت پر اپنا مال دے کر ملک شام کی طرف تجارت کے لئے بھیجا تھا۔ جب مسلمانوں کا قافلہ "وادی القریٰ" میں پہونچا تو قبیلہ بنی بدر بنی فزارہ نے حملہ کر دیا اور مال لوٹ لیا۔ حضرت زید مدینہ واپس آ گئے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو ان کے ساتھ کیا۔ جب یہ مجاہدین وادی القریٰ پہونچے تو مشرکین بھاگ

---

[1] بیان واقعہ میں اختصار سے کام لیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ تین دن تک ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی گئی شروع میں انھوں نے انکار کیا۔ تیسرے دن اسلام قبول کیا تب جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تحریر کیا گیا اور تماضر سے عقد کی اجازت طلب کی آپ نے اجازت مرحمت فرمادی رواہ دارقطنی مواہب ج ۲ ص ۱۶۱

[2] مثلاً ابو سلمہ مدنی زہری اور کہا گیا ہے عبداللہ، یہ بھی روایت ہے کہ اسماعیل تابعی حافظ حدیث پیدا ہوئے اور یہ بھی روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن سے صرف ایک [illegible]

گئے ان کی عورتوں اور اموال کو لے کر مدینہ واپس آئے۔

قصہ عکل وعرینہ اسی سال سنہ ۶ھ میں یہ واقعہ ہوا۔ قبیلہ عرینہ کی ایک جماعت جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور مسلمان ہو گئے۔ آب وہوا مدینہ منورہ ان لوگوں کے مزاج کے موافق نہ آئی اور یہ بیمار ہو گئے۔ انھوں نے باہر جانے کی اجازت چاہی۔ آپ نے "قبا" کے متصل اور کوہ عیر کے پاس مقام ذی الجدر (جہاں آپ کے اونٹ چرا کرتے تھے) بھیج دیا اور ان کی شفاء کے لئے اونٹ کا دودھ اور پیشاب تجویز فرمایا۔ چند دنوں میں ان کو آرام ہو گیا۔ تو آپس میں اتفاق کر کے حضور کے پندرہ اونٹ ہانک کر لے گئے" جو غلام یسار ان پر مقرر تھا اس کو نیزوں سے زخمی کر دیا اور زبان اور آنکھوں میں کانٹے داخل کر دیئے اور وہ شہید ہو گئے۔ جب جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے کرز بن جابر فہریؓ کو بیس آدمی دے کر ان کو گرفتار کرنے کو فوراً ہی بھیج دیا یہ لوگ گرفتار ہو گئے اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے گئے اس وقت آپ غابہ کی مہم پر تشریف لے گئے تھے۔

اس وقت ان لوگوں کے بارے میں یہ حکم نازل ہوا۔

انما جزاء الذین یحاربون	جزاء ان لوگوں کی جو اللہ اور اس
اللہ ورسولہ ویسعون	کے رسول سے جنگ کرتے اور زمین
فی الارض فساداً ان	میں فساد پھیلاتے ہیں یہ ہے کہ قتل
یقتلوا او یصلبوا او تقطع	کر دیا جائے ان کو یا سولی دی جائے یا
ایدیھم وارجلھم	کاٹے دیئے جائیں ان کے ہاتھ پیر مخالف
من خلاف او ینفوا	یا یہ کہ نکال دیا جائے ان کو ملک
من الارض ۱	سے۔

ان لوگوں کے ہاتھ پیر کاٹے گئے اور قصاصاً آنکھوں میں سلائی داخل کی گئی اور سولی پر لٹکا دیا گیا۔ یہ بھی روایت ہے کہ یہ آیت حکم نافذ ہونے کے بعد نازل ہوئی اس کے بعد

---

۱ رواہ بخاری عن انس رض

آپ نے کسی کی آنکھ میں سلائی داخل نہیں کرائی ۔[۱]

قصہ استسقاء

اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ رمضان المبارک سنہ ۶ھ میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط پڑ گیا۔ لوگوں نے آپ سے دعا کے لیے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا فلاں روز صحرا میں[۲] جمع ہو جاؤ کہ دعا کریں۔ روز معین پر سب لوگوں نے پرانے کپڑے پہنے اور تضرع و زاری کرتے ہوئے عیدگاہ پہنچے وہاں آپ نے دو رکعت نماز بلا اذان و اقامت پڑھائی[۳] اور یہ بھی روایت ہے کہ ۷ تکبیر پہلی رکعت میں اور ۵ تکبیر دوسری رکعت میں کہیں جیسا کہ نماز عید کے بارے میں امام شافعیؒ کا مذہب ہے۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ سورۂ غاشیہ اور سورۂ اعلیٰ اس نماز میں پڑھیں۔ اور بعد نماز کے خطبہ دیا اور دعا کی اور چادر کا رخ بدل دیا راوی کہتا ہے کہ لوگ اپنی جگہ سے نہ اٹھے تھے کہ بادل نمودار ہوا اور چند شبانہ روز بارش ہوتی رہی۔ احادیث میں ہے کہ آپ مسجد میں جمعہ کی نماز کے لئے خطبہ دے رہے تھے کہ ایک اعرابی آیا اور بولا :-

یارسول اللہ ھلکت المواشی	یارسول اللہ جانور ہلاک ہو گئے۔ بچے
وجاع العیال واعطلت	بھوکے ہیں۔ راستے بند ہو گئے ہیں پیڑ
السبل واحمرت الشجر	سوکھ گئے ہیں۔

دعا فرمائیے تاکہ یہ بارش بند ہو جائے۔ آپ نے دعا فرمائی

اللھم اسقنا اللھم اسقنا	اے اللہ ہم پر بارش برسا اے اللہ ہم پر بارش برسا

راوی کہتا ہے کہ آسمان پر بادل کا نام و نشان نہ تھا کہ ابر نمودار ہوا۔ اور بارش شروع ہو گئی۔ ابھی آپ منبر سے نہ اترے تھے کہ اس قدر بارش ہوئی کہ ریش مبارک سے قطرات ٹپک رہے تھے آئندہ جمعہ تک یہی حال رہا۔ لوگ مسجد میں آئے اور کثرت باراں کی شکایت کی۔ آپ مسکرا دیئے

---

۱ رواہ قتادہ عن ابن سیرین۔ مظہری ج۳ واضح رہے سورۂ بقرہ ہجرت کے بعد فوراً ہی نازل ہوئی ایسے ہی سورۂ انفال، مائدہ، سورۂ نساء، آل عمران، سورۂ احزاب کا بیشتر حصہ سنہ ۶ھ تک نازل ہو چکا تھا ان میں جس قدر احکامات ہیں ان کا پس منظر ان سنین میں معلوم ہو سکتا ہے ۲ مراد صحرا ہی ہے ورنہ آپ کے زمانہ میں عید کی نماز بازار جگہ ادا کی گئی۔ وفاء الوفاء ج۲ ۳ رواہ ابن عباسؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف ایک مرتبہ بیان جواز کے لئے استسقاء کی نماز پڑھانی جب کہ مروی ہے، ورنہ صرف آپ نے دعا کے اوپر ہی اکتفا کیا ہے۔ فتح القدیر ج۱ ص۴۳۶

اور یہ دعا کی :-

اللھم حوالینا ولا علینا — اے اللہ ہمارے گرد ہو ہم پر نہ ہو

فوراً ہی بادل صاف ہونا شروع ہو گیا۔ اور دھوپ نکل آئی۔ مدینہ کے گرد اس قدر بارش ہوئی کہ احد پہاڑ کے قریب "داد قناد" ایک ماہ تک رواں رہی۔

کتب احادیث سے صراحتہ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ جمعہ کے دن کا یہ واقعہ دوران خطبہ کے جو پیش آیا کون سے سال ہوا کہ شیخ ابن حجرؒ نے دلائل النبوۃ سے ایک حدیث نقل کی ہے جس سے صرف اشارہ ہوتا ہے کہ یہ قصہ تبوک سے واپسی پر پیش آیا۔ ہم نے اس جگہ صرف اس وجہ سے ذکر کر دیا ہے کہ استسقاء کے بارے میں تنوّع معلوم ہو جائے۔

غزوہ حدیبیہ ذی قعدہ سنہ ۶ھ میں قصہ حدیبیہ پیش آیا۔ سبب اس کا یہ تھا کہ آپ نے خواب دیکھا تھا کہ ہم سب زیارت کعبہ کو گئے ہیں۔ اور عمرہ کیا ہے اور بیت اللہ کی چابیاں ہاتھ میں ہیں۔ صحابہؓ میں سے کوئی بال کٹوا رہا ہے اور کوئی مونڈوا رہا ہے۔ آپ نے یہ خواب بیان فرمایا۔ سب کو اس سے بے انتہا خوشی ہوئی اور یہ سمجھ گئے کہ یہ اسی سال کے لئے ہے۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہؓ نے تیاریاں شروع کر دیں۔

یکم ذی قعدہ یوم دوشنبہ سنہ ۶ھ تھا کہ آپ نے غسل کیا۔ لباس تبدیل کیا اور قصویٰ پر سوار ہو کر مدینہ سے باہر تشریف لائے۔ عبداللہ بن ام مکتومؓ کو مدینہ پر خلیفہ مقرر کیا۔ تلوار کے علاوہ کوئی ہتھیار ساتھ نہ لیا۔ اور ستر اونٹ ھدی (قربانی) کے لئے ساتھ لئے۔ ابوجہل کی اونٹنی جو بدر میں ہاتھ آئی تھی ان میں تھی۔ اور ناجیہ بن جندب اسلمی کے سپرد تھی۔ دوسروں کو امر تھا کہ جس کو استطاعت ہو وہ اپنی قربانی کا جانور لے چلے ظہر کی نماز آپ نے ذوالحلیفہ میں ادا کی اور اونٹوں کو طلب فرمایا اور ان پر جھول ڈال دی۔ اور بعض کے قلادہ ڈالا اور بعض کے شعار کیا (شگاف دینا مراد ہے)۔

جن حضرات کے پاس جانور تھے انھوں نے "شعار کیا یا قلادہ ڈالا اس وقت آپ نے احرام باندھا اور تلبیہ کہا۔ اور تمام صحابہ نے آپ کی موافقت کی اور احرام باندھا۔ بعض حضرات نے جحفہ میں احرام باندھا۔ ناجیہ اسلمیؓ کو آپ نے آگے بھیجدیا تھا۔ حضرت عبادہ بن بشیرؓ لشکر کی نگرانی پر مقرر تھے۔ اس سفر میں چودہ سو صحابہؓ بروایت دیگر سولہ سو صحابہؓ اور بروایت دیگر پندرہ سو صحابہؓ تھے

ازواج مطہرات میں سے حضرت ام سلمہؓ ہمراہ تھیں۔

مشرکین مکہ کو جب معلوم ہوا تو انھوں نے جماعت احابیش[1] کو جمع کیا اور مشورہ کیا۔ طے پایا کہ آپ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے چنانچہ خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابی جہل کو دو سو سوار دے کر روانہ کیا۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ سے بسر بن ابی سفیان کو مکہ خبر کے لئے بھیجا وہ گئے اور خبر لائے اور کافروں کے ارادہ سے مطلع کیا۔ آپ نے حضرات صحابہؓ سے مشورہ کیا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مشورہ دیا۔ ہم جنگ کے ارادے سے نہیں آئے ہیں۔ اگر وہ جنگ کرینگے تو ہم بھی جنگ کریں گے۔ آپ کو خبر دی گئی کہ خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابو جہل "غمیم" میں ہیں۔ آپ دوسرے راستے سے روانہ ہوئے اور ان کو اس وقت خبر ہوئی کہ لشکر اسلام ان سے آگے بڑھ گیا۔ انھوں نے بھاگ کر قریش کو خبر دی۔

ثنیۃ المرارہ پر پہونچ کر آپ کی اونٹنی قصویٰ بیٹھ گئی۔ لوگوں نے شور مچایا۔ قصویٰ تھک گئی آپ نے فرمایا یہ اس کی عادت نہیں ہے مگر اس کو اس ذات نے روک دیا ہے جس نے اصحاب فیل کو روکا تھا۔ اور قسم کھائی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ قریش احترام حرم شریف میں جو مطالبہ بھی کریں گے میں اس کو منظور کر دوں گا۔ اور یہ کہہ کر اونٹنی کو اٹھایا وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور حدیبیہ کے کنارے پر جاکر پڑاؤ کیا۔

حدیبیہ میں ایک کنواں تھا جس میں کم پانی تھا وہی ذراسی دیر میں ختم ہوگیا۔ صحابہ نے شکایت کی آپ نے ایک تیر طلب فرمایا اور اس کو کنویں میں ڈالدیا۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کنویں سے اس قدر پانی جاری ہوا کہ سب سیراب ہوگئے۔ یہ بھی روایت ہے کہ منزل حدیبیہ میں صحابہؓ نے پانی کی شکایت کی۔ آپ نے دعا فرمائی آسمان سے بہت زیادہ پانی گرا کہ سب سیراب ہوگئے۔ زید بن خالد جہنی کہتے ہیں کہ میں اس جگہ موجود تھا کہ رات کو خوب بارش ہوئی۔ آپ نے صبح کی نماز کے بعد ارشاد فرمایا:۔

آج کی رات اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے میرے کچھ بندے مومن ہوتے ہیں اور کچھ کافر۔ جو یہ کہتے ہیں ہم پر اللہ

---

[1] مشرکین مکہ اور ان کے حلیفوں کی جماعت جو ایک معاہدہ کے تحت ایک تھی ان کو احابیش کہا جاتا ہے اس میں قریش۔ بنو کنانہ۔ بنو خزاعہ۔ بنو مدلج۔ بنو عبد مناف۔ بنو مصطلق شامل تھے (شرح بخاری از علامہ ابن حجر)

کے فضل سے بارش ہوئی وہ مومن ہوتے ہیں اور ستاروں
کے منکر اور جو کہتے ہیں ستاروں کے اثر سے بارش ہوئی
وہ میرے منکر اور ستاروں پر ایمان رکھتے ہیں۔

قریش کی طرف سے رکاوٹ

روایت ہے کہ آپ نے حدیبیہ میں پڑاؤ کیا تو بدیل بن ورقہ خزاعی چند لوگوں کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا قریش تمام قبائل کے ساتھ ادھر موجود ہیں اور آپ کو آگے نہ بڑھنے دیں گے آپ نے ارشاد فرمایا۔ ہم تو صرف عمرہ کے لئے آئے ہیں جنگ کے لئے نہیں وہ چاہیں تو مدت مقرر کرلیں کہ اتنی مدت جنگ نہ کی جائے گی۔ اگر وہ باز آجائیں تو بہتر۔ اور اگر جنگ چاہتے ہیں تو ہم اس وقت تک جنگ کریں گے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہوجائے۔ بدیل نے کہا میں آپ کی بات پہونچائے دیتا ہوں بدیل نے قریش سے جاکر کہا مگر ان کے نوجوانوں نے نہ مانا۔ بوڑھوں اور عقلمندوں نے کہا۔ آپ سنائیے! جو کچھ انھوں نے فرمایا ہے۔ بدیل نے از اول تا آخر کہہ سنایا۔ مگر چونکہ وہ بنو خزاعہ سے تھے اور آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دوستی بھی رکھتے تھے ان کی بات کا کسی نے یقین نہ کیا۔ تب عروہ بن مسعود نے کہا اگر آپ لوگوں کو مجھ پر یقین ہو تو میں جاؤں اور بات کروں سب نے کہا مناسب ہے عروہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے وہی بات کہی جو بدیل سے کہی تھی۔ عروہ نے بڑھ کر بات کرنا شروع کی حضرت ابوبکر رضؓ موجود تھے۔ بولے "امصص بظر اللات"[۱] عروہ نے دریافت کیا یہ کون۔ بتلا گیا یہ ابوبکر صدیق رضؓ ہیں۔ عروہ نے کہا۔ اگر آپ کا قرضہ مجھ پر نہ ہوتا تو بتلاتا حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے ایک معاملہ میں اس کی اعانت کی تھی اور یہ بھی روایت ہے کہ دس اونٹ دیئے تھے[۲]

عروہ کا طریقہ گفتگو یہ تھا کہ درمیان بات چیت کے حضور کی داڑھی کی طرف ہاتھ بڑھاتا تھا مغیرہ بن شعبہ رضؓ تلوار حمائل کئے قریب کھڑے تھے وہ اس کے ہاتھ پر تلوار کا دستہ مارتے۔ جب بہت دیر مار کھاتے کھاتے ہوگئی تو بولا "یا محمد" یہ کون ہے؟ فرمایا تمہارا بھائی مغیرہ بن شعبہ رضؓ تب عروہ نے کہا۔ ارے غدار میں نے ہی تمہارا کام بنایا تھا اور میرے ہی ساتھ ایسا کرتے ہو[۳]

---

[۱] عربی زبان میں ایک گالی ہے [۲] زمانہ جاہلیت کے آداب احسان مندی قابل غور ہیں [۳] حضرت مغیرہ بن شعبہ رضؓ کے دغا کا واقعہ عنقریب آئے گا وہاں اس جملہ کی تفصیل موجود ہے۔

واقعہ یہ ہوا تھا کہ مغیرہ بن شعبہؓ تیرہ آدمیوں کے ساتھ "شاہ مقوقس" کے پاس گئے تھے۔ مقوقس نے ان سب کو تو انعام دیا مغیرہ کو کچھ نہ دیا۔[۱] جب واپس ہوئے تو راستہ میں ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ اور سب لوگ تو شراب پی پی کر سو گئے یہ بیدار رہے اور سب کو قتل کر دیا اور مال لے کر مدینہ آ گئے اور مسلمان ہو گئے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تمہارا اسلام تو قبول لیکن مال۔ تمہارا مال نہیں ہے"

مکہ معظمہ میں جب ان تیرہ آدمیوں کے قبائل کو معلوم ہوا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ کے قبیلے سے جنگ کو آمادہ ہو گئے۔ اس وقت عروہ بن مسعود نے کوشش کر کے صلح کرادی تھی اور ان تیرہ آدمیوں کی دیت ادا کرادی تھی۔ اسی احسان کی طرف اشارہ کیا ہے۔

بہر حال عروہ بن مسعود باتیں بھی کر رہے تھے اور گوشۂ چشم سے اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ادب آپ کے ساتھ احترام کا برتاؤ بھی دیکھ رہے تھے۔ بیان کرتے ہیں۔ اگر آپ تھوکنا چاہتے تو تھوک زمین پر نہیں گرتا بلکہ اس کو کوئی صحابی اٹھا لیتا اور ہاتھوں اور منہ پر ملتا۔ جب آپ وضو کرتے تو اس کا۔ پانی حاصل کرنے پر لڑنے کی نوبت آ جاتی۔ جب کوئی بات کرتا تو آواز کو پست کر کے بات کرتا۔ اور تعظیم کی وجہ سے آپ کی طرف کوئی نظر اٹھا کر نہ دیکھتا۔ اگر ریش مبارک یا سر سے کوئی بال گرتا تو احترام کے ساتھ اس کو اٹھا کر محفوظ کر لیتے۔

عروہ نے واپس ہو کر قریش سے کہا۔ لوگو! میں نے قیصر و کسریٰ، نجاشی کے دربار دیکھے کسی کے مصاحب اتنا احترام نہیں کرتے جتنا "محمد صلعم" کے ساتھی ان کا کرتے ہیں۔ اور جو مشاہدہ کیا تھا اس کو بیان کیا۔ اور کہا میں نے ایسا لشکر دیکھا ہے کہ تم پر غالب ہی رہے گا"

روایت ہے کہ علقمہ نے کہا مجھے اجازت دیجئے! اس کو اجازت دی گئی۔ جب حضور صلعم نے اس کو آتے دیکھا تو فرمایا۔ یہ شخص اس قوم سے تعلق رکھتا ہے جو "بدن" قربانی کے اونٹوں کا بہت احترام کرتے ہیں۔ سب ہدی کے جانور کھڑے کر دیئے جائیں۔ علقمہ نے جب ہدی کے جانور دیکھے تو بولا۔ یہ لوگ جنگ کرنے نہیں آئے ہیں اور یہ بھی روایت ہے کہ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور وہ کہنے لگے" قسم خدا کی قریش تو ہلاک ہو گئے! یہ لوگ تو عمرہ کرنے آئے ہیں۔ ان کو زیارت کعبہ

---

[۱] اس وجہ سے کہ یہ قافلہ میں اجیر تھے مستقل ان کے فرد نہ تھے اسی وجہ سے غالباً انعام میں شریک نہ تھے۔

سے نہ روکنا چاہیئے۔ اور واپس ہو گیا۔ قریش سے جا کر کہا۔ غلط ہے وہ لوگ عمرہ کے لئے آئے ہیں ہدی کے جانور ان کے پاس ہیں۔ اگر تم نے "محمد" صلعم کو زیارت کعبہ سے روکا تو برا ہو گا۔ بہتر ہے کہ ان سے صلح کر لو۔ قریش بولے۔ آپ بیٹھ جائیے آپ دیہاتی ہیں ان نزاکتوں سے آپ واقف نہیں ہیں ہم حسب دل خواہ صلح کریں گے۔

روایت ہے کہ قریش نے پچاس سوار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کی طرف اندازہ لگانے کے لئے بھیجے تھے مسلمانوں نے ان کو گرفتار کر کے خدمت اقدس میں پیش کیا آپ نے ان کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کیا اور چھوڑ دیا۔

جب حضور صلعم "حدیبیہ" میں داخل ہونے تھے آپ نے ایک آدمی خراش بن امیہ کعبی رض کو مکہ بھیجا تا کہ وہ قریش کو آپ کے ارادہ سے آگاہ کرے۔ قریش نے ان کو پکڑ کر قتل کرنا چاہا۔ مگر ان کا قبیلہ وہاں آ بادھمکا انھوں نے چھڑا لیا۔ انتظار کے بعد آپ نے عمر بن خطاب سے فرمایا کہ تم جاؤ اور خبر لاؤ! عرض کیا حضور! آپ پر آشکارا ہے کہ قریش کو میرے ساتھ چند وجہ سے عداوت ہے اور میرے قبیلہ کے آدمی وہاں نہیں ہیں وہ مجھ پر جیسے ہی قبضہ پائیں گے قتل کر دیں گے آپ حضرت عثمان کو بھیجدیں ان کے رشتہ دار وہاں موجود ہیں اور قریش ان سے محبت بھی کرتے ہیں۔ آپ نے حضرت عثمان کو طلب فرمایا اور ان کو مکہ بھیجدیا۔

بیعت رضوان جب حضرت عثمان رض یہاں سے روانہ ہوئے تو راستہ میں ابان بن سعید سے ملاقات ہوئی انھوں نے اپنی امان میں لیا اور اپنی سواری پر سوار کیا اور مکہ لائے۔ اشراف قریش سے ملاقات ہوئی اور حضور کا پیغام ان کو پہنچایا۔ انھوں نے کہا۔ عثمان! اگر آپ کا جی چاہے تو طواف کر لیجیے! فرمایا میں بغیر حضور کے طواف نہ کروں گا اس پر ان کو غصہ آیا اور نگاہ رکھی کہ حضرت عثمان مکہ سے باہر نہ جا پائیں۔ جب عثمان بن عفان رض کو دیر ہوئی تو مسلمانوں کو خیال ہوا کہ وہ طواف وغیرہ کرنے لگے ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا۔ وہ ہمارے بغیر طواف نہیں کر سکتے۔ آپ کے پاس اڑتی ہوئی خبر پہونچی کہ حضرت عثمان کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اس سے مسلمانوں کو بہت افسوس ہوا اور سب نے عہد کیا کہ ہم اس جگہ سے اس وقت تک واپس نہ ہونگے جب تک حضرت عثمان کا بدلہ نہ لے لیں۔ جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم درخت سمرہ کے

نیچے کھڑے ہوئے اور بیعت لی کہ جنگ میں ثابت قدم رہیں گے اور فرار نہ اختیار کریں گے۔ اسی کو بیعت رضوان کہتے ہیں۔ اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے۔

لقد رضی اللہ عن المومنین	اللہ مومنین سے راضی ہو گیا جب وہ درخت
اذ یبایعونک تحت الشجرۃ	کے نیچے آپ سے بیعت ہو رہے تھے۔

جب بیعت سے فراغت ہوئی تو خبر ہوئی کہ حضرت عثمان قتل نہیں ہوئے ہیں۔

روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ عثمان خدا اور اس کے رسول کے کام سے گئے ہیں میں چاہتا ہوں اس فضیلت میں وہ بھی شریک رہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے دائیں ہاتھ پر دوسرا ہاتھ رکھا اور فرمایا یہ میرا ہاتھ ہے اور یہ عثمان کا اور بیعت کی۔

صلح نامہ

روایت ہے کہ جب قریش کو اس کی خبر ہوئی تو وہ بہت خوفزدہ ہوئے اور انھوں نے سہیل بن عمرو کو بھیجا کہ جس طرح بھی صلح کی جائے۔ سہیل بن عمرو جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے تفاؤلاً فرمایا "معاملہ آسان ہو گیا" سہیل نے عرض کیا آپ اس سال عمرہ نہ کریں اور آئندہ سال اس کی قضا کریں۔ آپ راضی ہو گئے۔ حضرت علیؓ کو طلب فرمایا لکھو! "بسم اللہ الرحمن الرحیم" سہیل نے کہا ہم رحمٰن کو نہیں جانتے کون ہے فرمایا۔ اچھا لکھو! باسمک اللّٰھم۔ ہذا من محمد رسول اللہ۔ سہیل نے اعتراض کیا ہم آپ کو رسول نہیں مانتے۔ آپ نے فرمایا لفظ "رسول اللہ" کو مٹا دو اور اس کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھو! حضرت علیؓ نے عرض کیا۔ مجھ سے یہ نہ ہو سکے گا چنانچہ آپ نے اپنے دست مبارک سے اس کو مٹا دیا۔ اور رسول اللہ کی جگہ "محمد بن عبداللہ" اپنے ہاتھ سے لکھا۔ یہ بعض صحیح روایات سے ثابت ہے اور بعض صحیح روایت سے یہ ثابت ہے کہ حضرت علیؓ سے لکھوایا۔ علماء کی ایک جماعت نے دوسری روایت کو ترجیح دی ہے انھوں نے قرآن پاک کی اس آیت سے استدلال کیا ہے۔

وما کنت تتلوا من قبلہ من	نہیں پڑھی تھی آپ نے اس سے پہلے کوئی
کتاب ولا تخطہ بیمینک اذا	کتاب اور نہ لکھا تھا آپ نے اپنے دائیں ہاتھ
لارتاب المبطلون[1]	سے اگر تو بلاشبہ شک میں پڑ جاتے یہ جھوٹے

اور پہلی جماعت نے ظاہر روایت سے استدلال کیا ہے اور اس آیت کا جواب دیا ہے کہ

[1] سورۂ عنکبوت

اس آیت میں نزولِ وحی سے قبل کے بارے میں ارشاد ہے بعد نزول سے انکار نہیں ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں عون بن عبد اللہ نے روایت کیا ہے کہ آپ دنیا سے اس وقت تک تشریف نہیں لے گئے "تا وقتیکہ آپ کو نوشت و خواند حاصل نہیں ہو گئی" اور یہی قول اقرب الی الصواب ہے۔

آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔ علی! تم کو بھی ایسا ہی واقعہ پیش آئے گا۔ گویا صفین کے واقعہ کی طرف اشارہ کیا تھا کاتب نے تحریر کیا تھا۔ یہ کتاب امیر المومنین علیؓ کی طرف سے ہے۔ حاکم شام "امیر معاویہ" نے کہا اگر ہم آپ کو امیر المومنین مانتے تو جنگ نہ کرتے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا لکھو "علی بن ابی طالب کی طرف سے۔ اور فرمایا جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا[1]

غرضکہ حدیبیہ میں جو شرط بھی سہیل نے پیش کی آپ نے اس کو تسلیم کر لیا۔ اس صلحنامہ کا حاصل یہ ہے کہ دس سال تک مسلمانوں اور قریش کے درمیان جنگ نہ ہوگی۔ اور کسی کے اموال سے تعرض نہ کیا جائے گا۔ جس کا جی چاہے اس معاہدہ میں مسلمانوں کا شریک ہو جائے اور جس کا جی چاہے قریش کا شریک ہو جائے۔

۳۔ مسلمان اس سال زیارت بیت اللہ نہ کریں بلکہ سال آئندہ اس کی قضا کریں اور تین روز سے زیادہ قیام نہ کریں گے بلا ہتھیاروں کے آئیں گے۔

۴۔ قریش میں سے جو آدمی مسلمان ہو کر آپ کے پاس جائیگا اس کو واپس کرنا ہو گا اور ہمارے پاس جو آجائے گا ہم اس کو واپس نہ کریں گے۔

مسلمانوں کو اس شرط سے تعجب ہوا۔ روایت ہے کہ جب سہیل نے یہ شرط ذکر کی آپ نے فرمایا ایسا ہی ہو گا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اس شرط پر راضی ہیں؟ آپ نے تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا جو مسلمان بھی ان کے پاس سے آئے گا ہم واپس کر دیں گے۔ اللہ تعالےٰ اس کی حفاظت فرمائے گا اور ہم میں سے جو چلا جائے گا۔ ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔

ابو جندل کا واقعہ

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ سہیل کا لڑکا ابو جندلؓ پیروں میں زنجیریں پڑی ہوئی آ گئے وہ مسلمان ہو چکے تھے اور محبوس تھے۔ سہیل نے کہا یہ پہلی شرط واقع ہوئی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ابھی تو کتابت سے بھی فراغت نہیں ہوئی۔ سہیل

---

[1] یہ تمام تفصیل۔ اکلیل علی مدارک التنزیل ج ۵ ص ۳۷۵ میں مذکور ہے۔

نے کہا ہرگز نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا اس کو ہماری خاطر مستثنیٰ کر دیجئے! سہیل نے کہا نہیں اور ہر التماس کو ٹھکرا دیا۔ آپ نے فرمایا اچھا اس کو ایذا نہ دینا۔ مکرز بن حفص نے اس کی ذمہ داری لی۔ ابو جندل رضؓ نے کہا۔ مسلمانو! مجھے کافروں کے سپرد کرتے ہو؟ آپ کو معلوم نہیں مجھ پر کیا گذری ہے؟ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ابو جندل صبر کرو! اللہ تعالیٰ کوئی راہ پیدا کرے گا۔ حضرت عمرؓ اپنی جگہ سے کود کر اٹھے اور فرمایا۔ ابو جندل صبر کر! ان کافروں کا خون کتّوں کے خون کے برابر ہے اور قبضہ شمشیر پر ہاتھ رکھا۔ اور کہا لے اپنے باپ کو قتل کر دے تاکہ صلح ہی درہم برہم ہو جائے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے امید تھی کہ ابو جندل مجھ سے تلوار لے کر سہیل (اپنے باپ کی گردن قلم کر دیں گے) مگر انھوں نے ایسا نہ کیا اور کہا۔ آپ کیوں نہیں قتل کر دیتے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا مجھ کو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا ہے۔ سہیل اٹھا اور درخت کی ایک شاخ توڑ کر ابو جندل کے منہ پر ماری اس سے تمام مسلمان بے چین ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ابو جندل اپنے باپ کو معاف کر دو۔ اگر صدق و اخلاص ہے تو کوئی اور سبیل ظاہر ہو گی[1]۔

مکالمہ عمرؓ اور مقام صدیق

روایت ہے کہ مسلمان اس صلح سے بہت رنجیدہ تھے۔ ایک طرف وہ امید کہ زیارت بیت اللہ ہوگی اور دوسری طرف یہ امر، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں اس دن میرے دل میں بہت بڑی بات پیدا ہو گئی اور میں حضور کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا۔ آپ رسول برحق ہیں؟ فرمایا ہاں۔ میں نے عرض کیا۔ کیا ہم حق پر اور دشمن باطل پر نہیں ہیں فرمایا ہاں۔ میں نے عرض تو پھر یہ ذلت کا طریقہ کیوں اختیار کیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ میں خدا کا رسول ہوں اور کوئی امر اس کے حکم کے بغیر نہیں کرتا ہوں (اس سے ظاہر ہوا کہ یہ صلح باشارۂ وحی ہوئی تھی) خدا میری مدد کریگا" میں نے عرض کیا۔ کیا آپ نے ہم سے نہیں

[1] معاہدہ حدیبیہ سے دلالۃً ثابت ہے کہ جو فریق بھی عدل و انصاف سے کام نہ لے اور اپنے حریف کو دبانے کی کوشش کرے اور دوسرا وہ حریف جو فساد اور خونریزی سے اجتناب کر کے انکساری اختیار کریگا۔ انجام کار اسی کو سربلندی حاصل ہو گی۔ ہندوستان میں مسلمانوں کو مایوس نہ ہونا چاہیے سربلندی اہل حق اور انصاف پرور لوگوں کو حاصل ہو گی۔

فرمایا تھا کہ ہم زیارت بیت اللہ کریں گے اور طواف کریں گے۔ فرمایا۔ بیشک لیکن کیا یہ کہا تھا کہ اسی سال کریں گے۔ میں نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ عمر! صبر کرو! تم زیارت بھی کروگے اور طواف بھی۔ یہ سن کر سب مسلمان اور حضرت عمرؓ رنجیدہ خاطر اٹھے اور حضرت ابو بکرؓ کے پاس گئے اور وہی سوالات کئے اور وہی جوابات پائے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔ عمر! وہ خدا کے رسول ہیں۔ خدا کے حکم کے علاوہ کچھ نہیں کرتے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں اس کے بعد میں نے اس جرأت کے کفارے میں بہت صدقہ کیا اور بہت توبہ کی۔

القصہ جب وہ کتابت پوری ہوئی صحابہؓ نے بطور گواہی۔ اس پر گواہی کی۔ مسلمانوں کی طرف سے حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ۔ عبد الرحمٰن بن عوفؓ، سعد بن عوفؓ، سعد بن ابی وقاصؓ ابو عبیدہؓ۔ محمد بن مسلمہؓ۔ اور مشرکین کی طرف۔ خویطب، مکرز بن حفص نے گواہی کے دستخط کئے۔

معاہدہ کا نفاذ

جب اس سے فراغت ہوئی تو آپ نے مسلمانوں کو امر فرمایا کہ اپنی ہدی کے جانوروں کو ذبح کر دو اور سر مونڈ لو! مگر کوئی نہ اٹھا۔ آپ خیمہ میں تشریف لے گئے اور ام سلمہؓ سے فرمایا۔ انھوں نے عرض کیا آپ کے صحابہ پر بہت غم سوار ہے، ان کی امیدوں کے خلاف ہوا ہے۔ آپ باہر تشریف لے جائیں اور اپنی ہدی کے جانور ذبح فرمائیں اور بال تراش کو بلوا کر سر منڈوالیں۔ آپ نے ایسا ہی کیا آپ کی اتباع میں سب صحابہؓ نے بھی یہی کیا لیکن شدت غم سے یہ حالت تھی کہ ایک دوسرے کے قتل کر دینے کو جی چاہتا تھا۔ بال مونڈنے میں کھال تک تراش رہے تھے۔ اس وقت آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اللّٰھم اغفر للمحلقین — اے اللہ مونڈنے والوں کی مغفرت فرما

صحابہؓ نے عرض کیا اور "مقصرین" بال کٹوانے والے؟ چوتھی مرتبہ ارشاد فرمایا مقصرین کی بھی صحابہؓ نے عرض کیا حضور! آپ نے ان کے حق میں تین مرتبہ کیوں فرمایا۔ ارشاد فرمایا ان کے دل میں کوئی شک نہ تھا۔

روایت ہے کہ ہدی کے جانوروں میں سے ابو جہل کی اونٹنی بھاگ کر مکہ چلی گئی۔ اہلِ مکہ نے اس کو پکڑ لیا۔ حضور کا ساربان اس کے پیچھے گیا۔ مگر انھوں نے دینے سے منع کر دیا۔ سہیل نے کہا۔ اونٹنی لے جا سکتے ہو اگر پسند ہو تو اس کے بدلے سو اونٹ دیدیئے جائیں۔؟ آپ نے فرمایا۔

اگر یہ ہدی کے لئے نام زد نہ ہوتی تو میں ضرور قبول کر لیتا۔ بہرحال اس کو ذبح کر دیا گیا۔ قربانی کا گوشت جو فقراء وہاں موجود تھے ان کو تقسیم کر دیا گیا اور مسلمانوں نے خود بھی کھایا۔

یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے بیس ۲۰ اونٹ مکہ بھیجے کہ ان کو مروہ پر ذبح کیا جائے اور وہاں جو فقیر ہوں ان کو تقسیم کر دیا جائے[1] اور ان ہی جانوروں میں ابوجہل کی اونٹنی بھی تھی اور یہ آپ نے اس وجہ سے کیا کہ کافروں کے دل کو بھی ٹھیس پہونچے۔

روایت ہے کہ جب مسلمان حلق و نحر سے فارغ ہوئے تو خدا تعالیٰ نے ایک ہوا بھیجی جس سے مسلمانوں کے تمام بال حرم مکہ میں منتشر ہو گئے۔ ام عمارہ رضؓ کہتی ہیں۔ آپ نے اپنے بال اتروا کر سمرا درخت کے نیچے ڈال دیئے تھے۔ مسلمان اس کو حاصل کرنے دوڑے۔ چند بال میرے ہاتھ بھی آگئے میں جس مریض کو بھی بال کا غسالہ پلا دیتی ہوں اس کو آرام ہو جاتا ہے۔

روایت ہے کہ آپ ابھی حدیبیہ ہی میں تھے کہ چند مسلمان عورتیں مکہ سے چھپ کر آگئیں ان میں کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط بھی تھیں۔ کافروں نے ان کو واپس لینا چاہا۔ اس وقت جبرئیلؑ آئے اور فرمایا کہ ان کو واپس نہ کیا جائے یہ معاہدہ میں داخل نہیں ہیں اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

یا ایھا الذین آمنوا ان جاءکم	ایمان والو! اگر تمہارے پاس مومنہ
المومنات مھاجرات	اور مہاجرہ آئیں تو ان کو جانچو!
فامتحنوھن اللہ اعلم بایمانھن	اللہ ہی ان کے ایمان سے خوب آگاہ
فان علمتموھن مومنات	ہے۔ اگر تم ان کو مومنہ پاؤ تو کافروں کی
فلا ترجعوھن الی الکفار	طرف نہ لوٹاؤ۔

اس وقت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضؓ کے نکاح میں جو کافرہ عورت تھی اس کو طلاق دیدی حضرت عمر رضؓ کے نکاح میں دو کافرہ عورتیں تھیں جو مکہ ہی میں تھیں ان دونوں کو اسی وقت طلاق دیدی حدیبیہ میں آپ نے ۲۰ روز قیام فرمایا تھا۔

نزول سورۂ فتح روایت ہے کہ جب حدیبیہ سے واپس ہو کر "ضجنان" پہونچے تو حضرت عمر رضؓ نے آپ سے کچھ عرض کیا آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت عمر رضؓ فرماتے ہیں

---

[1] یہ ظاہر ہے کہ اس وقت فقراء مشرکین بھی ہوں گے اس سے ثابت ہے کہ قربانی کا گوشت مشرکین کو بھی دینا جائز ہے۔ یہی حنفیہ کا مسلک ہے۔

میں اس خوف کی وجہ سے کہ کہیں میرے بارے میں کچھ نازل ہو جائے آگے نکل گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے مجھے طلب فرمایا' میں ڈرتا ہوا حاضر ہوا آپ نے فرمایا۔ آج کی رات مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے اور "انا فتحنا" کی تلاوت فرمائی اور صحابہ کو مبارکباد دی لہ

بعض مفسرین کے نزدیک فتح مبین سے مراد صلح حدیبیہ ہے۔ کیونکہ وہ بہت سی فتوحات کا مقدمہ ہے اور جو حضرات اب تک مکہ میں ایمان چھپائے ہوئے تھے انھوں نے اپنے ایمان کا اعلان کر دیا اور کافروں سے مناظرہ شروع کر دیا بہت سے کافر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ ان دو سالوں میں اس قدر مسلمان ہوئے جتنے اب تک نہ ہوئے تھے۔ اور بعض مفسرین کے نزدیک فتح مبین۔ فتح مکہ ہے یا فتح خیبر ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے ماضی کے صیغے کے ساتھ وعدہ فرمایا ہے ٢ه

معاہدہ کے نتائج

جب آپ مدینہ منورہ پہونچ گئے تو ابو بصیر عتبہ بن اسید بن حارثہ مکہ سے مسلمان ہو کر مدینہ آ گئے۔ قریش نے دو آدمی ان کی طلب میں بھیجے۔ آپ نے ان کو واپس کر دیا اور ابو بصیر سے فرمایا صبر کرو! اللہ تعالیٰ کوئی سبیل پیدا کرے گا۔ چنانچہ ابو بصیر واپس ہو گئے اور جب "ذوالحلیفہ" پہونچے تو پڑاؤ کیا ابو بصیر نماز میں مشغول ہو گئے۔ بعدہٗ کھانا طلب کیا۔ دستر خوان بچھایا گیا۔ اور کھانا شروع کیا اور باتیں بھی شروع کیں۔ ابو بصیر نے ایک ساتھی سے کہا۔ تیری تلوار خوب تیز معلوم ہوتی ہے۔ اس نے اس کو غلاف سے باہر کیا اور کہا ہاں! میں نے بہت مرتبہ تجربہ کیا ہے۔ ابو بصیر نے کہا میں دیکھوں؟ اور تلوار لے کر اس پر ایسا وار کیا سر قلم ہو گیا دوسرا ساتھی بھاگ کر مدینہ آیا اور کہیں نہ رکا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے۔ پیچھے سے ابو بصیر بھی داخل ہو گئے۔ اور عرض کیا حضور اس کو میرے حوالہ کر دیجئے! آپ وعدہ پورا کر چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا تیرا برا ہو "تو نے تو جنگ بھڑکا دی" حضرت ابو بصیر نے یہ بات سنی اور مسجد سے باہر آ گئے۔ اور مقام "عیص" پر پڑاؤ کیا یہاں سے کافروں کے قافلے گذرا کرتے تھے۔ ابو جندل نے جب یہ سنا تو وہ بھی ابو بصیر کے پاس آ گئے۔ اور پھر جو بھی مسلمان ہوتا ان ہی میں آ کر شامل ہو جاتا یہاں تک کہ ایک گروہ بن گیا۔ ستر آدمی اور بروایت دیگر تین سو آدمی جمع ہو گئے۔ پھر تو جو کارواں ادھر سے گذرتا یہ اس کو لوٹ لیتے تھے۔ قریش نے ابو سفیان کو

لہ رواہ بخاری، ترمذی، نسائی، ابن حبان اسی روایت میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ یہ سورت مجھے سب چیزوں سے زیادہ محبوب ہے ٢ه یہ تفصیل۔ اکلیل علی مدارک التنزیل میں موجود ہے ص۲۰۲ ج٦ ٣ه زادالمعاد

مدینہ بھیجا کہ ہم اس شرط کو ختم کرتے ہیں۔ آپ ان کو اپنے پاس بلالیں اور اب جو بھی مسلمان ہو کر آپ کے پاس آئے گا ہمیں اس سے کوئی مطلب نہ ہوگا۔ آپ نے ابو بصیر کے پاس طلبی کا مکتوب لکھا مگر وہ اس وقت حالت نزع میں تھے مکتوب مبارک کو سینہ پر رکھا اور انتقال ہو گیا۔ ابو جندل نے ان کو غسل دیا اور نماز پڑھا کر دفن کر دیا۔ اس جگہ ایک مسجد تعمیر کر دی گئی تھی۔ بقیہ حضرات مدینہ واپس آگئے
بخاری شریف کی روایت ہے کہ آیت مبارکہ هو الذی کف ایدیھم عنکم و ایدیکم عنھم ابو بصیر کے قصہ میں نازل ہوئی ہے۔

سفراء کی روانگی

قول اظہر (ظاہر ترین) کی بنا پر اہل سیر فرماتے ہیں۔ اسی سال سنہ ۶ھ میں آپ نے اطراف و جوانب کے بادشاہوں کے پاس قاصدوں کو بھیجا۔ اور ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ محرم سنہ ۷ھ میں ارسال فرمایا۔ استاذ محترم قدس سرہ نے اپنی کتاب میں تحریر فرمایا ہے کہ قاصدوں کو سنہ ۶ھ میں روانہ فرمایا اور وہ مکتوب الیہم کے پاس اس وقت پہونچے جب سنہ ۷ھ شروع ہوا۔ میں کہتا ہوں ممکن ہے ارادۂ ارسال سنہ ۶ھ میں فرمایا ہو اور بھیجا ہو سنہ ۷ھ میں یا بعض کو سنہ ۶ھ میں بھیجا ہو اور بعض کو سنہ ۷ھ میں۔

احادیث صحیحہ میں موجود ہے کہ آپ نے ارادہ فرمایا کہ بادشاہوں کو اسلام کی دعوت دی جائے۔ آپ سے عرض کیا گیا۔ یہ بادشاہ بغیر مہر والے مکتوب کو نہیں پڑھتے۔ آپ نے سونے کی انگوٹھی کا امر فرمایا اور جب اس کو انگشت مبارک میں پہنا تو صحابہ رض نے بھی آپ کی اقتداء میں سونے کی انگوٹھیاں پہنیں۔ حضرت جبرئیل ؑ آئے اور عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کے مردوں پر سونا حرام کیا ہے۔ آپ نے وہ انگوٹھی نکال دی اور چاندی کی انگوٹھی بنوائی کہ اس کا نگینہ بھی چاندی کا تھا اور اس پر "محمد رسول اللہ" کندہ کرایا تھا۔ صحابہ نے بھی چاندی کی انگوٹھیاں پہنیں۔

آپ نے کاتب کو طلب فرمایا اور چھ بادشاہوں کے نام مکتوب لکھوائے وہ چھ یہ ہیں نجاشی حبشہ۔ ہرقل شاہ روم۔ کسریٰ شاہ مدائن۔ مقوقس شاہ مصر۔ حارث بن ابی شمر غسانی۔ شاہ دمشق۔ ہوذہ بن علی حنفی شاہ یمامہ۔ اور ان کے پاس چھ قاصدوں کو بھیجا۔ نجاشی کے پاس عمرو بن امیہ ضمری ہرقل کے پاس دحیہ کلبی۔ کسریٰ کے پاس عبداللہ بن حذافہ۔ مقوقس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ حارث کے پاس شجاع بن وہب اسدی، ہوذہ کے پاس سلیط بن عمرو کو بھیجا کہتے ہیں جس صبح یہ قاصد

روانہ ہوئے اسی صبح سے یہ حضرات اپنے ملکوں کی زبان سے واقف ہو گئے تھے اور بولتے تھے یہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔

شاہ نجاشی کی طرف نجاشی کے پاس جس وقت مکتوب گرامی پہونچا۔ بہر تعظیم تخت سے نیچے اتر آیا اور نامہ مبارک چوما اور آنکھوں پر رکھا اور پڑھنے کا حکم دیا۔ مکتوب کا مضمون یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ محمد رسول اللہ (صلعم) کی طرف سے حبشہ کے بادشاہ کے نام۔ تجھ پر سلامتی ہو۔ میں تجھے اس خدا کی حمد سناتا ہوں جو معبودیت میں یکتا ہے۔ کل جہاں کا مالک ہے۔ برگزیدہ ہے۔ جارپناہ ہے۔ اسلامتی والا ہے۔ نگہبان ہے اور اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں جس کو اس نے بتول طیبہ کے پاک بطن میں القا کیا کہ وہ خدا کے نبی حضرت عیسیٰ کی والدہ ہیں۔ پس اللہ ہی نے ان کو اپنی روح سے پیدا کیا اور اس کو حضرت مریم میں پھونک دیا۔ جیسا کہ اس نے حضرت آدم کو ید قدرت سے بنایا۔ اب میں تجھ کو خدا وحدہ لاشریک لہ اور اس کی اطاعت کی دعوت دیتا ہوں اور یہ کہ تو میری۔ پیروی کر۔ جو خدا کا پیغام میں لے کر آیا اس پر ایمان لا تجھ کو اور تیرے لشکر کو اللہ عزوجل کی طرف بلاتا ہوں۔ پس میں نے تبلیغ و نصیحت کر دی۔ تجھ کو چاہیئے کہ اس کو قبول کرے والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

نجاشی یہ سن کر فوراً ہی ایمان لے آیا اور قاصد سے کہا۔ اگر مجھ سے ہو سکا تو خدمت میں حاضر ہوں گا۔ اور نامہ مبارک کا جواب لکھوایا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکتوب نجاشی حمد وثنا کے بعد تحریر کیا۔ اے خدا کے نبی آپ کا مکتوب گرامی پہونچا۔ آپ نے حضرت عیسیٰ کے بارے میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ اس سے کچھ بھی زیادہ نہیں۔ ہم نے آپ کی باتوں کو سمجھ لیا۔ آپ کے چچا کے بیٹے اور سلمان کے رفقا ہمارے پاس احترام کے ساتھ ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے سچے رسول ہیں۔ میں آپ کے سلسلۂ بیعت میں داخل ہو گیا اور آپ کے چچازاد بھائی کے ہاتھ پر اللہ کے لئے بیعت کی۔ اور مسلمان ہو گیا۔ یا رسول اللہ میں آپ کی خدمت میں اپنے

بیٹے کو بھیج رہا ہوں۔ اگر حکم ہو گا تو میں خود بھی حاضر ہوں گا۔ السلام علیک یا رسول اللہ

روایت ہے کہ شاہ نجاشی کا بیٹا" ارہا بن اصحمہ ساٹھ آدمیوں کے ساتھ روانہ ہوا لیکن سمندر میں طغیانی آگئی اور کوئی آدمی باقی نہ بچا صرف وہ کشتی باقی رہی جس میں عمرو بن امیہ تھے۔ انھوں نے ہی دربار رسالت میں نجاشی کا مکتوب پیش کیا اور تمام حالات سنائے جس سے آپ کو بہت فرحت اور مسرت ہوئی۔

دوسرا مکتوب اور عقد ام حبیبہ کچھ عرصہ بعد حضرت علیؓ کی تحریک پر برائے عقد حضرت ام حبیبہؓ اور برائے طلبی مہاجرین حبشہ دوسرا مکتوب گرامی ارسال فرمایا اس کے قاصد بھی عمرو بن امیہ ضمری تھے۔

پس نجاشی نے حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان کو پیغام دیا اور انھوں نے یہ پیغام قبول کر لیا اور خالد بن سعید کو اپنا وکیل مقرر کیا۔ اور نکاح ہو گیا۔ چار سو دینار مہر مقرر ہوا۔

شاہ نجاشی نے مہاجرین حبشہ کا سامان سفر کیا اور سب کو مدینہ کی طرف روانہ کر دیا بیان کیا ہے کہ وہ دونوں مکتوب ہاتھی دانت کے ڈبے میں محفوظ ہیں اور اہلِ حبشہ میں خیر و برکت کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ صاحبِ اعلام نے ذکر کیا ہے وہ دونوں مکتوب گرامی اب تک شاہان حبشہ کے پاس ہیں۔

ہرقل کے نام آپ نے دحیہؓ کلبی کو ہرقل بادشاہ کی طرف بھیجا۔ ارشاد فرمایا۔ یہاں سے حاکم بصرہ کے پاس جاؤ وہ تمہارے ساتھ کسی کو کر دیں گے۔ حاکم بصرہ حمص میں تھا اور ہرقل بیت المقدس کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔ اس نے نذر کی تھی کہ اگر خدا نے رومیوں کو فارسیوں پر غلبہ دیا تو وہ قسطنطنیہ سے بیت المقدس تک پیدل جائیگا۔ اور نماز پڑھے گا۔

روایت ہے کہ قاصد کے پہونچنے سے پہلے ایک صبح ہرقل نہایت ملول اور پریشان اٹھا اور اسی حال میں دربار میں آیا۔ ندماء نے دریافت کیا۔ تو بتلایا آج کی رات میں نے آسمان پر ایک ستارہ دیکھا ہے۔ اور حساب نجوم سے معلوم کیا ہے کہ امت مختونہ تمام عالم پر غالب آجائیگی۔

لہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان کا پہلا عقد عبد اللہ بن جحش کے ساتھ ہوا تھا۔ وہ حبشہ پہونچ کر مرتد ہو گئے اور دین نصرانی قبول کر لیا اور حضرت ام حبیبہؓ کو طلاق دے دی۔ ام حبیبہؓ اپنے دین پر ثابت قدم رہیں اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ کرم فرمایا کہ ام المومنین بننے کا شرف حاصل ہوا۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ ام حبیبہؓ کے پہلے شوہر کا انتقال ہو گیا تھا۔

معلوم کرو کہ کون لوگ فتنہ کراتے ہیں۔ ندما نے کہا آپ پریشان نہ ہوں۔ اس وقت یہودیوں کے علاوہ کوئی فتنہ نہیں کراتا ہے۔ آپ حکم فرمائیں ان سب کو تہہ تیغ کر دیا جائے گا۔ اسی اثناء میں ایک شخص ملکِ بصریٰ کے پاس سے آیا جو عربی تھا۔ اور مختون تھا۔ اس نے ہرقل کے سامنے تمام حالات جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بیان کئے۔ ہرقل نے کہا اس کو علیحدہ لے جا کر دیکھو کہ مختون ہے یا نہیں؟ خبر دی گئی وہ مختون ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ حاکم بصریٰ نے عدی بن حاتم کے ساتھ دحیہ کلبی رضؓ کو ہرقل کے پاس بھیجا۔ جب دحیہ رضؓ وہاں پہونچے تو درباریوں نے کہا۔ سلام فرشی و سجدہ اگر نہ کرو گے پیغام نہ سنا جائیگا حضرت دحیہ رضؓ نے انکار کر دیا اور فوراً آگے بڑھ کر مکتوب گرامی پیش کیا۔ جو عربی میں تھا۔ ترجمان طلب کیا اس نے پڑھ کر سنایا۔ اس مکتوب گرامی میں لکھا ہوا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ (صلعم) کی طرف سے ہرقل شاہ روم کے نام۔ سلامتی اس پر ہو جو ہدایت کا پیرو ہے بعد حمد و ثنا کے میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام قبول کرلے تمام آفات سے محفوظ رہے گا اور اللہ تعالیٰ تجھ کو دوہرا اجر عطا فرمائے گا۔ اور اگر انکار کیا تو تمام رعایا کا وبال تیری گردن پر رہے گا۔

اے اہلِ کتاب آؤ اس کلمہ کی طرف جو تمہارے اور ہمارے درمیان برابر ہے۔ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں گے اور نہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرائیں گے اور نہ خدا کے سوا کسی کو رب بنائیں گے اگر تم انکار کرو تو گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

ابوسفیان کی آمد

جب ہرقل نے یہ مضمون سنا تو کہا۔ تلاش کیا جائے یہاں کوئی اس علاقہ کا تو نہیں ہے؟ تاکہ اس سے کچھ حالات دریافت کئے جائیں ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں مجھ سے ابوسفیان رضؓ نے کہا میں اس وقت شام میں بغرض تجارت موجود تھا۔ ایک آدمی ہرقل کے پاس سے آیا کہ ہرقل نے طلب کیا ہے۔

ایک روز ہرقل نے تاج حکومت سر پر رکھا اور دربار عام کیا۔ شرفا اور سردارانِ روم۔ خواص اور علماء دیا دری بھی حضرات موجود تھے کہ میں ہرقل کی مجلس میں حاضر ہوا۔ اس نے ترجمان سے کہا ان سے دریافت کرو۔ اس نے کہا۔ تم سب لوگوں میں سے اس شخص (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) سے از روئے نسب کون قریب ہے۔ میں نے کہا۔ میں ہوں۔ وہ میرے چچا کے لڑکے ہیں۔ ہرقل نے

کہا۔ تم میرے قریب آؤ اور بقیہ لوگ تمہارے پیچھے بیٹھ جائیں۔ اگر تم جھوٹ بولو تو بقیہ لوگ اس کی تردید کر دیں۔ ابوسفیان نے کہا قسم خدا کی اگر یہ شرم نہ مانع ہوتی کہ میری تکذیب ہو جائے گی تو ضرور جھوٹ بول دیتا۔ ہرقل نے چند سوال کئے۔

ہرقل۔ وہ تمہارے درمیان نسب کے اعتبار سے کیسے ہیں؟

ابوسفیان۔ نہایت شریف ہیں۔

ہرقل۔ ان سے پہلے قریش میں سے کسی نے یا کسی عرب نے دعویٰ نبوت کیا ہے۔

ابوسفیان۔ نہیں

ہرقل۔ ان کے پیرو کمزور لوگ ہیں یا شرفا اور طاقت ور

ابوسفیان۔ کمزور لوگ ہیں۔

ہرقل۔ ان کے پیرو روز بروز زیادہ ہوتے جاتے ہیں یا کم

ابوسفیان۔ زیادہ

ہرقل۔ اب تک کوئی ان کے دین سے تو نہیں پھرا ہے؟

ابوسفیان۔ نہیں۔

ہرقل۔ دعویٰ نبوت سے قبل تو لوگ ان کو جھوٹا نہیں جانتے تھے۔

ابوسفیان۔ نہیں

ہرقل۔ وہ وعدہ شکن تو نہیں ہیں؟

ابوسفیان۔ نہیں اور حال ہی میں ہمارے اور ان کے درمیان ایک معاہدہ ہوا ہے اس کے بارے میں نہیں کہا جا سکتا کہ وہ عہد پر قائم رہیں گے یا نہیں؟ ابوسفیان نے کہا پوری گفتگو میں مجھے اس سے زیادہ کہنے کی گنجائش ہی نہ ملی جو کہتا۔ لیکن ہرقل نے میری اس بات کی طرف کوئی توجہ نہ کی

ہرقل۔ تمہارے اور ان کے درمیان کبھی جنگ ہوئی ہے؟ اس کا کیا حال رہا۔

ابوسفیان۔ کبھی وہ غالب رہے اور کبھی ہم غالب رہے۔

ہرقل۔ وہ تم کو کس چیز کا امر کرتے ہیں۔

ابوسفیان۔ تنہا خدا وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کا۔ نماز۔ صدقہ۔ سچائی۔ حیا۔ صلہ رحمی۔

اس کے بعد ہرقل نے ترجمان سے کہا۔ اس سے کہو۔ ہم نے نسب کے بارے میں دریافت کیا تو تم نے بتلایا شریف ہیں۔ چنانچہ کوئی نبی کم نسب نہیں ہوتا ہے۔ یہ دریافت کیا کہ ان سے قبل تو کسی نے دعویٰ نبوت نہیں کیا ہے۔ تم نے انکار کیا۔ یہ اس وجہ سے دریافت کیا تھا کہ ممکن ہے کہ وہ کسی کی تقلید میں دعویٰ کر بیٹھے ہوں۔ میں نے دریافت کیا۔ کوئی اس خاندان میں بادشاہ ہوا ہے۔ یہ اس وجہ سے دریافت کیا۔ ممکن ہے کہ اپنے باپ دادا کا ملک حاصل کرنے کو یہ دعویٰ کیا ہو۔ میں نے دریافت کیا تھا کہ ان کی پیروی ضعیف کرتے ہیں یا شرفا؟ تم نے کہا ضعیف تو دراصل انبیاء کے متبعین ایسے ہی ہوتے ہیں الخ

ہرقل نے کہا یہ جو کچھ تم نے کہا ہے اگر واقع کے مطابق ہے تو وہ جلد ہی ان علاقوں کے مالک ہو جائیں گے اور ہماری مملکت ان کے تصرف میں آجائے گی میں تحقیق سے جانتا ہوں کہ رسول ایسے ہی ہوتے ہیں۔ لیکن میرا خیال یہ نہ تھا کہ وہ تمہاری قوم میں سے ہوں گے۔ اگر میں جانتا تو ان کی خدمت میں حاضر ہوتا اور اگر وہ قریب ہوتے تو ضرور قدم بوسی کرتا۔

روایت ہے ابوسفیان نے کہا۔ اے بادشاہ اگر اجازت ہو تو (نعوذ باللہ) ان کی ایک بکواس سنا دوں؟ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک ہی رات میں مکہ سے بیت المقدس آگیا اور پھر واپس ہو گیا ابوسفیان نے کہا جب میں نے یہ بات کہی تو خدام بیت المقدس میں سے ایک نے کہا۔ میں اس رات کو جانتا ہوں اور اس رات کی علامت میں نے مشاہدہ کی ہے وہ یہ کہ میری عادت تھی کہ سونے سے پیشتر بیت المقدس کے دروازے بند کر دیتا تھا اس رات ایک دروازہ نہ بند کر سکا تھا۔ میں نے تمام شہر والوں کو جمع کر کے بند کرنا چاہا مگر بند نہ کر سکا ناچار ویسے ہی چھوڑ دیا۔ صبح کو میں نے اس دروازہ کے پاس جانور کے باندھنے کے نشانات پائے۔

ابوسفیان نے کہا۔ ہرقل نے حکم دیا کہ نامۂ مبارک کو پڑھا جائے۔ میں نے دیکھا کہ پسینہ ہرقل کی پیشانی پر بہہ رہا تھا اور دہشت کی وجہ سے دربار میں آہ و بکا ہو رہی تھی۔ میں وہاں سے باہر آگیا اور ساتھیوں سے کہا کہ "محمد صلعم" کا معاملہ بہت اونچا جائے گا۔ بادشاہ روم ان سے بہت خائف ہے

شہادت صغاطر

روایت ہے کہ ہرقل نے دحیہ کلبی کو تنہائی میں طلب کیا اور کہا بخدا میں جانتا ہوں کہ وہ رسول برحق ہیں۔ اور میں ان کا منتظر تھا۔ آسمانی کتابوں میں ان کے اوصاف مذکور

ہیں۔ لیکن مجھے ڈر ہے کہ رومی مجھے ہلاک کر دیں گے۔ نہیں تو ابھی ایمان لے آتا۔ تم شہر رومیہ میں جاؤ وہاں "صغاطر" نام کا ایک شخص رہتا ہے۔ وہ نصاریٰ میں بہت بزرگ اور عقلمند ہے۔ ان سے جا کر کہو۔ یہ بھی روایت ہے کہ ہرقل نے ایک مکتوب اس کو لکھا۔ اور کہا جو کچھ وہ کہے مجھ سے آکر بتلانا۔ پس دحیہ کلبی رومیہ پہونچے اور صغاطر سے تمام حالات اور اوصاف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر کئے اور مکتوب ہرقل کا دیا۔ صغاطر نے کہا۔ بخدا وہ رسول برحق ہیں۔ یہ اوصاف میں نے اپنی کتاب میں پڑھے ہیں۔ اور ان کا نام توریت و انجیل میں پڑھا ہے۔

صغاطر اپنے گھر سے باہر آیا اور جو سیاہ لباس پہنے تھا اس کو اتار دیا اور سفید کپڑے پہن لئے۔ عصا ہاتھ میں لیا اور کنیسہ میں آیا۔ اس وقت اشراف روم کا اجتماع تھا۔ اس وقت کہا۔ لوگو! احمد عربی کا مکتوب میرے پاس آیا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور احمد اس کے رسول اور بندے ہیں۔ رومیوں نے جب یہ سنا تو سب اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور صغاطر پر حملہ کر دیا اور اس کو شہید کر دیا۔ دحیہ وہاں سے ہرقل کے پاس واپس آئے اور سب حال کہہ سنایا۔ ہرقل نے کہا۔ میں تو پہلے ہی کہتا تھا۔ میں رومیوں سے ڈرتا کہ وہ مجھے ہلاک کر دیں گے۔

بعض اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ جو مکتوب حدیبیہ والے سال لکھا گیا تھا وہ مکتوب حضرت دحیہ کے ہاتھ نہیں بھیجا گیا تھا بلکہ تبوک والے سال جو مکتوب لکھا گیا تھا اس کو لے کر دحیہ کلبی گئے تھے۔ اور احادیث سے بھی اسی کو تقویت حاصل ہوتی ہے روایت ہے۔

ثم دعا هرقل بكتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم الذي بعث به دحية الى عظيم بصرى فدفعه عظيم بصرى الى هرقل

پھر مکتوب گرامی کے ذریعہ ہرقل کو دعوت دی گئی جس کو لے کر دحیہ حاکم بصریٰ کے پاس آئے اور حاکم بصریٰ نے ان کو ہرقل کے پاس بھیجا۔

اسی حدیث کے آخر میں ہے کہ ہرقل نے جو مکتوب رومیہ بھیجا تھا اس کا جواب ہرقل کے پاس حمص آیا۔ بعض محدثین نے کہا کہ ممکن ہے ہرقل نے صغاطر کے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دو مرتبہ خط بھیجا ہو۔ ایک مرتبہ حدیبیہ والے سال اور اس مرتبہ وہ مسلمان نہ ہوا بلکہ جواب لکھ دیا۔ اور دوسری مرتبہ تبوک والے سال اور اس مرتبہ وہ مسلمان ہو گیا۔

ہرقل کا حال

روایت ہے کہ جب صغاطر کی ہرقل کو اطلاع ہوئی تو بیت المقدس سے اپنے دارالسلطنت حمص آگیا۔ اور دربار عام کیا اور تمام سرداروں کو طلب کیا۔ اور حکم دیا کہ تمام دروازوں کو بند کر دیا جائے۔ اور ایک کھڑکی سے باہر آیا اور کہا۔ اے گروہ رومیاں! کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارا ملک برباد نہ ہو اور تم فلاح حاصل کرو۔ لہٰذا اس رسول برحق کی اتباع کرو! جب انھوں نے ہرقل سے یہ بات سنی تو سب بھاگ گئے لیکن راستے بند دیکھے۔ ہرقل نے ان لوگوں کی بیزاری اور نفرت کو دیکھ کر کہا۔ یہ بات تو میں نے آزمائش کے لئے کہی تھی کہ تم کس قدر اپنے دین میں پختہ ہو۔ سب نے ہرقل کو سجدہ کیا۔

یہ بھی روایت ہے کہ ہرقل نے رومیوں کو سمجھایا اور کہا اگر اس رسول برحق کی دعوت قبول نہیں کرتے ہو تو آؤ ان کو جزیہ دیدیں تاکہ آئندہ ہم سلامت رہیں رومیوں نے کہا۔ عرب ہمارے یہاں اپنی روزی کمانے آتے ہیں۔ ہماری تعداد اور قوت ان سے زیادہ ہے ہم یہ ذلیل کام نہیں کرینگے۔
ہرقل نے کہا تو پھر ان کو "سوریہ" کا علاقہ دے کر صلح کرلیں رومیوں نے کہا وہ علاقہ ہمارے ملک میں سب سے بہتر ہے۔ ہرقل نے کہا۔ یاد رکھو! اب تم لوگوں کا زمانہ قریب آگیا ہے اور خود قسطنطنیہ جاکر مقیم ہوگیا۔

علماء کا ہرقل کے اسلام کے بارے میں اختلاف ہے بعض نے کہا وہ مشرف باسلام نہیں ہوا تھا چنانچہ دو سال بعد اس نے "موتہ" میں مسلمانوں کے ساتھ جنگ کی تھی۔ بعض علماء نے کہا ہے۔ پوشیدہ ایمان رکھتا تھا اپنی ہلاکت کے خوف سے ظاہر نہیں کرسکا تھا۔ لیکن مسند امام احمد میں روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا وہ جھوٹا ہے ابھی تک نصرانیت پر قائم ہے۔

کسریٰ کے نام مکتوب

آپ نے حضرت عبداللہ بن حذافہؓ کو کسریٰ کے پاس مکتوب دے کر بھیجا۔ اس میں تحریر فرمایا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے۔ بجانب کسریٰ بادشاہ فارس۔ اس پر سلامتی ہو جو ہدایت کی اتباع کرے۔ تو خدا کی گواہی دے کہ وہ ایک ہے اد ں کے بندے اور رسول ہیں۔ اور کلمہ اسلام پڑھ لے۔ بلاشبہ میں تمام انسانوں کی طرف رسول بناکر بھیجا گیا ہوں۔

تو مسلمان ہوجا سلامت رہے گا۔ اور اگر انکار کیا تو مجوس کا وبال تیرے اوپر پڑے گا۔

جب یہ مکتوب پڑھا تو اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کہا ہم کو ایسے خط لکھا جاتا ہے وہ ہمارا غلام ہے اور کوئی جواب نہیں لکھا۔ روایت ہے کہ جب یہ آپ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا۔ اللہ اس کے ٹکڑے کر دے گا۔ اور بروایت دیگر خدا اس کے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔

مکتوب کسریٰ بنام حاکم یمن

کسریٰ نے ایک مکتوب "حاکم یمن۔ باذان کے نام لکھا کہ دو آدمیوں کو مدینہ بھیج کر اس شخص کو گرفتار کر کے ہمارے حضور میں پیش کرو۔ چنانچہ باذان نے دو آدمی "بانویہ اور خرخرہ کو ایک مکتوب دے کر روانہ کیا اور کہا خوب تحقیق کر کے آنا۔ یہ لوگ یمن سے نکل کر جب طائف آئے تو اشراف قریش وہاں موجود تھے ان دونوں قاصدوں کی ان سے ملاقات ہوئی بتلایا وہ آج کل مدینہ میں مقیم ہیں اور باذان کا مکتوب پڑھا اور احوال کسریٰ سے آگاہ ہوئے تو بہت خوش ہوئے کہ اب شاہ کسریٰ ہمارا انتقام بھی لے لیگا۔ اور ہمیں جنگ کی نوبت نہ آئے گی۔ یہ بھی روایت ہے ایک تحقیقی آدمی سے ان دونوں قاصدوں نے آپ کے بارے میں کافی معلومات حاصل کر لی تھیں۔

القصہ یہ دونوں قاصد دیار رسالت میں حاضر ہوئے۔ اور بانویہ نے کہا شاہ کسریٰ نے باذان کے نام مکتوب بھیجا کہ کسی آدمی کو بھیج کر پکڑوایا جائے اور باذان نے ہم دونوں کو بھیجا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ کسریٰ کیسا بادشاہ ہے؟ مکتوب حضور کی خدمت میں پیش کیا جب آپ نے اس کو سنا اور ان کی خرافات کو سنا تو تبسم فرمایا۔ اور ان کو اسلام کی دعوت دی۔

روایت ہے کہ بانویہ۔ اور خرخرہ۔ سونے کے کنگن پہنے ہوئے تھے۔ دیباج کا لباس تھا۔ داڑھی مونڈی ہوئی تھی اور مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں آپ کو اس ہیئت سے نفرت ہوئی اور فرمایا "تم کو ایسی شباہت اور ہیئت بنانے کو کس نے کہا؟ بولے ہمارے خدا کسریٰ نے۔ آپ نے ارشاد فرمایا میرا خدا فرماتا ہے" داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کٹاؤ۔ فرمایا بیٹھ جاؤ وہ دو زانو بیٹھ گئے۔ آپ نے ان کو اسلام کی دعوت دی۔ بولے ہم اپنے بادشاہ کے پاس جاتے ہیں۔ وہ ایک عرب کو بھی زندہ نہ چھوڑے گا۔ یہ دونوں آدمی اگرچہ باتیں تو ایسی کر رہے تھے۔ مگر ہیبت مجلس رسول سے ڈر رہے تھے کہ ان کے کندھوں کا گوشت لرز رہا تھا انھوں نے جواب چاہا۔ آپ نے فرمایا۔ ابھی قیام کرو۔

جب دوسرا دن ہوا تو حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ باذان سے کہہ دینا کہ آج کی رات میرے خدا نے کسریٰ کو قتل کر دیا ہے اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ اس کے بیٹے نے اس کا پیٹ پھاڑ دیا اور لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے (یہ تاریخ شب شنبہ ۱۰ جمادی الاولیٰ سنہ ۷ھ تھی) اور باذان سے جا کر کہو کہ اسلام قبول کرلے۔ ہم اس کا علاقہ اسی کے سپرد کر دیں گے۔ ورنہ ہلاک ہو جائے گا اور آپ نے خرخرہ کو سونے کی ایک پیٹی دی اور بانویہ کو بھی کچھ دیا۔ جب یہ دونوں قاصد یمن پہونچے اور باذان نے مکتوب گرامی پڑھا تو کہا یہ کلام کسی بادشاہ کا نہیں ہو سکتا ہے اور اسی وقت شیرویہ کا خط فارس سے پہونچا کہ میں نے کسریٰ کو قتل کر دیا ہے اس نے ظلم بہت کر رکھا تھا۔ اور تم بدستور ہماری اطاعت کرو۔ اور اس شخص "محمد صلعم" کے بارے میں حکم ثانی کے منتظر رہو۔ یہ خبر معلوم ہو کر باذان اور یمن میں جس قدر ایرانی تھے اور بہت سے اہل یمن مسلمان ہو گئے اور ملقہ فارس سے اپنے کو علیحدہ کر لیا۔

روایت ہے کہ خرخرہ کو جو پیٹی آپ نے مرحمت فرمائی تھی۔ اہل یمن اس کو "مفخرہ" کہتے ہیں اور خرخرہ کا خاندان آج "ذو المفخرہ" کے نام سے موسوم ہے۔

شاہ مقوقس کے نام

آپ نے حضرت حاطب بن بلتعہ کو مقوقس شاہ مصر کی طرف بھیجا۔ ہرقل اور شاہ اسکندریہ کے مکتوب کا مضمون قریباً ایک ہی تھا۔ پہلے حضرت حاطب دربان کے پاس گئے دربان نہایت احترام سے پیش آیا اور دربار مقوقس میں حاضر ہونے کی اجازت دی۔ جب اس کو مکتوب گرامی سنایا گیا تو کوئی بات احترام کے خلاف نہ کہی، بلکہ مکتوب گرامی کے ساتھ احترام کا معاملہ کیا مگر ایمان نہ لایا۔ اور بہت سے تحفے اور ہدایا حضور کے لئے دیئے۔ اس کے ہدایہ میں چار ترکی باندیاں تھیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔ ماریہ رضؓ اور ان کی بہن شیریں۔ دو کنیزوں کے نام معلوم نہ ہو سکے۔ ایک خواجہ سرا اور ایک سفید گھوڑا کہ اس کا نام دلدل تھا۔ اور ایک خچر کہ اس کا نام یعفور یا عفیر تھا۔ ایک نیزہ بیس گز کپڑا۔ ایک ہزار مثقال سونا دیا اور حضرت حاطب کو سو مثقال سونا۔ ۵ کپڑے دیئے۔

روایت ہے کہ تنہائی میں حضرت حاطب سے حضور کے حالات اور اوصاف دریافت کئے اور کہا یہ سب اوصاف رسولوں کے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰؑ نے ان کی بشارت دی ہے۔ حضرت حاطب نے پانچ روز اسکندریہ میں قیام کیا۔ اور پھر اجازت لے کر واپس ہوئے۔ مقوقس نے ایک

مکتوب لکھا۔

بجانب محمد بن عبد اللہ از طرف مقوقس شاہ عظیم قبط کی طرف سے

بعد از سلام آپ کا مکتوب آیا ہم نے اس کو پڑھا اور سمجھا۔ ہم جانتے ہیں کہ ایک پیغمبر ظاہر ہوگا۔ اور وہ خاتم پیغمبران ہوگا۔ لیکن ہمارا خیال ہے کہ وہ شام میں ظاہر ہوں گے۔ میں نے آپ کے قاصد کا اکرام کیا ہے اور چند تحفے حاضر خدمت ہیں

(ان کی تفصیل ہے)

حضرت حاطب نے مقوقس کا خط حضور کی خدمت میں پیش کیا اور تحفہ وہدایا پیش کیے آپ نے فرمایا "خبیث ہے ملک کی وجہ سے بخل کر گیا" اس کا ملک باقی نہ رہے گا۔ حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں اس نے وفات پائی ہدایا اس کے ہدایا آپ نے قبول کر لئے تھے۔ حضرت ماریہ قبطیہ ان میں سے تھیں ان کو آپ اپنے تصرف میں لائے ان ہی کے بطن سے صاحبزادہ محترم حضرت ابراہیمؓ تولد ہوئے اور شیریں کو حسان بن ثابت کو مرحمت فرمادیا۔ خچر پر آپ کبھی سوار ہوئے ہیں حجۃ الوداع کے سفر میں وہ مر گیا تھا۔ دلدل کو آپ نے اپنی سواری میں رکھا اور پھر حضرت علیؓ کو دے دیا اور وہ اس پر سواری کرتے رہے ان سے حضرت حسنؓ کو ملا اور خلافت معاویہؓ کے زمانہ میں اس کا انتقال ہوگیا۔

حارث غسانی کے نام

یہ مکتوب گرامی شجاع بن وہب لے کر روانہ ہوئے اور حارث کی دارالحکومت دمشق میں پہونچے وہ اس وقت "غوطہ" میں تھا اور ہرقل بادشاہ کے انتظامات میں مصروف تھا۔ ہرقل ان دنوں بیت المقدس جا رہا تھا۔ شجاع دو روز وہاں رہے ملاقات نہ ہو سکی۔ اتفاق سے اس کے دربان "مری" سے ملاقات ہوگئی۔ حاجب دربان النصرانی تھا۔ حضرت شجاعؓ سے حضور کے حالات اور اوصاف معلوم کر کے مسلمان ہوگیا۔ اور جس دن حارث نے دربار عام کیا حضرت شجاعؓ کو اجازت لے کر پیش کر دیا۔ حارث نے مکتوب پڑھ کر اظہار غضب کیا اور کہا کون ہے کہ جو میرا ملک میرے ہاتھ سے لے گا میں ان کو یمن تک بھی نہ چھوڑوں گا اور گھوڑوں کی نعلبندی کا حکم دیا اور ایک مکتوب ہرقل کے پاس بھیجا اور اجازت جنگ چاہی۔ ہرقل نے لکھا۔ تم اس ارادہ سے باز ہو اور ہمارے پاس بغرض انتظام آجاؤ۔

حارث نے حضرت شجاع کو سو مثقال سونا دے کر رخصت کیا۔ واپسی میں دربان نے اصرار کیا اور اپنے گھر لے گیا اور بہت مدارات سے پیش آیا اور سامان سفر کیا اور شجاعؓ کو بہت سے کپڑے دیئے اور کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے میرا سلام کہنا۔ حضرت شجاعؓ رخصت ہو کر مدینہ منورہ آئے اور حضور کو اطلاع دی آپ نے ارشاد فرمایا اس کا ملک اور وہ ہلاک ہو جائے۔ جب فتح مکہ ہوا تو حارث کا انتقال ہو گیا اور اس کی حکومت پر اس کا بھائی جبلہ بن ایہم غسانی قابض ہو گیا۔ بعض اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ حارث مسلمان ہو گیا تھا۔ واللہ اعلم

ہوذہ بن علی حنفی کے نام

آپ نے سلیط بن عمرو عامر کو ہوذہ کے پاس بھیجا۔ ہوذہ نے جب نامہ مبارک پڑھا تو قاصد کی تکریم کی۔ اور جواب میں لکھا کہ میں اپنی قوم کا شاعر اور خطیب ہوں۔ عرب مجھ سے ڈرتے ہیں۔ مجھ کو اس معاملہ میں شریک کیجئے اور چند شہر میرے حوالہ کر دیجئے۔ اس وقت میں آپ کی اتباع کر دوں گا۔ اور حضرت سلیط کو بہت انعام دیکر واپس کیا۔ حضرت سلیط نے ہوذہ کا مکتوب خدمت اقدس میں پیش کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا اگر وہ مجھ سے ذرہ برابر بھی زمین طلب کریگا تو میں اس کو نہ دوں گا۔ وہ بھی ہلاک ہوگا اور اس کا ملک بھی جب آپ فتح مکہ سے واپس ہو رہے تھے تو حضرت جبرئیلؑ نے اس کی وفات کی خبر دی۔

واقعۂ ظہار

اسی سال سنہ ۶ھ میں حضرت خولہ بنت ثعلبہ بن قیس خزرجیؓ اور ان کے شوہر اوس بن صامتؓ کے درمیان ظہار کا واقعہ پیش آیا[1] بیان کیا گیا ہے کہ خولہ بہت نیک خاتون تھیں۔ ایک دن وہ نماز سے فارغ ہوئیں اسی حالت میں ان کے شوہر کی نظر ان کے جسم پر پڑ گئی داعیہ شہوت پیدا ہوا اور خولہ سے کہا۔ خولہ نے انکار کر دیا تو اوس نے غصہ میں کہہ دے "انت علی کظھر امی" اسلام میں یہ پہلا ظہار تھا۔ زمانہ جاہلیت میں یہ طلاق شمار ہوتا تھا۔ خاوند اور بیوی بہت پریشان ہوئے۔ خولہ نے کہا جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جا کر کہو۔ اوس نے کہا کہ مجھے شرم معلوم ہوتی ہے۔ تو ہی جا کر کہو۔ حضرت خولہ آئیں۔ اس وقت حضرت عائشہؓ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سر دھو رہی تھیں۔ آکر عرض کیا میں جوان عورت ہوں۔ عیال دار ہوں ایسا ایسا معاملہ ہو گیا ہے اور اپنی مصیبت بیان کی۔ آپ نے فرمایا تو اپنے

---

[1] اپنی بیوی کو اپنی محرم عورتوں کے ان اعضاء سے تشبیہ دینا جن کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ در المنتقی تفصیل فقہ کی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیے۔

خاوند پر حرام ہو چکی ہے۔ خولہ بار بار اپنی عرض پیش کرتیں اور یہی جواب ملتا چونکہ اسلام میں ظہار کا حکم ابھی نازل نہیں ہوا تھا۔ آخر ایک گوشہ میں بیٹھ کر خولہ سربسجدہ ہوئیں اور دعا کی

اللھم انی اشکو الیک وحدانی	الٰہی میں آپ سے اپنی تنہائی اور وحشت
ووحشتی وفراق زوجی	اور شوہر کی جدائی کی شکایت کرتی ہوں

تھوڑی دیر میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر آثار وحی نمودار ہوئے اور یہ آیات نازل ہوئیں۔

قد سمع اللہ قول التی تجادلک	اللہ تعالیٰ اس عورت کی بات سن لی
فی زوجھا۔ الخ لہ	جو آپ سے اپنے شوہر کے بارے میں جھگڑ رہی تھی

حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ وہ عورت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میرے ہی گھر باتیں کر رہی تھی۔ اور میں موجود تھی میں نے اس کی بعض باتیں سنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی بات کو سن لیا۔

روایت ہے کہ حضرت خولہ حضرت عمرؓ کے یہاں جب جاتیں تو وہ ان کے اکرام میں کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور فرماتے "اللہ تعالیٰ نے اس کی بات کو سنا ہے" روایت ہے کہ ایک دن اپنی خلافت کے زمانے میں اشراف قریش کے ساتھ جا رہے تھے کہ ایک عورت مل گئی۔ اور کہا عمر! مجھے ایک ضرورت ہے۔ حضرت نے سر جھکا دیا اور اس بوڑھی کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا اور اس کا سوال پورا کیا۔ جماعت قریش نے کہا۔ ایک بوڑھیا کی وجہ سے آپ نے پوری جماعت کو روکے رکھا۔ فرمایا جانتے ہو یہ کون ہے؟ بولے نہیں۔ فرمایا یہ خولہ ہیں۔ ان کا شکوہ خدا نے ہفت آسمانوں کے اوپر سنا ہے۔ خدا کی قسم اگر وہ تمام رات مجھے کھڑا رکھتی تو میں کھڑا رہتا۔

روایت ہے کہ حضور صلعم نے خولہ کے خاوند اوس کو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا۔ ایک غلام آزاد کر دو تب خولہ کے ساتھ صحبت کر سکتے ہو عرض کیا میرے پاس غلام نہیں۔ فرمایا دو ماہ مسلسل روزے رکھو! عرض کیا ایک روزہ رکھنے ہی سے آنکھوں میں اندھیرا آجاتا ہے۔ فرمایا۔ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو۔ عرض کیا میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ تب آپ نے پندرہ صاع کھانا اس کو دیا تاکہ وہ اپنا کفارہ ادا کرے۔

لہ .... یہ تفصیل۔ اکلیل علی مدارک التنزیل میں بھی ... ہے۔ حضرت خولہ کے نام میں اختلاف ہے روایات میں خویلہ بھی مذکور ہے۔ صفحہ ۹۰۲

گھوڑ دوڑ اسی سال ۶ھ میں آپ نے اونٹوں اور گھوڑوں کے درمیان دوڑ کرائی آپ کی ایک اونٹنی تھی جس کا نام عضبا تھا اس سے کوئی اونٹ آگے نہیں جا سکتا تھا۔ اتفاق سے ایک اعرابی کا دبلا اونٹ اس سے آگے نکل گیا۔ مسلمانوں کو یہ ناگوار ہوا۔ تب آپ نے ارشاد فرمایا۔

حق علی اللہ ان لا یرفع	اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ دنیا کی جو چیز بھی
شیئاً من الدنیا الا وضعہ	سربلندی اختیار کریگی اس کو سرنگوں کردیا جائیگا

وفات ام رومان اسی سال ۶ھ میں حضرت عائشہ رضؓ کی والدہ ام رومان کا انتقال ہوا۔ آپ ان کے دفن کے وقت موجود تھے۔ اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا جو آدمی، چاہے کہ دنیا میں حورعین کو دیکھے وہ اس عورت کی طرف نظر کرے۔

اسلام ابی ہریرہ آخر ۶ھ میں یا اول ۷ھ میں حضرت ابوہریرہ مسلمان ہوتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ کے نام کے بارے میں بہت زیادہ اختلاف ہے[1] چنانچہ ۳۵ اقوال اس بارے میں منقول ہیں۔ صحیح ترین قول یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں نام عبدشمس یا عبد عمرو تھا۔ اور زمانہ اسلام میں عبدالرحمٰن رکھا گیا۔ حاکم نے کہا ہے یہ نام سب سے زیادہ زیادہ اقرب الی الصواب ہے۔

کنیت ابن صخر ہے لیکن جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوہریرہ رضؓ مقرر فرمائی وجہ اس کی یہ بتلائی گئی ہے کہ ایک دن حضرت ابوہریرہ رضؓ ایک بلی کا بچہ آستین میں چھپائے ہوئے حاضر ہوئے جس کو دیکھ کر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ انت ابا ہریرہ چنانچہ اس دن سے یہ کنیت اتنی مشہور ہوگئی کہ اصل نام پر غالب آگئی۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ تمام صحابہ رضؓ میں سب سے زیادہ حدیث روایت کرتے ہیں اور وجہ اس کی انھوں نے خود ہی بیان فرمائی ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد سے تا وصال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خادمانہ حیثیت سے ہر وقت ساتھ رہے۔ ان سے آٹھ سو حضرات تابعین اور صحابہ نے احادیث روایت کی ہیں۔ صحابہ میں سے حضرت جابر رضؓ۔ ابن عباس رضؓ۔ ابن عمر رضؓ۔ انس رضؓ

---

[1] یہاں سے لے کر ختم تک مترجم راقم الحروف کا اضافہ ہے

ہیں ان کی مرویات کی تعداد ۵۳۷۴ ہے۔ کثرت روایت کی وجہ حضرت ابوہریرہ رضؓ نے خود ہی یہ بیان کی ہے۔

فرماتے ہیں لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ رضؓ بہت روایتیں نقل کرتے ہیں میرے مہاجر بھائی تجارت پیشہ تھے بازار میں آنا جانا پڑتا تھا اور میرے انصاری بھائی کھیتی کا کام کرتے تھے اس کی مشغولی انھیں درپیش رہتی تھی اور ابوہریرہ رضؓ اصحاب صفہ کے مساکین میں سے ایک مسکین تھا جو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جو کھانے کو مل جاتا اس پر قناعت کئے پڑا رہتا تھا ایسے اوقات میں موجود ہوتا تھا۔ جس میں وہ نہیں ہوتے تھے۔ اور ایسی چیزیں یاد کر لیتا تھا۔ جو وہ یاد نہیں کر سکتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے حضور سے حافظ کی شکایت کی۔ حضور نے فرمایا چادر بچھا۔ میں نے چادر بچھائی۔ حضور نے دونوں ہاتھوں سے اس میں کچھ اشارہ فرمایا۔ اس کے بعد فرمایا اس چادر کو ملا لے۔ میں نے سینے سے ملایا اس کے بعد سے کوئی چیز نہیں بھولا [1]

حضرت ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہیں کہ مجھے تین مصیبتیں ایسی پیش آئیں کہ اسلام میں کبھی نہیں آئیں ۱۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ۲۔ حضرت عثمان رضؓ کا شہید ہونا ۳۔ مزود کا ضائع ہو جانا

جب دریافت کیا مزود کیا ہے؟ فرمایا وہ توشہ دان تھا۔ ہم ایک سفر میں تھے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوہریرہ رضؓ کچھ کھانے کو ہے؟ میں نے عرض کیا۔ ایک توشہ دان میں تھوڑی کھجوریں ہیں آپ نے اس کو طلب فرمایا اور ان کھجوروں پر ہاتھ رکھا اور دعا پڑھی اور فرمایا جاؤ۔ لشکر کے دس دس آدمیوں کو بلاؤ۔ میں بلا کر لایا اسی ترتیب سے پورے لشکر نے خوب پیٹ بھر کر وہ کھجوریں کھائیں اور پھر بھی بچ رہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اے ابوہریرہ رضؓ جب تیرا ارادہ کھانے کا ہو۔ اس میں سے نکال کر کھا لینا اس کو الٹنا نہیں۔ چنانچہ میں حضور صلعم کی حیات اس میں سے کھاتا رہا پھر حضرت ابوبکر رضؓ کے زمانہ خلافت اور پھر حضرت عمر رضؓ کے زمانہ خلافت اور پھر حضرت عثمان رضؓ کے زمانہ خلافت میں کھاتا رہا۔ آخر میں باغی اس توشہ دان کو لوٹ کر لے گئے۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہیں اس میں سے دو سو وسق سے زیادہ کھایا [2] (یعنی ۴۳۹ کوئنٹل ۴ کلو ۹۰ گرام)

---

[1] حکایات الصحابہ رضؓ ص۹۳ [2] حیاۃ الصحابہ رضؓ ص۱۹۰ ج ۲ ص ۱۰۶

حضرت ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کا کھانا حضور کے زمانہ میں کھجور اور پانی تھا۔ خدا کی قسم ہم نے تمہارا گیہوں نہ دیکھا تھا ہم نہیں جانتے تھے کہ یہ کیا چیز ہے اور ہم لوگوں کا لباس آپ کے زمانہ میں موٹی چادر تھا یعنی دیہات کے کسان جسے استعمال کرتے تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میرے بعد فتنہ اور اختلاف میں مبتلا ہو جاؤ گے عرض کیا گیا حضور! اس وقت ہم کیا کریں فرمایا۔ اس وقت تم امیر اور اس کی جماعت کو لازم پکڑنا۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ یہ کہتے ہوئے حضرت عثمان رضؓ کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔

غرضکہ حضرت ابوہریرہ رضؓ نے علم نبوت کی اس قدر اشاعت کی ہے کہ اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ اسلامی علوم میں کوئی عنوان ایسا نہیں ہے کہ جس میں حضرت ابوہریرہ رضؓ کی مرویات بکثرت موجود نہ ہوں۔ علم سیرت، تاریخ، فقہ، شریعت، طریقت ہر باب میں ان کی مرویات ملتی ہیں۔ محدثین کرام اور شراح حدیث اور ائمہ فقہ نے جو اخذ و استنباط کیا ہے اس کی مثال ملنا بھی مشکل ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دو قسم کے علوم یاد کئے ہیں۔ جن میں سے ایک کی خوب اشاعت کی اور دوسرے کو اگر میں ظاہر کر دیتا تو میری گردن اڑا دی جاتی [1]

ملا علی قاری رحؒ نے بیان کیا ہے اس حدیث میں علم اول سے مراد، علم ظاہر اور علم شریعت اخلاقیات اور احکامات ہیں اور علم ثانی سے مراد۔ علم باطن اور اسرار توحید ہیں بعض علماء نے کہا ہے۔ اسماء منافقین مراد ہیں، بعض نے کہا ہے خلافت راشدہ کے بعد امراء و جابر مراد ہیں کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضؓ فرمایا کرتے تھے۔

اعوذ باللہ من راس	میں ۶۰ھ اور لڑکوں کی امارت
الستین و امارۃ الصبیان	سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔

بیان کیا گیا ہے کہ اس سے یزید بن معاویہ رضؓ کی امارت کی طرف اشارہ تھا چنانچہ اس سے قبل ہی ۵۹ھ میں حضرت ابوہریرہ رضؓ کی وفات ہوگئی۔

---

[1] رواہ بخاری

اسی طرح مشکوۃ شریف کتاب الایمان میں حدیث حائط کے ضمن میں شراح حدیث اور صوفیائے کرام نے بہت سے فوائد ذکر کیے ہیں لیکن میرے نزدیک اس میں ایک اہم فائدہ یہ ہے۔

فقال اذھب بنعلی ھاتین فمن لقیت من وراء ھذا الحائط یشھد ان لا الہ الا اللہ مستیقنا بھا قلبہ فبشرہ بالجنۃ

فرمایا ابو ہریرہؓ! میرے یہ دونوں جوتے لے کر جاؤ اور اس باغ کے باہر جو آدمی بھی تمہیں ملے کہ وہ توحید رسالت کی گواہی دے کہ اس کے قلب میں یقین ہو اس کو جنت کی بشارت دے دو۔

اس میں اہم بات یہ ہے اور یہی اہل حق کا مسلک ہے کہ اقرار بلا اعتقاد کے معتبر نہیں ہے مستیقناً بھا قلبہ کی قید سے اسی طرف اشارہ ہے۔

ثعلبہ بن مالک قرظی کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابو ہریرہؓ بازار میں آئے کہ وہ لکڑیوں کا گٹھا سر پر لادے ہوئے تھے اور یہ ان دنوں کا قصہ ہے کہ جب وہ مروان کی جانب سے مدینہ منورہ کے گورنر تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا اے ابن مالک امیر کے لئے راستہ وسیع کر دو! میں نے کہا۔ ابو ہریرہؓ! راستہ کافی ہے۔ پھر فرمایا۔ امیر کے لئے راستہ وسیع کر دو! ان پر لکڑی کی گڈی بھی تو ہے، اس واقعہ سے حضرت ابو ہریرہؓ کی حاکمانہ حالت کو بھی ظاہر کرنا مقصود ہے کہ گورنر ہونے کے باوجود ان کی کیسی سادہ حالت تھی۔ تاریخ میں ایسی مثالیں ملنا مشکل ہیں۔

بہر حال حضرات صحابہؓ میں حضرت ابو ہریرہؓ کی بہت بڑی شخصیت ہے انھوں نے اسلام کی ہر نوع کی خدمت کی ہے۔ ان کی وفات سنہ ۵۶ھ میں ۷۸ سال کی عمر میں ہوئی اور وہ بقیع میں مدفون ہوئے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ ان کو عسفان میں دفن کیا گیا۔ لیکن یہ روایت غلط ہے

فہرست عنوانات

تالیفات مفتی عزیز الرحمٰن صاحب

حیات امام اعظم ابو حنیفہ رح

جدید تحقیقات کی روشنی میں ریسرچ کے
معیار پر نئی اور حسین ترتیب کے ساتھ
قیمت نو -/۹ روپے

تذکرہ شیخ الہند رح

سیاستِ حاضرہ میں دلچسپ اور عمدہ کتاب
پرانے اخبارات اور خطوط کی روشنی میں

مخدوم صابر کلیری رح

بالکل نئی تحقیقات۔ ریسرچ کے معیار پر
عمدہ رسالہ قیمت -/۳ روپے

ولیِ کامل

شیخ و محدث مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری کے
حالاتِ زندگی ان کی آپ بیتی سے زیادہ بہتر۔ قیمت چھ روپے

تذکرہ مشائخ دیوبند

ہندوستان کے اکابر مشائخ طریقت کے عمدہ حالات
کے کئی ایڈیشن طبع ہو چکے ہیں۔

سیرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

سنہ ۹۰۰ھ کے محدث جلیل علامہ سید جمال حسینی
کی کتاب روضۃ الاحباب کا ترجمہ اور اس پر حواشی
کامل دو ۲ جلدوں میں۔

وصایا

قرآن اور احادیث اور سیرت تاریخ
کی کتابوں سے ماخوذ

تفسیر رشیدی

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رح کے
تفسیری افادات۔ جدید کارنامہ۔ قیمت -/۳

ترجمہ زاد المعاد

علامہ ابن قیم رح کی زاد المعاد کا ترجمہ کامل چار
جلدوں میں۔ پہلی جلد ۵۰/۸۔ بقیہ زیر طبع

انفاسِ قدسیہ

مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی کی سیرت

محبت والے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے والوں
کے محبت بھرے واقعات

اصحاب النبی

روضۃ الاحباب کا تیسرا حصہ اس کا ترجمہ اور
اس پر محققانہ حواشی۔ انصاف پسند تنقید و تبصرے زیر طبع

مدنی دار التالیف بجنور۔ یو۔پی